خلافت شیخین

شیعی اور سنیوں کی مستند اور معتبر تواریخی اور مذہبی
کتابوں سے حضرت ابوبکر [illegible] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم
سوانح عمری انتخاب کئے گئے [illegible] ان
کے خلفا کی نسبت شیعی [illegible]
بزرگوں کا [illegible] اور اصل عربی عبارت بھی [illegible]

مصنفہ

میرزا حیرت [illegible]

باہتمام [illegible]

بماہ نومبر [illegible]

[illegible]

تفسیر الفرقان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ خلافت

قرآن مجید نے کوئی فیصلہ خلافت کے متعلق نہیں کیا اگرچہ ہمارے بھائی شیعوں نے بعض آیات قرآنی سے خلافت کے متعلق بحث کی ہے لیکن وہ بحث ایسی ہے کہ الفاظ قرآنی سے اسکا زیادہ تعلق نہیں ہے ہاں اس میں شک نہیں کہ مطالب ذہنی کے چسپاں کرنے میں انتہا علم دماغ اور منطق کو کام میں لایا گیا ہے۔ ہم ان تمام بحثوں کو بحیثیت ایک مورخ اور محقق ہونے کے زیادہ وقعت سے دیکھتے ہیں۔ علمائے شیعی نے جو جو قابل قدر بحثیں اس مسئلہ میں کی ہیں اُن سے کسی طرح بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ہر موقع پر داد دینے کو جی چاہتا ہے اور ہر پہلو پر آفرین کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ بڑی تعریف کے قابل یہ بات ہے کہ جس بحث کو اُٹھایا اُسے ایک حد

تک اچھا نبھایا اور ایسا نبھایا کہ ایک بے تعصب مورخ ضرور اس کی داد دے گا۔

خلافت اور خلفا کے متعلق ان کی اکثر دلچسپ بحثیں دیکھی گئی ہیں اور وہ کل بحثیں اپنی اپنی جگہ ایک خاص وقعت رکھتی ہیں جنہیں تعصب کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بڑی بڑی لاجواب کتابیں اس اہم اور لاینحل مسائل کی نسبت تصنیف ہوئیں اور ان پر تمام مذہبی علوم کا اسقدر زور لگایا گیا کہ کوئی پہلو باقی نہیں رہا بہت سی باتیں جو بالکل تاریکی میں پڑی ہوئی تھیں روشنی میں آگئیں اور بہت سے امور جن پر تیرہ سو برس سے پردہ پڑا چلا آتا تھا آخیر اس اسلامی صدی کے آغاز میں اٹھا دیا گیا۔

ایران اور ہندوستان کے شیعی علما میں زمین آسمان کا تفاوت ہے اور یہ تفاوت انکی مصنفہ کتب سے معلوم ہوتا ہے۔ ایران اگرچہ شیعی مذہب کا مامن اور گہوارہ ہے لیکن جو باریک بینی خداوند تعالیٰ نے سرزمین ہندوستان میں ودیعت کی ہے وہ کسی دوسرے ملک کو نصیب نہیں ہوئی۔ ہندوستان کا مرز و بوم اپنی نوعیت میں نرالا ہے۔ اس میں خیالات کی وسعت۔ ذہن کی تیزی۔ روحانی ترقی اور ادراک کی قوت خود بخود پیدا ہوتی ہے اور اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ ہندوستان ہر حالت میں ایران سے فوق لے گیا۔ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہندوستان کے علما کے باپ دادا سب عربی یا ایرانی نژاد تھے لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ سالہا سال گزر جانے پر ان کے محسوسات۔ خیالات۔ معاشرت اور تمدن میں [illegible] تغیر پیدا ہو گیا تھا اور تبدیلی اگرچہ بتدریج محسوس نہ ہوئی لیکن آخر میں جا کے نمایاں ہو گئی تھی اور یہ باطنی تبدیلی ایسی نمایاں ہوئی کہ آنکھوں سے دکھائی دینے لگی یہاں تک کہ [illegible] خیال کا انسان اس تبدیلی کو پا سکتا ہے۔

فی الحال شیعہ ریاست ہائے ایران کے ممنون احسان ہیں [illegible]

شیعوں میں جتنے علما گزرے ہیں ان کی بڑی تعداد ایرانی ہے۔ عربی شاید فیصدی مشکل سے پانچ نکلیں گے یہ ایرانی علما کا احسان ہے کہ اسلام کو اسقدر وسعت ہوگئی اور وہ اپنی محدود حالت کو چھوڑ کے ایک ایسے وسیع میدان میں آگیا جس کی کوئی حد و پایان نہیں قرآن مجید کی ہزاروں تفسیریں لکھی گئیں اور مسایل کی بال کی کھال کر کے دکھائی گئی تعجب ہے دیکھا جاتا ہے کہ شیعی مذہب نے ہندوستان میں آنے سے پہلے ایران میں جنم لے لیا تھا لیکن اُس زمانہ میں یہ مذہب اگرچہ سلطنت کا ہوگیا تھا پھر بھی اس نے اتنی کشادگی اختیار نہیں کی تھی اور یہ موشگافیاں جو ہندوستان میں آکے کی گئیں کبھی ایرانی علما کے خواب میں بھی نہیں آئی تھیں ۔

ایران حضرت فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا لیکن حضرت شہربانو جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے نکاح میں آئیں تو گویا اہل بیت کا حق ضرور قایم ہوگیا اس میں شک نہیں کہ حضرت شہربانو اپنے جہیز میں ایران نہیں لائی تھیں لیکن نکاح ہونے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کا ظاہر نہیں تو پوشیدہ ایران کی سلطنت پر حق ضرور قایم ہوگیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کبھی اُس حق کا دعوے نہیں کیا نہ آپ کو اُسکے دعوے کرنے کا کبھی خیال ہوا لیکن ہاں آپ کی اولاد نے ہمیشہ ایران پر اپنا حق سمجھا اور اس سمجھنے سے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اور مدت تک مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر خون میں نہاتا رہا۔ آخر اس حق کے دعوے نے اپنا رستہ خون اور آگ میں ہو کے کیا اور ایران میں شیعی مذہب کا ڈنکا بج گیا۔ اول ہی اول جب شیعی مذہب ایران تک پہنچا ہے سلطنت کا مذہب سُنّی تھا لیکن رفتہ رفتہ شیعی مذہب کو دربار میں بھی دخل ملگیا اور چند روز کے بعد حکمراں خاندان بھی شیعہ ہوگیا ۔

اس زمانے میں یا اس سے پہلے شیعی مذہب صرف دو باتوں میں محدود تھا ایک یزید کو بُرا کہنے اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اور خلفاء سے افضل ماننے پر سوا اس کے خلافت وغیر خلافت یا خلیفہ بلافصل ماننے کا کوئی جھگڑا نہ تھا۔ تیسری صدی کے اختتام تک کوئی کتاب شیعی فرقہ کی نہیں لکھی گئی چوتھی اور پانچویں صدی کے آغاز میں جو کتابیں شیعی فرقہ کی تصنیف ہوئیں اور جنہیں ابھی تک بعد از قرآن بلا مثل قرآن تسلیم کیا جاتا ہے اُن میں مخالفت صحابہ کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے بلکہ اکثر ایسی روایتیں ان مقدس کتابوں میں ضرور ملتی ہیں جن میں صحابہ کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ مقدس روایتیں حضرت باقر علیہ السلام کے نام مبارک سے نسبت دی جاتی ہیں اور نہایت سوچ سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ خاص آپ نے اپنی زبان مبارک سے یہ فرمایا ہے۔ ہم ان اقوال کو آئندہ بیان کریں گے +

دو صدی کامل تو کوئی جھگڑا سنی شیعوں میں نہیں ہوا لیکن جب ملکی جنگیں شروع ہو گئیں تو مذہب نے بھی رنگ بدلا اور اب اُس میں بھی تراش خراش پیدا ہونے لگی ایک نیا گروہ پیدا ہوا جس نے اہل بیت کی پہلی روایتوں کو غلط تو نہیں بتایا بلکہ یہ کہہ دیا کہ انہوں نے سلطنت کے خوف سے یہ تعریف کر دی تھی۔ اس عجیب دعوے کے بعد یہ ضرور ہوا کہ وہ ان روایات کی ضد جدید روایتیں پیدا کرتا کہ پہلی روایتیں غلط ثابت ہوں چنانچہ جدت پسند اور ذہین شیعی علماء نے ائمہ پاک کے نام سے دو دو روایتیں ایجاد کیں جن کے پڑھنے سے دماغ کی قوت خیالات کی جولانی اور مشرقی مبالغہ کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ اس رنگ کا پیدا ہو جانا بہت ہی خطرناک تھا یہ روز بروز ترقی کرتا گیا کیونکہ سلطنت کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تھے پھر جدید مذہب کی اشاعت میں کیوں نہیں ترقی ہوتی

اور جس رنگ سے اُسے رنگا گیا تھا وہ کیوں نہیں اپنی چمک دیتا۔

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں پیدا ہوئی کہ اُس میں بُرائیاں اور خوبیاں دونوں نہ ہوں حتّٰی کہ شراب جیسی نجس شے میں خود خداوند تعالیٰ نے کثیر نقصان کے مقابلہ میں اُسکے قلیل منافع بھی تسلیم کئے ہیں۔ اس سے زیادہ اس امر کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ دنیا کی بُری سے بُری چیز میں بھی ضرور کوئی خوبی ہے اور اس خوبی سے انکار کرنا خدائے قادر و مطلق کی قدرت کاملہ کا انکار کرنا ہے۔ یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے کہ دنیا بلکہ کائنات میں اشرف انسان کو مانا گیا ہے ہم سوال کرتے ہیں آیا بُرے سے بُرے انسان میں بھی کوئی خوبی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اس قدرتی اور بدیہی بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا پھر سخت تعجب کا مقام ہے کہ صحابہ ثلاثہ میں اتنی بُرائیاں پیدا کی گئی ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور اس بات کے ثبوت دینے میں کوشش کی گئی ہے کہ گویا بدترین خلائق یہ لوگ تھے اگر بُرائیوں کے ساتھ کچھ نیکیاں بھی بیان کر دی جاتیں تب بھی قابل تسلیم ہو سکتی تھیں مگر شیعی علما کو اس بات میں سخت ناکامی ہوئی کہ انہوں نے صرف بُرائیوں کے خواہ وہ فرضی ہوں یا اصلی دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے ہم ان دفاتر کو بھی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان دفتروں کی ترتیب میں بڑے بڑے علما کے گرانمایہ اوقات کا خون ہوا ہے اور بڑی بڑی قابلیتیں ضایع کی گئی ہیں کاش یہ موشگافیاں اور ضروری مسائل میں ہوتیں تو بہت کچھ فائدہ ہو سکتا تھا مگر وہ علما بھی معذور تھے۔ سلطنت کی کشیدگی نے یہ مخالفانہ روح پیدا کر دی تھی اور دو فریق ہونے سے ایک نیا اسلام پیدا ہو گیا تھا۔

شیعی مذہب کی تاریخ بھی ایک عجیب تاریخ ہے۔ بڑے بڑے اُتار چڑھاؤ ہو گئے۔ جدید جدید خیالات نے ہجوم کیا اور پھر وہ پراگندہ ہو ہو گئے۔ خونریزیاں ہوئیں۔ خاندان برباد ہو گئے

اور ہزاروں گھر بے چراغ ہو گئے لیکن بجائے فیصلہ کے پیچیدگی بڑھتی گئی اور آخیر ہوتے ہوتے بیسیوں گروہ شیعی مذہب میں سے پیدا ہو گئے اور انہوں نے اپنے جدید خیالات اور طباعی سے وہ باتیں پیدا کیں کہ اسلام کی اصلیت بالکل مٹ گئی حضرت علی بجائے خلیفہ بلا فصل ہونے کے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل قرار دیئے گئے اور یہی دعویٰ کیا گیا کہ حضرت علی کے پاس خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی تھی جبرائیل بھولے سے محمد رسول اللہ کے پاس لیگئے اور جبرائیل کی اس فروگذاشت سے فائدہ اٹھا کے آنحضرت نبی بن بیٹھے یہانتک بھی خیر تھی اگر خیالات کا سیلاب اسی حد تک رہتا تو بہت درست تھا غضب یہ ہوا کہ یہ سیلاب اور آگے بڑھا اور اس نے خدائی کو بھی آب برد کر دیا یعنی خدا کو لاشے محض حضرت علی کے مقابلہ میں مانا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ خدا حضرت علی کی صورت میں نازل ہوا تھا۔ دوسرا فریق پیدا ہوا اس نے کل پیغمبروں سے حضرت علی کے آگے سجدہ کرایا اور صاف کہدیا کہ جو پیغمبر حضرت علی پر سر تسلیم خم نہ کرے گا وہ قطعی جہنمی ہوگا۔ ایک تیسرے فریق نے حضرت علی کو خدائے کائنات کا بڑا بھائی بنایا۔ ایک اور فریق ہوا جس نے حضرت علی کی تصویر کے آگے سجدہ کیا ۔

ایک طرف تو یہ غضب برپا ہو رہا تھا اور دوسری جانب کھلے بندوں حضرت علی پر تبرے بازی ہو رہی تھی عام خطبوں میں وعظوں میں معمولی گفتگو میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گالیاں دی جاتی تھیں اور ان ہی گالیوں کو نجات اُخروی کا بڑا سبب گنا جاتا تھا یہانتک کہ مساجد میں یہ کہدیا گیا تھا جو حضرت علی پر تبرا نہ کہے وہ قتل کر ڈالا جائے ان افراط و تفریط نے اصلی اسلام کا لوگوں کے علم اور خیال سے نام و نشان مٹا دیا اور لاکھوں میں سے ایک مسلمان بھی ایسا نہ رہا تھا جو یہ جانتا ہو کہ حضرت رسالتمآب کون تھے

حضرت علی کیا تھے جبرائیل اور خدا کیا چیز ہے +

ان برباد کن خیالات کا سیلاب شام۔ عرب۔ مصر۔ ایران اور ہندوستان کو ہڑپ کر گیا اور ہوتے ہوتے یہانتک نوبت ہو گئی کہ صحابہ کے برا کہنے کو اسلام کہنے لگے بنی فاطمہ کے ایک بادشاہ نے صدہا من کشمش صرف اس لئے دریا میں ڈلوا دی تھی کہ اسے کہیں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت بھاتی تھی حضرت علی اور حضرت عائشہ کی لڑائیوں نے ایک نیا مذہب بعد میں آنیوالی نسلوں کا بنا دیا۔ غلطی صرف یہ ہوئی کہ ملکی معاملات کو مذہبی رنگ پہنا دیا گیا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف ایسے ہی طوفان بے تمیزی اٹھے اور جدت پسند ایرانیوں نے ان ملکی لڑائیوں سے نئی نئی باتیں پیدا کیں پھر اور غضب ہوا کہ ایک بے درد کے ہاتھ سے کوفہ کی مسجد میں حضرت علی شہید کر ڈالے گئے سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔ حضرت علی کی شہادت کا زمانہ سخت پر طوفان تھا ایک زبردست گروہ جسکا نام بعد ازاں خارجی ہوا بڑی قوت پکڑ گیا تھا آپکے معتقدوں کی تعداد بہت کم تھی۔ خوف اسقدر تھا کہ آپکے جنازہ کو چھپکے ایک پوشیدہ مقام پر اس خوف سے دفن کیا گیا مبادا خارجیوں کو معلوم ہو جائے اور وہ جنازہ کو قبر میں سے اکھیڑ کے لیجائیں یہی وجہ ہے کہ آج تک حضرت علی کرم اللہ وجہ کے مزار مقدس کا پتہ نہ لگا۔ آپکے معتقدین نے کئی صدی کے بعد یہ مشہور کر دیا کہ جب کجاوے پر آپکے تابوت کو رکھ کے اونٹ کو چھوڑا ہے اور وہ دو بلند پہاڑوں کے بیچ میں سے گذرا تو پہاڑوں کی چوٹیوں نے اس تابوت کو الگ اٹھا لیا۔ چند روز تک وہ تابوت لوگوں کو دکھائی دیتا تھا لیکن جب بد اعمالی زیادہ بڑھی تو وہ تابوت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ آپکے بعد پھر حضرت امام حسن علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت اور اسکے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی دردناک

شہادت نے اسلامی گروہوں میں قیامت تک عداوت کا بیج بو دیا۔ ان شہادتوں کی بنا اگرچہ صریح طور پر ملکی معاملات تھے لیکن انہوں نے خود بخود مذہبی جامہ پہن لیا اور ان شہادتوں کی نسبت وہ وہ مبالغہ آمیز روایتیں تراشی گئیں جنہوں نے اسلامی دنیا میں ہمیشہ کے لئے ہلچل ڈال دی۔

حضرت ابوبکر کی خلافت ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ نفس خلافت کی بحث کو حضرت ابوبکر سے شروع کریں کیونکہ سب سے پہلے ہمیں آپ ہی کے متعلق لکھنا ہے اور آپ ہی خلیفہ اول تھے۔ اس بحث میں جو ہم آیندہ کرینگے اسبات کا فیصلہ ہو جائیگا کہ آپ کی خلافت حق تھی یا ناحق پر اور آپ کو استحقاق خلافت کیوں کر پہنچتا تھا اور کیا وجہ تھی کہ حضرت علی خلیفہ نہیں ہوئے۔ یہ بحث مذہبی پیرایہ میں نہیں ہوگی بلکہ مورخانہ طور پر اس قدیم اور متنازعہ فیہ مسئلہ میں بحث کی جائے گی اور شیعہ سُنّی دونوں گروہوں کی روایتوں پر غور کیا جائیگا اور ایک ایک روایت کی پوری جانچ پڑتال کی جائے گی کہ آیا شیعہ حضرت ابوبکر کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں اور آیا وہ اپنے خیال میں مستحکم بھی ہیں یا نہیں پھر سُنّی حدیثوں کو پرکھا جائے گا اور ہر حدیث کو عقل سے جانچا جائے گا کہ کہانتک صحیح ہے۔

اختلاف روایات شیعی روایتیں خواہ وہ اصلی ہوں یا فرضی حضرت ابوبکر کے بارے میں سخت مختلف ہیں۔ دونوں ہی طرح کی روایتیں پائی جاتی ہیں یعنی وہ بھی روایتیں موجود ہیں جن میں خوب تعریف کی گئی ہے اور وہ بھی روایتیں موجود ہیں جن میں گالیاں دینے میں قوت متخیلہ کی پوری بانگی دکھادی گئی ہے عقل باور نہیں کرتی کہ ان اختلافی روایتوں کو مانا جائے اور انہیں بغیر سخت جانچ کے تسلیم کر لیا جائے ہمیں ان روایتوں کے جانچنے کے لئے دو معیاروں کی ضرورت ہوگی ایک معیار تو وہ ہوگا جس کو خود شیعہ پیش کرتے ہیں دوسرا

معیار وہ ہوگا جو ہم خود قرار دیں گے شیعوں کے پاس سوائے اسماء الرجال کے اور کوئی دوسرا معیار نہیں ہے جس میں راویوں کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی بحث ہے اس میں بھی بہت اختلاف ہے ایک راوی جو دو راویوں کے آگے انتہا درجہ متقی اور صادق قرار دیا گیا ہے دوسرے دو راویوں کے آگے فاسق اور کاذب ہے سمجھ میں نہیں آتا کس کو جھوٹا اور کس کو سچا تسلیم کیا جائے۔ عام طور پر کل راویوں کی بھی نوبت ہے اگر یہ بھی ہوتا اور راویوں کی جانچ میں جو انہوں نے آپس میں کی ہے اختلاف نہ ہوتا تو بھی اسماء الرجال سے ہم روایت کی صحت اور غیر صحت نہیں جانچ سکتے تھے۔ اکثر بلکہ کل روایتیں بالمعنے بیان کی گئی ہیں اور ان کا ظہور سلام کی چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ہوا کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے کہ تین برس کے بعد ایک کتاب ترتیب دی جائے اور اس شخص کے مقولے درج کئے جائیں جسے گزرے ہوئے تین سو یا دو سو برس ہوئے ہوں اور اس زمانہ سے اب تک صدہا انقلابات بھی ہو گئے سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج گئی یہاں تک کہ گزشتہ ہوئے شاہوں کی لاشیں قبروں میں سے اکھیڑ کے پھینک دی گئیں اس انقلاب عظیم میں جو خاص مسلمانوں میں ہوا آیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تیسری صدی ہجری کے احادیث جمع کرنے والوں کو سچی حدیثیں پہنچ سکتی ہوں اور انہوں نے ائمہ پاک کے اقوال فراہم کر لئے ہوں۔ روایتوں کے بڑے حصہ کی بنا اختلاف مذہب اور سلطنتوں کا تغیر و تبدیل ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسی مضحکہ خیز روایتیں ان کتابوں میں دخل پا جائیں جن کی وقعت مجذوب کی بڑ اور ایک مجنوں کی بکواس سے ہرگز زیادہ نہیں ہو سکتی اور جنہیں دیکھ کے ایک کم عقل بچہ بھی لغو اور خلاف قیاس کہہ سکتا ہے۔

جو روایتیں حضرت ابوبکر صدیق کی امامت اور خلافت کی نسبت شیعوں کی مستند کتابوں سے ملی ہیں ان کا خلاصہ درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کتاب کو حق ناحق میں

استہزاز کرنے کا موقع ملے۔ اور اسے معلوم ہو جائے کہ روایتوں کا طوفان بے تمیزی خاص اس معاملہ میں کس قدر امڈ رہا ہے اور ایک معمولی معاملہ کو کتنا طول دیا گیا ہے ان روایتوں میں جہاں پوری جدت دکھائی گئی ہے وہاں مشرقی مبالغہ کو بہت آب و تاب کے ساتھ حد تک پہنچا دیا ہے اور کوئی شخص نہیں خیال کر سکتا کہ اس سے زیادہ مبالغہ دنیا میں اور ممکن ہے۔

آنحضرت کا حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز پڑھنا

شیعی روایتوں سے اسبات کا پتہ ضرور لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو نماز پڑھانے کی اجازت دیدی تھی اور وفات سے ایک دو دن پہلے ایسا اتفاق ہوا کہ خود صدیق اکبر کے پیچھے رسالتمآب نے نماز پڑھی چنانچہ علی الصباح دوشنبہ کے روز آپ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا گیا۔ آپ میں مرض کی وجہ سے باہر آنے کی طاقت نہ ہوئی۔ حضرت صدیق کی قرأت میں طول ہو گیا تھا چند لمحہ کے بعد آپ نے مسجد میں آنے کا ارادہ فرمایا اور فضل بن عباس اور ایک غلام کے کندھوں کا سہارا لگا کے آپ حجرہ کے باہر مسجد میں تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر نے یہ دیکھا کہ حضور انور تشریف لے آئے ہیں آپ مصلے سے سرکنا چاہتے تھے کہ آنحضرت نے دست مبارک سے حضرت صدیق کا دامن پکڑ کے وہیں کھڑا کر دیا اور آپ معہ اپنے رفیق کے صف میں داخل ہو گئے چونکہ ضعف حد سے زیادہ تھا آپ سے کھڑا نہ ہوا گیا اس لیے آپ نے بیٹھ کے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کچھ دیر آپ مسجد میں قیام پذیر رہے صحابہ کو بعض مہمات کا حکم دیا اور پھر حجرہ میں اسی طرح سہارے سے واپس تشریف لے آئے۔ اس روایت پر شیعی علما نے پھر رائے دی ہے کہ ضعف کی وجہ سے ایسا ہوا دوسرے حضرت رسالتمآب نے خوف سے ہوں نہ کی مبادا فساد ہو جائے۔

ایک اور عجیب روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی شیعوں کی معتبر کتابوں میں جگہ بجگہ لکھا ہی ہے اور وہ یہہ ہے کہ حضرت صدیقہ نے محض دھوکے کے طور پر اپنے باپ کی امامت کی مخالفت کی تھی آپ نے بضد ہوکے آنحضرت سے کہا کہ میرے باپ کو ہرگز امام نہ بنانا کیونکہ لوگ اس سے حسد کریں گے اور اُس کے دشمن ہو جائیں گے آپ نے فرمایا کہ تو مثل زلیخا کے ہے کہ مجھے ناحق امامت کے معاملہ میں پریشان کرتی ہے۔

حضرت علی کی امامت سے حضرت رسالتمآب کا انکار کرنا

مناقب مرتضوی جیسی ایک معتبر اور مستند کتاب میں یہہ لکھا ہوا ہے کہ ایک روز خداوند تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضرت رسالتمآب کے پاس بھیجا کہ امامت حضرت علی کو دیدو اور اس کی ایک دستاویز لکھ دو حضور انور نے کہا خدا سے کہدینا میں ابھی ایسا نہیں کرسکتا اگر میں ایسا کردوں تو لوگ مجھپر تہمت لگاویں کہ اس نے اپنے عزیز اور قریب کو امامت دیدی باہم سخت مخالفت ہو جائے گی اور قریش اپنے بغض و حسد کو ظاہر کرنے لگیں گے ہاں میں وعدہ کرتا ہوں جب میں پہنچوں گا تو اسکا سرانجام کردونگا اس سفر میں مجھسے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہہ سنکے حضرت جبرئیل ازردہ ہوئے اور حضرت رسالتمآب کا سارا عذر بیان کردیا سنتے ہی خداوند تعالی کو غصہ آیا اور سخت عتاب نازل ہوا اور دوبارہ حضرت سے کہلا کے بھیجا کہ کیا تو علی کو خلیفہ کر ورنہ تیرا نام بھی پیغمبروں کی فہرست میں سے کاٹ دیتا ہوں

حضرت صدیق کی خلافت

ابتدا سے شیعی علما کی یہہ رائے ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت میں اجماع نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ سنیوں کی معتبر کتب صحیحین کو پیش کرتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ حضرت علی نے ہرگز بیعت نہیں کی ہاں چھ مہینے کے بعد جب بی بی فاطمہ خاتون محشر کی وفات ہو گئی اور آپ کا پشت پناہ کوئی نہ رہا تو ناچار آپ نے بیعت کرلی سوا اسکے خبر احاد کے اور کوئی صورت اسکے ثبوت کی نہیں ہے کہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی عام طور پر یہہ بات مشہور ہے

کہ بیعت بعد میں ہوئی لیکن یہ بات بالکل غلط ہے جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے جہانتک اختلافی روایات کو دیکھا جاتا ہے یہ پتہ تو ضرور چلتا ہے کہ حضرت رسالتمآب کا دلی منشا حضرت صدیق کو خلیفہ بنانے کا تھا اگرچہ آپ نے خاص مصلحت سے اس کا اظہار نہیں کیا چنانچہ فاضل باقر مجلسی بحار میں اس بات کو قبول کرتا ہے جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے عبداللہ بن زمعہ کا بیان ہے کہ میں شدت مرض کی حالت میں حضرت رسالتمآب کی خدمت میں حاضر تھا بلال نے عرض کیا حضور مسجد میں لوگ منتظر ہیں آپ نے ارشاد کیا کسی سے کہو کہ نماز پڑھا دے میں باہر نکلا تو پہلے مجھے عمر ہی مل گئے میں نے کہا اے عمر تم نماز پڑھا دو یہ سنتے ہی وہ کھڑے ہو گئے جب انہوں نے تکبیر کہنی شروع کی چونکہ آواز بلند تھی رسول خدا نے سن لی آپ نے ارشاد کیا کہ خدا و مسلمان جب تک ابوبکر زندہ ہے کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے رضامند نہیں ہیں فوراً ایک شخص کو بھیجا کہ ابوبکر صدیق کو بلا لا اس کے بعد یہ حکم ہو گیا کہ مرض کی حالت تک ابوبکر ہی نماز پڑھاتے رہے یہانتک کہ حضور انور کی وفات ہو گئی۔ باقر مجلسی نے تو بحار میں اس روایت کو نقل کیا ہے مگر اس کے علاوہ اور شیعی علماء نے بھی اس روایت کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ مگر فاضل مجلسی نے اپنی دوسری کتاب حیات القلوب میں اس روایت کو دوسری طرح بیان کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

ط روى الزهري عن عبد الملك بن ابي بكر بن عبد الرحمن عن ابيه عن عبد الله بن زمعة بن الاسود قال كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عليل فدعاه بلال الى الصلوة فقال لنا مروا من يصلي بالناس قال فخرجت فاذا عمر في الناس وكان ابوبكر غائبا فقلت قم يا عمر فصل الناس فتقدم فلما كبر سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته وكان مجهرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاين ابوبكر يابى الله ذلك والمسلمون فبعث الى ابي بكر فجاء بعد ان صلى عمر تلك الصلوة فصلى للناس طول علته حتى مات

خیالات میں ملکی معاملات کی وجہ سے کچھ تبدیلی آگئی تھی یا وہ بیچارہ بھول گیا تھا کہ پہلے میں کیا لکھ آیا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں۔ چنانچہ حیات القلوب میں اس روایت کو یوں بیان کرتا ہے "بیماری کے دنوں میں حضور انور دو ایک روز ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس رہے تھے۔ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اور ازواج کو گانٹھا اور حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کچھ عرض کر کے حضور انور کو اپنے گھر لیگئی جب حضرت رسالت مآب عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں گئے تو مرض کی اور زیادہ شدت ہوگئی۔ بلال صبح کی نماز کے لئے آئے اسوقت حضرت رسالت مآب عالم قدس میں مشغول تھے جب بلال نے اذان دی حضرت رسالت مآب بیدار نہیں ہوئے۔ اتنے میں عائشہ نے کہا ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھا دے اور ایسا ہی حفصہ نے کہا نہیں عمر سے کہو کہ نماز پڑھا دے آنحضرت نے جب یہ آوازیں سنیں اور انکی غرض فاسد کو دیکھا ارشاد کیا کہ ایسی باتیں مت کرو تم مثل ان عورتوں کے ہو جو یوسف کو چاہتی تھیں اور جب حضرت نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر اسامہ کے لشکر کے ساتھ چلے جائیں تو وہ نہ گئے اور عائشہ اور حفصہ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ فتنہ کرنے کیلئے مدینہ میں واپس چلے آئے ہیں سنکے یہ آپ بہت غمگین ہوئے اسی شدت مرض میں اٹھے مبادا ابوبکر و عمر نماز پڑھا دیں اور لوگوں کو شبہ ہونے لگے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب اور فضل بن عباس کے کندھوں پر ہاتھ رکھکے باہر مسجد میں تشریف لائے ضعف اسقدر تھا کہ آپ اپنے پیر گھسیٹ کے چلتے تھے جب آپ محراب کے پاس پہنچے تو دیکھا ابوبکر امام بنے ہوئے ہیں دست مبارک سے اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جا جب وہ پیچھے ہٹے تو آپ جا کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے بیٹھ کے ہی نماز پڑھائی۔ اور نماز اول ہی سے پڑھائی اس نماز کا اعتبار نکیا جو ابوبکر پڑھا چکے تھے نماز پڑھنے کے بعد پھر آپ اپنے حجرہ میں چلے آئے پھر ابوبکر و عمر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو بلایا اور ارشاد کیا میں نے اسامہ کے لشکر کے ساتھ جانے کا حکم نہیں دیا تھا

ابوبکر وعمر نے عرض کیا درست ہے حکم دیا تھا حضور نے ارشاد کیا پھر میرے حکم کی تم نے
کیوں نہیں اطاعت کی ابوبکر نے جواب دیا کہ میں باہر جا کے واپس چلا آیا تا کہ دوبارہ آپ سے عہد کو تازہ
کروں عمر نے کہا میں باہر جا کے اس لئے واپس چلا آیا یا رسول اللہ تیری خبر دوسرے سے
نہ سنوں بلکہ خود تجھے تیری مزاج پرسی کروں۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ لشکر اسامہ کو روانگی
کا حکم دیا جائے اور تم دونوں بھی لشکر اسامہ کے ساتھ جاؤ خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ
سے روگردانی کرے تین بار اس جملہ کو فرمایا اور پھر حضور انور بیہوش ہو گئے کیونکہ آپ کو اول
تو ابوبکر وعمر کی کارروائی سے غصہ زیادہ آیا تھا دوسری مسجد میں جانے کی تکان ہو گئی تھی
آپ کو منافقوں کے ناپسندیدہ اطوار سے بہت ہی رنج ہوا تھا آپ ان کے فاسد فتنوں سے
خوب واقف تھے مسلمان رونے لگے اور حضرت رسالت مآب کی بیویاں اور بچے بھی پکار پکار کے
رونے شور ماتم برپا ہوا۔ اس شور وغوغا سے حضور انور نے چشم مبارک کھولی اور ان کی طرف
نظر کر کے فرمایا کہ دوات اور بکری کا چمڑا لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک نامہ لکھ جاؤں تا کہ
میرے بعد تم گمراہ نہ ہو جاؤ ایک صحابی اٹھے کہ دوات اور قلم اور گوسپند کا چمڑا لائیں عمر نے
کہا کہاں جاتے ہو یہ شخص ہذیان بک رہا ہے اس پر بیماری کا پورا غلبہ ہو گیا ہے ہمارے لئے
کتاب اللہ بس ہے۔ جو لوگ اس وقت موجود تھے ان میں اختلاف ہے کوئی تو کہتا ہے کہ یہ
قول ہمارے لئے کتاب اللہ بس ہے عمر کا ہے اور کوئی کہتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہے۔ اور ان کا مقصود یہ ہے کہ ایسی صورت میں کس کی مجال تھی جو رسول خدا سے مخالفت
کرتا۔ پھر دوسری دفعہ رسول کریم سے دریافت کیا آیا جو کچھ حضور نے طلب کیا تھا ہم
لائیں حضور نے ارشاد کیا کہ جو باتیں میں نے تمہاری زبان سے سنی تھیں ان سے
اب مجھے دوات و قلم منگانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ

وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے اہلبیت سے نیک سلوک کرنا پھر آپ نے مُنہ پھیر لیا اور وہ سب اُٹھ کے چلے گئے بے نظیر کتاب بہار کی دوسری روایت یہ ہے "جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا کہ ابو بکر نماز پڑھا رہے ہیں تو آپ اسی شدت مرض میں تشریف لائے ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کے الگ ہٹا دیا جب آپ نماز پڑھ چکے تو ابو بکر و عمر دونوں بھاگ گئے اور مثل جنین کے رحم کے پردہ میں پوشیدہ ہو گئے۔

ایک اور عجیب و غریب روایت حضرت امام باقر و صادق علیہ السلام کے نام سے حیات القلوب میں درج کی گئی ہے جو بہت ہی دلچسپ ہے اور جسکی اصلیت ایک بچہ بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے وہ روایت یہ ہے "حضرت علی کسی ضرورت کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے آنحضرت کے پاس چلے گئے حضرت نے ارشاد کیا کہ میرے دوست بھائی کو بلاؤ عائشہ اور حفصہ نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا حضرت نے ان دونوں کی صورت دیکھ کے اپنے اوپر چادر اوڑھ لی اور مُنہ پھیر لیا جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے مُنہ کھول دیا اور ارشاد کیا کہ میرے خلیل میرے حبیب اور میرے بھائی کو بلاؤ دونوں بیویوں نے پھر دونوں کو بلا لیا آنحضرت انہیں دیکھ کے بہت خفا ہوئے۔ بیویوں نے پوچھا کیا آپ علی کو بلاتے ہیں چنانچہ فاطمہ زہرا نے علی امیر المومنین کو طلب کیا حضرت رسالت مآب بہت دیر تک حضرت علی کے ساتھ سرگوشی کرتے رہے اور ابو بکر و عمر باہر کھڑے رہے جب حضرت علی باہر نکلے تو دونوں نے پوچھا تجھسے حضور انور کیا کہتے تھے علی نے جواب دیا کہ مجھے ہزار باب علم تعلیم کئے اور وہ ایسے باب ہیں کہ ہر باب سے ہزار باب مفتوح ہو جاتے ہیں۔"

ہمیں اس روایت پر مذہبی طور پر نکتہ چینی کا حق حاصل نہیں ہے اس لئے ہم کوئی مذہبی کتاب نہیں لکھ رہے ہیں بلکہ ایک تاریخ لکھ رہے ہیں مگر ہم اتنا کہتے ہیں کہ معمولی عقل والا بھی اس روایت کو یا اس جیسی اور روایتوں کو تسلیم نہیں کر سکتا حضرت فاطمہ زہرا کا وہاں

ہونا اور حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ کا بار بار اپنے اپنے باپ کو بلانا اور آنحضرت کا بار بار
منہ ڈھانک لینا اور پھر اتنی پریشانی کے بعد بھی نہ خود حضرت علی کا نام لینا اور نہ فاطمہ
زہرا کا یہ سمجھنا کہ یہ میرے خاوند علی کو بلاتے ہیں ایک ایسی مضحکہ خیز بات ہے جو قیامت تک
کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور پھر ہزار باب علم کے تعلیم کر دینا اور ہر باب سے ہزار باب کا
مفتوح ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو قصے کہانیوں میں زیادہ مناسب ہیں کسی مشترک مذہبی
کتاب میں ایسی بھچوری روایتوں کا ہونا سخت معیوب ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ ان بیہودہ
روایتوں کا راوی حضرت اُمّ المومنین اُم سلمہ حضرت امیر المومنین عبداللہ بن عمر و امام
محمد باقر و صادق رضی اللہ عنہم اجمعین کو بنایا گیا ہے۔ یہ ساری مہربانی حضرت بابویہ قمی
شیخ المشائخ کی ہے کہ آپ کے صدقہ میں ہمیں ایسی ایسی عجیب روایتیں ملی ہیں جن کا خیال بھی
کسی مشرقی فسانہ نویس کے دماغ میں نہ گزرے گا۔

حضرت عمر کی نقب زنی | اکثر شیعی معتبر کتابوں میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ عمر سے آنحضرت سخت ناراض ہو گئے
تھے اور حکم دیدیا تھا کہ عمر مسجد میں نہ آئے ایک دن عمر نے مسجد میں نقب لگائی اور اندر آکے مسجد میں نماز
پڑھ لی۔ بڑے بڑے محدثین نے اس روایت کی تصدیق کی ہے اور اسے بہت صحیح جانا ہے تعجب
ہوتا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ کے زمانہ میں ایک بھی مسلمان نہ تھا کہ آپ یہ صریح مخالفت دیکھتے
تھے اور اف تک نہ کرتے تھے۔ کیا تماشہ کی بات ہے نقب زنی اور مسجد نبوی میں۔

حضرت علی کا معراج میں شیر کا ہونا | حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا استحقاق خلافت صدہا قسم سے ثابت
کیا جاتا ہے اور وہ ثابت کرنا بھی اس عجیب پیرایہ میں ہوتا ہے کہ لذیذ مشرقی قصہ کا مزا آجاتا ہے
چنانچہ ایک روایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خود حضرت رسالت مآب نے فضیلت کی بھی ہے۔ اگر حضرت

ملہ بحار جلد [illegible]

علی یا جناب مرتضوی معراج مین حضرت رسالت مآب کے شریک نہ ہوتے تو سید الکونین کی ذرا بھی قدر نہ ٹرہتی۔ تو بھی حضرت علی ہی کو آنحضرت پر فضیلت رہی کیونکہ حضرت رسالتمآب منازل کو طے کرتے ہوئے آسمانون کو چھانتے ہوئے اور برجون کو طے کرتے ہوئے وہان پہنچے تھے اور حضرت علی بغیر زحمت سفر پہلے ہی سے پہنچ گئے چنانچہ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد کرتے ہین فرشتون کے جس گروہ کے پاس سے میرا گزر ہوا مین نے ہر فرشتہ کو علی علی پکارتے سُنا جب مین عرش کے قریب پہنچا تو مین نے علی کو عرش کے نیچے کھڑے ہوئے دیکھا مین نے کہا یہان بھی تم مجھسے سبقت لے گئے جبرائیل نے کہا یہ فرشتہ ہے جسے علی کی صورت پر بنایا گیا ہے اس لئے کہ علی کی صورت دیکھنے کو فرشتے تڑپتے ہین جب انہین زیادہ اضطراب ہوتا ہے تو اس فرشتہ کو دیکھ لیتے ہین اور انہین تسکین ہوجاتی ہے۔

حضرت علی کی خلافت پر خدا کی دہکی　ایک مستند شیعی کتاب[۵۱] مین یہ روایت درج ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت امیر کی امامت کیلئے یہ آیت نازل کی تھی جس کا ایک حصہ تو رہگیا اور ایک حصہ یار لوگون نے قرآن مجید سے اُڑا دیا۔ وہ آیۃ یہ ہے کہ اے پیغمبر اپنی اُمت پر علی کی امامت کو پہنچا دے ورنہ تجھے دردناک عذاب مین مبتلا کرون گا یہ صریح گستاخیان ہین جو حضرت رسالت مآب کے ساتھ کی گئی ہین اس قسم کی دہشت اور اس قسم کا عذاب اُن لوگون کو دیا جاتا ہے جو بار بار سمجھانے کے بعد بھی نہ مانین اور مطلق نہ سنین تو پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب دون گا اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے اس روایت کو صحیح تسلیم کرلین تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کئی بار جناب رسول خدا کو جناب احدیت سے ارشاد ہو چکا تھا اور آپ اُسکی تعمیل نہ کرتے تھے چنانچہ اُسکے بعد ایسا تاکیدی حکم آیا اُسپر بھی حضرت علی کو خلیفہ نہین

[۵۱] حیات القلوب ج ۲ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علی وان لم تفعل عذبتک عذابا الیما"

بتایا گیا معلوم ہوا کہ رسول خدا کا دلی منشا یہ تھا کہ علی خلیفہ نہ بنین۔

تفسیر اہل بیت۔ مجمع البیان۔ تفسیر صافی۔ علوی۔ صابری۔ عالی۔ کاشانی۔ جرجانی و رازی مین اسی قسم کی صدہا معتبر روائتین بھری ہوئی ہین جنکا سر نہ پیر معقول روایت کو نظرین ڈھونڈتی ہین اور سچا واقعہ نہین ملتا۔ ہزارہا حدیثین ہین جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے مین لکھی گئی ہین اور وہ کل حدیثین ایک سے ایک زیادہ بڑھی چڑھی ہین ہم مناسب نہین سمجھتے کہ ایک ہی قسم کی حدیثین نقل کردین اس مین ناظر کو کچھ مذاق نہین پیدا ہوگا بلکہ ہم چاہتے ہین کہ مختلف روائتین مذکورہ بالا کتب سے انتخاب کرکے لکھی جائین تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ایک بدنصیب مورخ ان روایتون سے اپنے لیئے سوا اسکے اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے سب اول سے اخیر تک غلط اور ہرگز یقین نہین آتا کہ ایک عقل ایسی روائتین سننا گوارا بھی کرے بہرحال جہل سے علم بہتر ہے۔

آنحضرت کی وفات اور ثقیفہ کا جھگڑا

ٹھیک وقت چاشت پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی جسوقت حضور انور کی وفات کی خبر سنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کردیا کہ نبی بھی کہین وفات پایا کرتا ہے۔ آپ اسقدر غصہ مین آگئے اور کہا جسکی زبان سے یہ نکلا کہ حضرت رسالتمآب فوت ہوگئے تو مین گردن اڑا دونگا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو دیکھکے یہ آیت پڑھی تھی "وما محمد الخ" یہ آیت سنتے ہی حضرت فاروق ٹھنڈے پڑ گئے۔ پھر اصحاب خانہ اقدس مین آئے اور چارون طرف نالہ بکا کی صدائین بلند ہوئین پھر سب ملکے مسجد مین جمع ہوئے اتنے مین ایک شخص مسجد مین آیا اور کہا آپ کیا بیٹھے ہوئے ہین کچھ خبر بھی ہے انصار سقیفہ مین جمع ہین اور سعد بن عبادہ سے بیعت کرنے کو ہین حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر کیساتھ اس ہنگامہ کے فرو کرنے کیلیئے

سقیفہ کی طرف چلے رستہ مین ابو عبیدہ جراح ملے جو انصار کے ہنگامہ کی خبر دینے کیلیے
مسجد نبوی مین آرہے تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے اخیر تینون ملکے مجلس انصار مین پہنچے اور
جو کچھ سنا تہا وہی نقشہ دیکھا اور اُن سے گفتگو شروع ہوئی حضرت عمر نے انصار کو قایل کر دیا۔
انصار سخت نادم ہوئے حضرت عمر نے حضرت ابو بکر صدیق سے بیعت کی پھر انصار نے بھی افضل
الصدیقین سے بیعت کی لوگون کا اجتماع بہت بڑھ گیا تہا اور ڈر ہو گیا تھا کہ کہین سعد بن
عبادہ مار نہ ڈالا جائے حضرت ابو بکر صدیق کا بیان ہو کہ مین نے یہ کام اسلیے کیا تہا
کہ مسلمانون مین تلوار نہ چل جاے اور ہنگامہ محشر نہ گرم ہو۔ اس ہنگامہ کے فرو ہونے
کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر در مبارک پر آبیٹھے لوگون نے چاہا کہ ہم بھی حضور انور

غسل | کو غسل دینے کا فخر حاصل کرین اور اکثر اصحاب نے اِسپر زور دیا اور کشش زیادہ
ہونے لگی تو حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا مین نے سنا ہو ہمارے ہادی برحق نے وصیت
کردی ہو کہ مجھے اہل بیت غسل دین۔ آپکے اِس ارشاد سے انصار ٹھنڈے پڑے اور وہ
کشش دور ہوئی۔ تھوڑی دیر مین ایک انصار نے نہایت منت سے عرض کیا ابو بکر آپ مجھے
تو غسل مین شریک ہونے کی ضرورہی اجازت دین آپنے اسے اجازت دیدی وہ اندر جاکے
غسل مین شریک ہو گیا اسلیے کہ اس شخص کو کل گروہ انصار نے اپنی طرف سے انتخاب کیا تہا
شقران اور اُسامہ پانی دے رہے تھے اور فضل و قثم پہلو بہ پہلو پھیرتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نہلا رہے تھے اور حضرت عباس اور اوس مذکور انصاری الگ کھڑے ہوئے زار
زار رو رہے تھے۔

تدفین | جب نہلا چکے تو دفن مین اختلاف اصحاب ہوا کوئی کچھ راے دیتا تھا اور کوئی کچھ اخیر
اِس کا فیصلہ بھی حضرت ابو بکر صدیق نے کیا اور یہ حدیث بیان کی۔ الانبیاء یدفنون حیث یموتون

یہ سنکے سب خاموش ہوگئے اور وہین یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین قبر کھودی جب قبر تیار ہوچکی تو جنازہ کو لب گور رکھا۔ لوگ آتے جاتے تھے اور بغیر امام کے نماز پڑھتے جاتے تھے جب مہاجر و انصار فارغ ہوئے تو عورتون اور بچون کی باری آئی اور جب سب نماز سے فارغ ہوچکے تو چہارشنبہ (بودھ) کے روز آدھی رات کو دفن کیا بعض ایسا بھی آیا ہے بیان کیا گیا ہو حضرت علی و فضل و قثم و شقران نے قبر مین اتارا۔

اختلاف روایت | کتاب درج الدرر مین یہ روایت اختلاف کیساتھ بیان ہوئی ہو۔ اس مین لکھا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق اپنے مکان مین تھے جو محلہ سنح مین واقع ہو تاکہ اپنے اہل و عیال کی خبرگیری کرین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شخص کو آپکی خدمت مین بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو بہت جلد آؤ معاملہ خطرناک ہوتا جاتا ہو یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر سوار ہوکے بہت جلد مسجد نبوی مین آئے آپنے دیکھا کہ ہر گروہ آپس مین سرگوشی کررہا ہو اور ہر ایک کا رنگ اڑا ہوا دکھائی دیتا ہو۔ آپ پھر حضرت بی بی عائشہ کے حجرہ مین آئے اور کہا کہان ہین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اہل بیت نے ارشاد کیا آپ اسجگہ استراحت فرما رہے ہین آپ نے رخ انور پر سے چادر کا کونہ سرکایا اور نورانی پیشانی اور کلائی کو بوسہ دیا اور آیۂ کریمہ انک میت و انہم میتون پڑھی اور کہا یا رسول اللہ جو خوشبو تجھمین زندگی مین تھی وہی بعد وفات بھی موجود ہے۔

بفدای تن و اندام چو گلبرگ تو باد ہر کجا در ہمہ آفاق گل اندامی ہست
مستفیض ان کہ بجز در تن نیکت نوشت ہیچ اگر در دو جہان یکسر مو کامی ہست

پھر حضرت ابوبکر صدیق مسجد مین آئے کسی گروہ کیطرف توجہ نہ کی اور سیدھے ممبر پر جاکے کھڑے ہوگئے ممبر پر کھڑے ہوتے ہی کل صحابہ یکبارگی آپ کیطرف متوجہ ہوئے اب لوگونکو یہ انتظار ہوا کہ دیکھئے ابوبکر صدیق کیا کہتے ہین۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص

حضور انور کا سچا فدائی ہو اُسے یقین کرنا چاہیئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی جو شخص پروردگار عالم کی پرستش کرتا ہو وہ یہ بھی یقین کرے کہ حضور انور زندہ ہین پھر آپنے یہ آیت پڑھی "ما محمد الا رسول الخ" حضرت عمر نے کہا گویا مین نے ابتک اِس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ سبکو یقین ہو گیا کہ حضور انور کا وصل باریتعالیٰ سے ہو گیا اور سبنے یہ پڑھنا شروع کیا انا للہ وانا الیہ راجعون سبنے یک زبان ہوکے کہا کہ ہم جنازہ کی نماز پڑہنا چاہتے ہین آپنے سبکے ساتھ نماز پڑہی غسل کی بابت آپنے تعلیم دی اور دفن کی جگہ بتائی اور پھر اکابر صحابہ کے ساتھ سقیفہ بنی ساعدہ مین گئے تاکہ پیشوائے اُمت اور خلافت کا فیصلہ کرین چنانچہ آپکے جانے پر سبنے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔

ملا باقر مجلسی بحار مین اِس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین

شیخ الطائفہ[1] نے تلخیص شافی مین اُسکی اسناد سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر اکرم کی وفات ہوتے ہی انصار سقیفہ مین جمع ہوئے اور چاہا کہ سعد کو خلیفہ بنائین سعد ایسا مریض تھا کہ اُس مین اتنی طاقت نہ تھی کہ اتنی آواز سے تقریر کرسکتا کہ سامعین سن سکتے۔ اِسلیئے اُس کا بیٹا یا بنی اعمام کے بعض اشخاص اُسکی تقریر کا بلند آواز سے لوگون کے آگے اعادہ کر دیتے تھے اُس تقریر کا مضمون یہ تھا اے گروہ انصار جتنی تمہین فضیلت حاصل ہے کسی قبیلہ کے آگے ایک شخص کو بھی یہ فضیلت حاصل نہین ہے خدا و رسول پر ایمان لائے اور راہ خدا

[1] روی الشیخ فی تلخیص الشافی عن هشام بن محمد عن ابی مخنف عن عبد الله بن عبد الرحمن الی عمرۃ الانصاری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما قبض اجتمعت الانصار فی سقیفۃ بنی ساعدۃ فقالوا نولی هذا الامر من بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد بن عبادۃ اخرجوا سعدا الیہم وهو مریض قال فلما اجتمعوا قال لابنہ او لبعض بنی عمہ انی لا اقدر لشکوای سمع القوم کلہم کلامی لکن تلق منی قولی فاسمعہم فکان یتکلم ویحفظ الرجل قولہ فیرفع بہ صوتہ ویسمع بہ اصحابہ فقال بعد ان حمد اللہ واثنی علیہ یا معاشر

مین تم نے جہاد کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری وجہ سے قوت پائی اور آخری دم تک حضرت رسالت مآب تم سے رضی رہے اسلیئے تمہارا خلافت پر پیش قدمی کرنیکا حق ہے تمہارے آگے دوسری قوم کو کوئی حق نہین ہے۔ انصار نے سعد کو خلافت کی مبارکباد دی اور کہا تجھسے بہتر اور کوئی نہین دکھائی دیتا پھر انصار آپس مین باتین کرنے لگے اگر مہاجرین اپنے فضایل بیان کرین تو اسوقت ہم انہین کیا جواب دینگے ان مین سے ایک فریق نے جواب دیا ہم یہ کہین گے اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو ایسا کرو کہ ایک ہم مین سے اور ایک تم مین سے خلیفہ بنا دیا جائے بغیر اسکے کچھ نہین ہو سکتا سعد بن عبادہ نے اس جواب کو قوم کے ضعف کی وجہ سمجھی۔ اتفاق سے یہ خبر عمرؓ نے سُنی۔ یہ خبر سنتے ہی وہ خانہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف روانہ ہوئے اور کسی شخص کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجا کہ فوراً چلے آئین ابو بکر اسوقت علی ابن ابی طالب کے ساتھ تجہیز مین مشغول تھے۔ ابو بکر نے جواب دیا کہ مین اس کام مین مشغول ہون نہین آسکتا عمرؓ نے پھر دوبارہ اس شخص سے کہلا بھیجا کہ ایک بہت بڑا کام ہے آپ آئیے

بقیہ صفحہ ۲۱ الانصار ان لکم سابقۃ بالدین وفضیلۃ فی الاسلام لیست لقبیلۃ من العرب ان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبث بضع عشر سنۃ فی قومہ یدعوہم الی عبادۃ الرحمٰن و خلع الاوثان فما امن بہ قومہ الا رجال قلیل واللہ ما کانوا یقدرون علی ان یمنعوا رسولہ ویعزوا دینہ و لا ان یدفعوا عن انفسہم ضیما عموا بہ حتی اراد بکم ربکم الفضل وساق الیکم الکرامۃ وخصکم بالنعمۃ ورزقکم الایمان برسولہ والمنع لہ ولاصحابہ والاعزاز لہ ولدینہ والجہاد لاعدائہ وکنتم اشد الناس علی عدوہ من غیرکم حتی استقامت العرب لامر اللہ طوعا وکرھا واعطی البعید المقادۃ صاغرا داخرا حتی اثخن اللہ لرسولہ بکم الارض ودانت باسیافکم لہ العرب وتوفاہ اللہ الیہ وھو عنکم راض وبکم قریر عین استبدوا بھذا الامر دون الناس فانہ لکم دون الناس فاجابوہ باجمعہم ان قد وفقت فی الرای واصبت فی

مین ہرگز تامل نہ کرین ۔ ابو بکرؓ روتے ہوئے باہر نکلے عمر نے انصار کے فتنہ کی کیفیت بیان کی پھر ابو بکر و عمر شتابانہ قدمون مین روانہ ہوئے اثناء راہ مین ابو عبیدہ جرّاح ملے ۔ پھر وہان پہنچے اور حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی ۔

باقر مجلسی کی دوسری روایت ابن ابی الحدید کی روایت سے ایک اور مقام پر فاضل مجلسی نے اس واقعہ کے متعلق یہ بیان کیا ہو اصلؔ مین سقیفہ کی خبر سب سے پہلے مغیرہ بن عدی نے عمرؓ کو دی اور زبردستی عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کے لے چلنے کیلئے کھینچا ۔ فاروق نے کہا کہ مین امر عظیم یعنی تجہیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین مشغول ہون اور اس درد والم مین گرفتار ہون وفات سرور جہان سے مجھ پر غمون کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو مغیرہ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور کہا اسوقت سقیفہ مین تیرا چلنا بہت ضروری ہو چنانچہ وہ زبردستی پکڑ کے لے گیا ۔

بقیہ صفحہ ۲۲ القول ولن نغلہ ومارایت تولیت هذا الامر فانك فینا مقنع ولصالح المؤمنین اما ثم انهم زادوا الکلام فقالوا فان ابت مهاجرة قریش فقالوا نحن المهاجرون وصحابة رسول الله الاولون ونحن عشیرة واولیائه فعلی ما تنازعوننا الامر من بعده قالت طائفة منهم فانا نقول اذا منا امیر ومنکم امیر ولن نرضی بدون هذا ابدا فقال سعد بن عبادة حین سمعها هذا الاول الوهن واتی عمر الخبر فاقبل الی منزل النبی صلی الله علیه وآله وسلم فارسل الی ابی بکر وابوبکر فی الدار وعلی بن ابی طالب فی جهاز النبی فارسل الی ابی بکر ان اخرج فارسل الیه انی مشتغل فارسل الیه انه قد حدث امر لا بد لك من حضوره فخرج الیه فقال اما علمت الانصار قد اجتمعت فی سقیفة بنی ساعدة یریدون ان یولوا هذا الامر سعد بن عبادة واحسنهم مقالة من یقول هنا امیر ومنکم امیر فمضیا مسرعین نحوهم الی اخر الروایة ۱۲ منه وانی الخبر عمر فاتی منزل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکان الذی اتاه مغیرہ بن عدی فاخذ بید عمر وقال قم فقال عمر انی عنك مشغول فقال انه لا بد من قیا م

باقی صفحہ ۱۷

انوار بہیہ کی روایت اس فاضل نے تمام روایتوں سے اختلاف کیا ہو اور بسند صحیح یہ بیان کرتا ہو کہ انصار و مہاجر تجہیز و تدفین کے بعد سقیفہ مین جمع ہوئے تھے سمجھ مین نہین آتا کہ سنی اور شیعون مین یہ غلط روایت کیون مشہور ہوگئی کہ تجہیز و تدفین سے پہلے صحابہ سقیفہ مین جمع ہوئے تھے۔ سنی اور شیعہ اس پر متفق ہین کہ پہل انصار نے کی تھی پھر حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے جانے مین اتفاق نہین ہو کوئی کچھ بیان کرتا ہو اور کوئی کچھ لکھتا ہو مگر ہماری راے اس اختلاف عظیم سے یہ ہے کہ حضور انور پر صحابہ جان و دل سے فدا تھے خواہ انصار ہون یا مہاجر پھر کیونکر ممکن ہو کہ حضور کی وفات ہوجائے اور صحابہ بغیر تجہیز و تدفین خلافت کی بحث کرنے لگین معمولی تعلق پر بھی جب کبھی ایسا سانحہ ہوجاتا ہو تو وہان عقل بجا نہین رہتی پھر چہ جائے کہ صحابہ اور ہنکا عشق۔ انوار بہیہ نے جو کچھ لکھا ہو صحیح ہو بیشک بعد تجہیز و تدفین کے صحابہ سقیفہ مین جمع ہوئے تھے۔

شیعی امام اعظم طوسی کی کتاب امالی کا عجیب قصہ حضرت امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سب سے پہلے مین خداوند تعالےٰ کے آگے مخالفون کی خصومت کی شکایت دوزانو ہوکے کرون گا۔ اور دوزخ و جنت کی قسم کھاکے عرض کرون گا کہ مجھپر کیا مظالم توڑے گئے پھر سلیم بن قیس کا بیان ہے کہ مین نے سلمان سے سنا کہ جب حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بارادہ اعلےٰ مین رحلت فرمائی۔ تو ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ آئے اور انصار سے جھگڑا کرنے لگے کہ خلافت قریشیون کا حق ہے کیونکہ رسول اللہ قریش مین تھے اور مہاجرین سب سے پہلے تم سے بہتر ہین کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین تم سے پہلے ان کا ذکر کیا ہو اور مہاجرین کو تم پر فضیلت دی ہو اور حضور انور یہ فرما گئے ہین کہ ہمیشہ قریش مین۔ سلمان کا بیان ہو کہ مین حضرت علی کی خدمت مین حاضر ہوا آپ رسول کریم

ل قال سمعت علی بن ابی طالب علیہ السلام یقول انا اول من یجثوا بین یدی اللہ عزوجل یوم القیامۃ للخصومۃ[۱۲]

کو غسل دینے مین مشغول تہے کیونکہ آنحضرت نے یہ وصیت کردی تہی کہ سوائے اہل بیت کے کوئی غیر شخص مجہے غسل ندے مین نے عرض کیا یا امیر المومنین آپکو غسل کرانے مین کون مدد دے رہا ہی فرمایا کہ جبرائیل جب مین ایک عضو دہو چکتا ہون تو وہ دوسرا آگے کردیتے ہین۔ جب آپ غسل اور حنوط سے فارغ ہوئے مجہو بلایا۔ اسوقت ابو ذر مقداد۔ فاطمہ حسن حسین علیہم السلام بہی آگئے تھے اُنہون نے صف باندہی اور مین اُنکے پیچھے کھڑا ہوا اور نماز پڑھی عائشہ رضی عنہا حجرہ مین تہی جبرائیل نے عائشہ کی آنکھین اندہی کردین تاکہ نماز کو نہ دیکھ سکین پھر حضرت امیر نے صحابہ کو رخصت دی۔ اِسکے بعد دس دس صحابہ آنے شروع ہوئے اور نماز پڑھ پڑہکے باہر جانے لگے حضرت علی یہ پڑہتے جاتے تہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ فرشتے صلواۃ بہیجتے ہوئے باہر نکلتے جاتے تہے اسی طرح کل مہاجرین و انصار داخل ہوئے اور صلواۃ بہیجتے رہے۔ اصل نماز تو اوّل ہی کی نماز تہی اگر ابو بکر و عمر کو معلوم ہو جاتا تو وہ اسبات کا لالچ کرتے کہ ہم امام بنکے نماز پڑہائین۔ سلمان نے کہا کہ مین نے حضرت امیر کی خدمت مین جو کچھ اِن منافقون کی بابت سنا تہا عرض کیا کہ حضور غسل مین مشغول تہے اور وہان یہ کارروائی ہوگئی۔ اِسوقت وہ ممبر پر بیٹھا ہی (یعنی حضرت صدیق اکبر) اور لوگ اُسکے ایک ہاتھ پر بیعت کرنیسے راضی نہین ہین بلکہ اُسکے دونون ہاتھون پر بیعت کر رہے ہین حضرت علی نے فرمایا کہ جب وہ ممبر رسول اللہ پر چڑہا ہے تو جانتا ہی سب سے پہلے اُسکے ہاتھ پر کسنے بیعت کی تہی مین نے عرض کیا یہ تو مجھے خبر نہین ہی لیکن سقیفہ کی بیعت کا حال تو مجھے معلوم ہی وہان پہلے بشیر بن سعد نے بیعت کی پہر ابو عبیدہ پہر عمر پہر سالم مولی ابی حذیفہ پہر معاذ بن جبل نے حضرت علی نے فرمایا وہانکا حال مین دریافت نہین کرتا بلکہ اُس شخص کو پوچھتا ہون جس نے مسجد نبوی مین رسول کریم کے ممبر پر پہلے بیعت کی۔ مین نے کہا یا امیر المومنین اُسکا مجھ علم نہین ہی ہان یہ ضرور ہی کہ مین نے اِس

شخص کو دیکھا عصا کے سہارے سے چل رہا تھا اور اسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدہ کی علامت تھی اور وہ نہایت عبادت گزار معلوم ہوتا تھا جب ابوبکر منبر پر بیٹھا پہلے وہ دوڑ گیا اور رو دیا اور کہا الحمد للہ کہ زندگی ہی مین مین نے تجھکو اس مقام پر دیکھ لیا۔ ہاتھ پھیلا ابوبکر نے ہاتھ پھیلایا اور اس نے بیعت کی اور کہا آدم کے دن کے بعد آج کا دن مین نے دیکھا ہے پھر کے منبر پر سے نیچے اتر آیا اور باہر چلا گیا حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ سلمان تو سمجھا یہ کون تھا سلمان نے کہا نہیں مین مطلق نہیں سمجھا ہان اسکی باتین مجھکو ناگوار ضرور گزرین اسلیے کہ وفات رسالت مآب پر نا ملایم الفاظ استعمال کرتا تھا حضرت علی نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا مجھے رسول نے یہ خبر دی تھی کہ روز غدیر مین ابلیس اور اسکے اصحاب جمع ہوئے تھے اس روز رسول اللہ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ ابلیس سے کہدیا گیا کہ یہان تیری دال نہین گلنے کی تو چلا جا کیونکہ امت مرحوم و معصوم ہے تیرا کوئی داؤن نہین چلنے کا یہ سنکے شیطان غمگین ہوکے واپس چلا گیا پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سب سے پہلے ظلۃ بنی ساعدہ یا ابوبکر مین آکے جو ہاتھ پر بیعت کریگا وہ شیطان ہوگا اسکی صورت انتہا درجہ عابدون کی ہوگی بیعت کرکے وہ باہر چلا جائیگا اسوقت شیاطین جمع ہونگے اسکے آگے سجدہ کرینگے اور کہینگے تو ہمارا سید ہے تو نے ہی آدم کو بہشت مین سے نکالا تھا شیطان نے کہا کون سی امت ہوگی اپنے پیغمبر کے بعد گمراہ نہین ہوئی تم یہ کہا کرتے تھے کہ امت محمدی پر قبضہ پانا مشکل ہے دیکھا کیسا داؤن مین کیا ہے کہ خود اسکے اصحاب کو اسکا مخالف بنا دیا یہی بات ہے جو حق تعالی فرماتا ہے ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین یعنی تحقیق شیطان نے اپنا گمان اسپر سچا پایا پس اسکی پیروی کی مگر مومنون کا گروہ الخ۔

اس قسم کی بہت سی روایتین ہین جو شیعی معتبر کتب مین بھری پڑی ہین سخت تعجب ہوتا ہے

کہ کیون اور کسلیئے یہ چڑے چڑیا کی کہانیان مذہبی کتابون مین درج کی گئین اور کیون بلا وجہ یہ تعصب برتا گیا۔ کاش معقول طور پر مخالفت کا پہلو دکھایا جاتا تو ناظر وقعت سے دیکھتا مگر اس قسم کی روائتین جو ہم نے اوپر نقل کین کچھ ایسی خلاف قیاس اور دور از عقل ہین کہ معمولی سمجھ کا بچہ بھی ہنس دیگا۔ کہان شیطان اور کہان مسجد نبوی اور پھر اُسکا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر مبارک پر چڑھنا اور پھر صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کرنا اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ خواہ بدیر یا بجلدی حضرت علی کا بھی ہاتھ پر بیعت کرنا ایک ایسا شرمناک امر معلوم ہوتا ہے کہ زبان سے نکالتے ہوئے شرم آتی ہے۔

سید جمال الدین کی روایت | روضۃ الاحباب مین سید جمال الدین اور کتاب ماثبت بالسنۃ مین شیخ عبد الحق دہلوی نے یہ روایت بیان کی ہے "جب حضرت ابوبکر صدیق حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر مبارک پر گئے اور محراب کو جناب اقدس خاتم النبیین سے خالی دیکھا ایک سرد آہ بھری اور بیہوش ہو کے گر پڑے۔ آپ کے گرتے ہی زاری و بکا کی صدائین بلند ہوگئین اور ایک شور قیامت برپا ہوگیا۔ وفات کے دن علی الصباح حضور انور نے مسجد مین آکے خود نماز پڑھائی تھی حالانکہ شدت مرض بہت تھی لیکن بلند آواز سے جب حضور انور نے خطبہ پڑھا تو اہلبیت کی عورتین بہت خوش ہوئین اور انہین یقین ہوگیا کہ حضرت رسالتمآب کو صحت حاصل ہوگئی ہے اور حضرہ جانگدازنے سب کی خوشی کی اور آنکھون مین سرمہ دیا۔

یہ مختلف روایتین اس بات کی شہادت دیتی ہین کہ حضرت صدیق اکبر افضل الخلفا کو جو روحانی تعلق آپکو اپنے ہادی برحق سے تھا اُسکی نظیر ملنی مشکل ہے بعض روایتون مین جو ہم نے شیعی معتبر کتب سے نقل کی ہین اُن سے بھی ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے اور وہ تعلق یہ ہے کہ حضور انور کے وصل کے بعد محراب نبوی مین جو صحابی پہلے آئے وہ ابوبکر صدیق تھے یہ فخر آپ ہی کو حاصل

ہوا تھا اور اس کا اعتراف شیعہ صاحب بھی کرتے ہیں اب یہ بات کہ شیطان نے پہلے بیعت کی ایک کہانی ہے جسکی وقعت اس زمانہ کا ایک بچہ بھی جانتا ہے۔

فاطمہ زہرا کی جناب میں گستاخیاں

اور معاملہ فدک وغیرہ

اس میں شک نہیں کہ تعصب انسان کو کہیں کا نہیں رکھتا اور یہ بھی تعصب کی وجہ ہے کہ عمداً حق سے چشم پوشی کرنی پڑتی ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ خلافت کی نزاع صدیوں میں جاکے انتہا ہو گئی اور جب حکومت میں مذہب او تعصب کی آمیزش ہو گئی تو رہا سہا معاملہ دو بھی ختم ہو گیا شیعی علما نے اپنے مخالفوں کو الزام دینے کے بڑے بڑے سامان کیے رسول خدا کا دشمن بنایا منافق کہا اہل بیت کا بدخواہ ثابت کیا مگر جب اس سے بھی پیٹ نہیں بھرا تو جن ائمہ پر نجات اخروی کا دارومدار سمجھا جاتا تھا انہیں بھی گالیاں دیں اور ان پر بھی خوب تبرے بازی کی۔

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا   میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حضرت بی بی فاطمہ زہرا خاتون حشر حضرت رسالتمآب کی صاحبزادی تھیں اور شافع روز محشر کی ان چونکہ اولاد نرینہ زندہ نہ رہی تھی اس لیے حضور تینوں بیٹیوں سے آپ محبت رکھتے تھے آپ بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں آپ کی بزرگی تمام مسلمان کرتے تھے اور صرف آپکے اثر کی بات تھی کہ حضرت علی کی قریش بہت ہی عزت کرتے تھے آپکے نکاح میں بی بی فاطمہ زہرا کا آنا آپکے لئے باعث فخر تھا۔ یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علی نے محض حضرت بی بی فاطمہ زہرا کے زور پر ۶ مہینے تک حضرت صدیق سے بیعت نہیں کی تھی اور جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علی کی قوت بہت کم ہو گئی اور پھر آپ نے بیعت کر لی۔ اگرچہ یہ روایت بالکل غلط ہے کہ حضرت علی نے ۶ مہینے کے بعد بیعت کی تو بھی اس روایت سے اس اثر اور عظمت کا پتہ چلتا ہے جو صاحبہ آپ کی

کرتے تھے۔ آپکا ادب تاحیات مسلمانوں نے کیا اور تعجب سے دیکھا ہو کہ کل موجودہ اسلامی دنیا ادب کرتی ہے اور بے انتہا با وقار مانتی ہو۔ اسلام میں ہزاروں فریق ہو گئے اور صدہا جدید شاخیں مذہب کی نکل آئیں لیکن آجتک کسی گروہ نے خواہ وہ کسی مذہب سے علاقہ کیوں نہ رکھتا ہو حضرت خاتون محشر کی شان اقدس میں کبھی بے ادبی نہیں کی۔ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور کل امہات المومنین پر تبرے بازی ہوئی اور لوگ برا بھلا کہتے رہے لیکن یہ عجیب معجزہ ہو کہ آپ کی ذات والا ہمیشہ ہر فرد بشر کے گستاخانہ کلام سے مبرا رہی اور انشاء اللہ یوں ہی قیامت تک مبرا رہے گی۔ آپ کو یہ شرف کم نہیں ہو کہ آپ شافع روز محشر کی لخت جگر ہیں۔ سرور کائنات نے بڑے لاڈ سے آپ کو پالا تھا۔ حضور انور کو اپنی اور بیٹیوں سے بھی محبت تھی لیکن جو تعشق فاطمہ زہرا سے تھا اور کسی بیٹی سے نہ تھا۔ ممکن تھا اگر قاسم یا ابراہیم زندہ رہتے تو آپ کی محبت میں کمی آجاتی لیکن قدرت کو یہ منظور ہی نہ تھا وہ روز ازل سے فخر دوجہاں کی پوری محبت کا حصہ حضرت فاطمہ زہرا کو دے چکی تھی اور اس بسیط محبت کی کوئی تقسیم نکر سکتا تھا۔

شیعی ادب کوئی کلام نہیں کہ شیعہ حضرت خاتون محشر کا بہت ادب کرتے ہیں اور اس ادب ہی کو اپنی نجات کا سبب جانتے ہیں ان کے ادب کی داد دی جاتی ہو اور ان کے عشق کی جو انہیں اہلبیت کے ساتھ ہو قدر کی جاتی ہو۔ مسلمان ہو کے جس دل میں اہل بیت کی محبت نہ ہو وہ دل پارہ پارہ ہو جائے اور کلمہ محمدی پڑھنے کے بعد جسکا ضمیر اہل بیت کے نور سے منور نہ ہو اس میں کیڑے پڑجائیں۔ شیعہ اہل بیت کے عشق پر جتنا فخر کریں کم ہو اور ہم خوشی سے دیکھتے ہیں کہ وہ اہل بیت کی محبت میں ثابت قدم ہیں تو بھی بعض گستاخیاں جو جناب سیدہ کے حضور میں کیگئی ہیں سخت کھٹکتی ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ کیوں عاشقان اہل بیت نے ایسا کیا

اور یہ ناپاک اور گندے الفاظ جو محض اپنے مخالفوں پر فرضی الزام قائم کرنے کیلئے حضرت سیدہ کی شان میں کہے گئے ہیں گوارا ہوسکے۔ انسانی فطرت تو ہرگز گوارا نہیں کرتی کہ جس کا ہمیں ادب بھی ہو اور جس سے ہم محبت بھی کرتے ہوں یہانتک کہ اسکی محبت پر نجات اخروی سمجھتے ہیں اسکی نسبت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جائیں وہ بھی طرح طرح کے اور نئے نئے ڈھنگ سے خدا معلوم کیا موقع تھا اور کیا بات تھی کیوں ایسا کیا گیا اور کیوں ایسے ناپاک الفاظ استعمال کرنے کی نوبت آئی۔ شیعہ اور وہ حضرت سیدہ کا ایسا بیان دیں ہم سمجھ میں نہیں آتا شاید کبھی ایسا آئندہ کیلئے یہ ضرور کسی دشمن اسلام کی چالاکی ہو کہ ظاہر تو اپنے کو مسلمان کہا اور باطناً اسلام کی جڑ کاٹی۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان میں سے چند روایتیں یہاں نقل کر دیں اگرچہ ان روایتوں کو پڑھ کے کسی مسلمان کا دل خوش نہیں ہوسکتا مگر پھر بھی وہ اپنی خدا داد عقل سے اس بات کو تو اچھی طرح سمجھ لیگا آیا ایسے الفاظ خواہ درست ہوں یا نہوں کسی مسلمان کی قلم سے کبھی نہیں نکل سکتے یا ایک مسلمان کا دل گوارا کرسکتا ہے کہ ان الفاظ کو ہمیشہ پڑھا کیا جاوے یا مجلسوں میں لہک لہک کے پڑھا جاوے۔ ہم اسکا انصاف محض ناظرین پر چھوڑتے ہیں اور آئندہ اسپر بھی کچھ رائے نہیں دینگے۔

حضرت فاطمہ زہرا و حسنین کا در در گشت لگانا

شیعی معتبر روایتوں میں موجود ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہو گئے اور مسلمانوں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کرلی تو حضرت علی کو سخت رنج ہوا اور آپنے چاہا کہ مسلمانوں کو ابوبکر صدیق سے توڑ لیا جاوے چنانچہ رات کو گھر سے نکلے حضرت بی بی فاطمہ زہرا کو گدھے پر سوار کرکے اور حسن اور حسین کو ساتھ لیکے کہا کہ [illegible] اور مسلمانوں کو ابوبکر کے خلاف آمادہ کرو چنانچہ ساری رات حضرت سیدہ

پھرتی رہین اور اسیطرح دربدر پھر کے تمام رات گزاردی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جیسے
چھوٹے چھوٹے ننھے ننھے بچے اپنی والدہ ماجدہ کیساتھ شب بھر دربدر پھرتے رہے۔

حضرت فاطمہ نے مجمع مین حضرت عمر کا گریبان پکڑا

جب حضرت فاطمہ نے یہ سنا کہ تجہیز و تدفین کے بعد مسجد مین اصحاب کا مجمع ہوا
ہے آپ فوراً مجمع مین تشریف لے آئین اور زمین فدک کا مطالبہ کیا اور
مطالبہ نہایت سختی کیساتھ کیا گیا اسی اثنا مین گفتگو زیادہ بڑھ گئی جناب سیدہ نے حضرت
عمر کے گریبان مین ہاتھ ڈالدیا اور جھٹکے دیئے اور ساتھ ہی خوب کھینچا تانی ہوئی تعجب ہے کہ شیعون
کی اصح الکتب مین یہ روایت موجود ہے۔

کتاب کافی مین ایک عجیب ناک روایت

عام طور پر اس روایت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ شیخین نے اپنا گھربار چھوڑ کے جو رسول
کریم کیساتھ مدینہ مین ہجرت کی تھی اسکا سبب یہ تھا کہ ابوبکر و عمر دونون حضرت
بتول یعنی فاطمہ زہرا کے پر تنویر جمال پر فریفتہ ہو گئے تھے اور ان ہی کے عشق مین مدینہ تک چلے
آئے تھے ورنہ سوا اسکے شیخین کے آنے کی کوئی وجہ نہ تھی یہ اخیر زمانہ تک اسی تاک مین رہے
اور اخیر مین دشمن ہو گئے۔

حضرت سیدہ کا خواب

فاضل باقر مجلسی کتاب اسمار و العالم اور تفسیر اہل بیت مین علی ابن
ابرہیم قمی اور کتاب ترجمۃ الخواص کا مصنف یہ بیان کرتا ہے جناب سیدۃ النسا نے خواب
مین دیکھا حضرت رسالتمآب آل عبا کو مدینہ کے باہر اپنے ہمراہ لے گئے ایک ایسی موقع
پر پہنچے جہان چشمے بہ رہے تھے اور خرمے کے درخت لگے ہوئے تھے ایک بکری خریدی اور
اسکے کباب کر کے کھائے اور سب کا انتقال ہو گیا۔ یہ خواب دیکھکے حضرت فاطمہ زہرا ایک چیخ
پڑین اور انہین سخت حزن و ملال ہوا علی الصباح حضرت رسالتمآب تشریف لائے اور اپنے
سب بال بچون کو ساتھ لیا یعنی بی بی فاطمہ حسن حسین اور علی اس طرح ایک چشمہ پر گئے اور

ایک بکری خریدی اور اُسکے کباب بنائے حضرت فاطمہ زہرا سے نہ دیکھا کہ یہ تو پوری پوری خواب کی تعبیر ہو رہی ہے آپ بہت ڈریں اور خوف کے مارے وہاں سے اُٹھ کے ایک مقام میں چلی گئیں اور رونا شروع کیا جب کباب وغیرہ تیار ہو گئے تو حضرت رسالت مآب نے اپنی پیاری صاحبزادی کو دیکھا وہاں پتہ نہ تھا حضرت بی بی فاطمہ کو یقین ہو گیا تھا کہ بکری کے کباب کھاتے ہی سب مر جائیں گے اسلئے آپ بیتاب ہو ہو کے رو رہی تھیں۔ غرض حضرت رسالتمآب پہنچے دیکھا کہ آپ کی یہ کیفیت ہے آپنے اپنے پدر بزرگوار فخر کائنات سے پوری پوری کیفیت بیان کی شافع روز محشر مناجات باری تعالیٰ میں مشغول ہوئے استنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام پہنچے اور جس نے بی بی فاطمہ کو خواب میں ڈرایا تھا وہ اصل میں شیطان تھا اُسے گرفتار کر کے حاضر کیا۔ اور اُسے سزا دی۔

حضرت فاطمہ زہرا کے مکان کو حضرت فاروق کے آگ لگانے کی حکایت

رسالہ طعن الرماح اور ابرام مطاعن خلفا میں تاسی کنتوری لکھتا ہے کہ حضرت فاروق یعنی حضرت عمر نے جب بہ علی کو پکڑنے گئے اور وہ نہ نکلے تو گھر میں آگ لگا دی اور جلتا ہوا دروازہ حضرت فاطمہ پر گر پڑا اس سے حمل ساقط ہو گیا دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے آگ لگانے کی دھمکی دی تھی لیکن آگ نہیں لگائی اس سے زیادہ حضرت بی بی فاطمہ کی ایک اور بھی فحش روایت ہے جو میں ہرگز بیان نہیں کروں گا کیونکہ میرا کلیجہ کانپا جاتا ہے اور وہ غلیظ اور شرمناک الفاظ میرے قلم سے نہیں نکلتے۔

علل الشرایع میں شیخ المشائخ نے لکھا ہے جب حضرت عمر کو فاطمہ زہرا کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ ابو بکر کے ساتھ حضرت علی کے پاس تعزیت کے لیئے آئے اور خوب روئے اور حضرت سے کہا آپنے ہمیں جنازہ فاطمی پر نماز نہیں بلایا جسطرح آپنے حضرت رسالتمآب

کے وقت نہین بلایا تہا اور تو نے یون ہی ٹالدیا تہا اور ابو بکر سے کہا تہا کہ ممبر پیغمبر سے تجہے کیا تعلق ان ساری باتون سے پایا جاتا ہو کہ تیرے دل مین ہماری طرف سے کدورت وغبار بڑہا ہوا ہو حضرت علی نے جواب دیا اگر مین شرعی قسم کہاؤن گا تو تم یقین کروگے ابو بکر و عمر نے کہا ہان یقین کرینگے حضرت امیر مسجد مین آگئے اور کہا کہ دو امر مانع تھے جنسے مین نے تمہین نہین بلایا اول تو یہ حضرت رسالتمآب نے وصیت کردی تہی کہ میرے غسل مین غیر کا ہاتھ نہ لگے اور دوسرے حضرت بی بی فاطمہ اپنے جنازہ کی نماز کی بابت کہگئی تہین کہ غیر شخص میرے جنازہ کی نماز نہ پڑہائے اور یہ جو حسین نے حرکت کی کہ تیرا (یعنی صدیق اکبر) دامن پکڑکے ممبر پر سے گہسیٹ لیا اس کی وجہ یہ تہی کہ حضرت رسالتمآب اس سے محبت بہت کیا کرتے تہو اور یہ آپکے کندہون پر نماز کے وقت چڑہ جاتا تہا اس سبب سے اس نے ایسا کیا۔ دونون نے حضرت علی کی باتون کو جہالت سے شمار کیا اور دونون نے یہ صلاح کی کہ قبر فاطمہ پر نماز پڑہنے کے لئے چلو۔ حضرت علی کو ان باتون پر غصہ آیا کہ جب مین شرعی قسم کہا چکا پہر کیا وجہ جو ان دونون نے نہ مانی۔ ذوالفقار حیدر نیام سے نکلنے ہی کو تہی کہ اور صحابہ بیچ مین آگئے ورنہ حیدر کرار عمر فاروق کی گردن اڑا دیتے اور معاملہ عظیم صحابہ مین پڑجاتا۔

حضرت علی کی فاروق کے ہاتہ سے بیحرمتی اور اسقاط حمل

مجتہد جاسی ذوالفقار مین عجیب روایت بیان کرتا ہو کہ[1] فاروق علی کے مکان پر آئے انہین باہر نکلنے کو کہا وہ نہ نکلے دروازہ جلاکے اندر گہسگئے اور علی کو پکڑکے لے آئے یہ دیکہہ کے بی بی فاطمہ ہی باہر چلی آئین وہ حمل سے

[1] حیث قال وبعث الی بیت امیر المؤمنین علیہ السلام لما امتنع من البیعۃ فاضرم فیہ النار وفی فاطما وجماعۃ بنی هاشم واخرجوا علیا کرھا وکان معہ الزبیر فی البیت فکسروا سیفہ واخرجوا من الدار من اخرجوا وضربت فاطمۃ علیہ السلام فالقت جنینا اسمہ محسن ۱۲

تہین اور اُنکے شکم مبارک مین محسن تہا ضرب سے حمل ساقط ہوگیا اور محسن پیٹ سے نکل پڑے پہر کتاب اثبات الحق والا اس روایت پر یہ اور زیادہ کرتا ہو کہ عمر فاروق نے حضرت بی بی فاطمہ کے پہلو کی ہڈیان توڑ ڈالی تہین پہر کتاب تجہیز الجیش مین لکہا ہو کہ عمر فاروق نے خانہ مطہر مین آگ لگادی اور نہایت رسوائی سے حضرت امیر کو باہر نکال دیا۔ مگر شیخ حلی کتاب کشف الحق مین آگ لگنے سے صاف انکار کرتا ہو بلکہ یہ کہتا ہو کہ آگ لگانے کی تجویز ہوگئی تہی کتاب عماد الاسلام مین ناقل مجلسی نے سکوت کیا ہو۔

اس واقعہ کے متعلق ایک اور روایت

ابو منصور طبرسی صاحب احتجاج کی روایت کتاب بحار مین یہ بیان ہوئی ہو کہ جب خلیفہ ثانی نے بلند آواز سے کہا کہ اگر امیر المومنین گھر سے باہر نہ نکلے تو مین اُنکا گھر جلا دونگا صحابہ کا رنگ یہ بات سُنکے تبدیل ہوگیا خلیفہ ثانی نے کہا شاید تم نے یہ گمان کیا کہ میرا ایسا کرنے کا ارادہ ہو حالانکہ میرا یہ مقصود نہین تہا صرف تہدید کے طور پر مین نے یہ کہا تہا پہر حضرت علی نے ایک شخص کی معرفت حضرت عمر کے پاس پیغام بہیجا کہ مین قرآن مجید کی آیتین جمع کر رہا ہون اور کچھ تہوڑا تالیف بہی کرتا ہو اور مین نے قسم کہائی ہو کہ جبتک یہ کام پورا نہ کرلونگا باہر نہین نکلنے کا نہ کوئی دوسرا کام کرون گا۔

آگ لگانے کی نسبت اور بہی بہت سی روایتین ہین جو عمداً قلم انداز کردیگئی ہین کیونکہ اُن روایتون سے حضرت بی بی فاطمہ زہرا کی اور توہین ہوتی ہو نمونہ کیلئے صرف دو چار روایتین کافی ہین تاکہ ہر شخص پورا اندازہ کرے کہ ان روایتون کی عقل کے نزدیک کیا وقعت ہو اُنہین دنیا مین کون مان سکتا ہو سوا اسکے اور کچھ بہی نہین کہ باہمی دشمنی نے ایسی روایتون کی تصنیف کا موقع دیدیا اور جب سلطنت مین ایسی ہی روایتون سے رسوخ ہو تو پہر خود بخود دماغ سے تراشی جائینگی۔

معاملہ فدک

فدک کے قصہ کو اسقدر چمکایا ہو کہ اُسکی کوئی انتہا نہیں کہی وہ وہ جدید باتین پیدا ہوئی ہین کہ تعجب ہوتا ہی۔ یہان طرفین سے جواب دینے مین جو موشگافیان کیگئی ہین اُنکی کوئی حد نہین رہی اور اس معمولی بات کیلیئے سنّی اور شیعی کتابون کے صفحے کے صفحے سیاہ ہین ایک چھوٹے سے قطع زمین پر یہ سارا جھگڑا ہی۔ ممکن ہو کہ حضرت بی بی فاطمہ نے اپنے پدر بزرگوار کا سمجھکے اِسکو اپنے قبضہ مین لانا چاہا ہو اور حضرت ابوبکر صدیق نے اس بنا پر انکار کردیا ہو کہ انبیا علیہم السلام کی میراث نہین بٹا کرتی اتنا تو قرین قیاس معلوم ہوتا ہی باقی جسقدر ہی وہ کہانی ہی۔ یہ ہمارا ایمان ہو اور تمام عربی تاریخین جن مین حضرت فاطمہ زہرا کا حال ہی اسبات کی شاہد ہین کہ آپ عالی ظرف بی بی تہین اور آپسے زیادہ فیاض اور سخی خواتین اسلام مین مشکل سے نکلین گی۔ آپنے بعض شیعی روایتون کے بموجب چکّی پیس پیسکے بھوکون کو کھلایا ہی۔ تمام دنیا کی دولت اُن کیلیئے موجود تھی اگر وہ ذرا بھی اُن کی خواہش کرتین شیعی قول کے موافق حضرت جبرائیل بھی آپکے پاس آیا کرتے تھے۔ آپسے زیادہ صابر و شاکر فیاض عالی حوصلہ سخی دنیا مین مشکل سے نکلیگا۔ آپ کی والاصفات ذات سے یہ ساری باتین بعید ہین آپ ایک قطع زمین پر لو قضا وہ آپسے بجبر چھینا گیا ہرگز پریشان ہونے والی نہ تہین اس جیسے دس قطعونکی بھی آپکو پروا نہ تھی۔ آپ کو اپنے باپ سرور دو جہان سے کامل عشق تہا وفات کے بعد آپ بہت کم زمانہ حیات رہین اور اسی غم مین عالم جاودانی کو سدھار گئین۔ آپکی ہرگز یہ آرزو نہ تھی کہ میرا باپ مرجائے اور مین اُسکے مال پر اُسکے صحابہ سے جھگڑا کرون۔ غم و اندوہ سے آپکو فرصت ہی کہان تھی کہ اور خیالات لینے دینے کے آتے کوئی شک نہین جب ہم تاریخی حیثیت سے آپکے حالات زندگی کو دیکھتے ہین تو جو باتین آپکی نسبت منسوب کی گئی ہین وہ بالکل فرضی ہین اور آپ کی معاشرت کے ساتھ ہرگز چسپان نہین ہوتین

ہو سکتیں۔ مذہبی روایتیں اور اُنکے عقاید خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن ذاتی حالات تقدس اور بے مثال بزرگی عظمت اور دبدبہ عالی ظرفی دریا دلی اور ساتھ ہی بنت رسول مقبول ہونا اس امر کی شہادت نہیں دیتا کہ آپ سے ایسی باتیں سرزد ہوں۔ حاشا وکلا ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا۔ ہم ہر قوم یا اُسکے ہر فرد کے حالات مزو بوم محسوسات قومی قومی تمدن اور قومی معاشرت سے جانچینگے اور وہ باتیں جو اہل ہند کی ذات کے ساتھ چسپاں ہوتی ہیں اُن کو کسی مذہبی پیشوا نے اگر اہل عرب کے ساتھ نسبت دیدیا تو ہرگز نہیں تسلیم کرینگے خواہ اُن روایتوں کا قائل کیسا ہی مقدس اور سچا گنا جاتا ہو۔ اب بھی عرب میں یہ کیفیت موجود ہے کہ ایک غریب بدو اپنے مہمان کے لیئے اپنا اونٹ ذبح کردے گا اور اُسے خوشی ہوگی کہ میں نے بہت بڑا فرض ادا کیا۔ اُنکے جوش حمیت کی بھی وہی کیفیت ہے اور ان کی غیرت اور شجاعت بھی جوں کی توں موجود ہے۔ ان بدیہی باتوں سے کون انکار کرسکتا ہے اور ان روزمرہ کے مشاہدوں کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ پھر بھلا جب کوئی روایت حضرت علی شیر دل بہادر کی نامردی اور بے ہمتی کی پائی جائے تو کیونکر یقین کرلیا جائے کہ وہ روایت حضرت علی کی نسبت صحیح ہوگی۔ یہ قیامت تک ممکن نہیں ہوسکتا کہ حضرت عمر نہایت ذلت وخواری سے حضرت علی کو مکان میں سے گھسیٹتے ہوئے لائیں اور حضرت بی بی فاطمہ کا شیعی روایت کے بموجب معاذ اللہ حمل ساقط ہوجائے اور پھر حضرت علی کچھ نہ کرسکیں ایسے موقع پر کہ اُسکی زوجہ محترمہ کی ایسی بے عزتی ہو نامرد سے نامرد اور بے غیرت سے بے غیرت شخص بھی کم سے کم اپنی جان تو ضرور دیدیگا یہ جائے کہ شیر خدا ان تمام ذلتوں اور خواریوں کو برداشت کرے اور چونک نہ کرے۔ این خیال است محال است جنون۔

دوسرے بہت بڑی بات یہ دیکھنے کی ہے کہ حضرت علی و بنت رسول مقبول کی بیعت کی جو

اور ہزارون مسلمانون مین ایک شخص کو بہی یہ خیال نہ آئے اور وہ حضرت عمر کو یہ ظالمانہ حرکت کرنے دے۔ اِس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سوائے حضرت علی کے ایک شخص بہی مسلمان نتہا اور اگر یہ روایت صحیح مان لین تو پہر حضرت علی کے بہی مسلمان ہونے مین شک ہو کیون کہ اُنہون نے باوجود ذوالفقار ہونیکے بنت رسول اللہ کی مطلق حفاظت نہین کی اور خاتونِ محشر کو یہ صدمہ عظیم پہنچنے دیا۔ ان سب باتون پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ ایسے واقع کا وقوع ہی ناممکن تہا اور یہ تمام روایتین اُس عظیم دشمنی کا پتہ دیتی ہین جو بعد ازان شیعہ سنیون مین پیدا ہوگئی تہی۔ اور جن روایتون مین جنون۔ بدحواسی۔ دلی دشمنی اور تعصب پایا جاتا ہو۔

معاملہ فدک | فدک کے جہگڑے مین بہی دفتر کے دفتر سیاہ ہین۔ طرفین سے فدک کے غصب کرنے اور نہ کرنے کی بہت سی دلیلین دی گئی ہین ان کل اعتراضون اور اُن کے جوابون کو قلم انداز کرکے جب ہم فدک کی اصلیت کی طرف دیکہتے ہین تو ہمین مطلق پتہ نہین لگتا کہ فدک کیا چیز تہا اور آیا اسکی کوئی اصلیت تہی بہی یا یہ بہی شیل روایتون کے کوئی فرضی چیز ہو۔ چنانچہ کلینی اور مجالس شوستری وغیرہ مین فدک کو اختلاف سے بیان کیا ہو کسی روایت مین فدک کو باغ قرار دیا گیا ہو اور کسی مین فدک کو گاؤن مانا گیا ہو کسی مین فدک زمین مزروعہ قرار دیگئی ہے کسی مین بڑا شہر فدک کو بنایا گیا ہو جب ایک ہی معاملہ مین اختلاف روایت کی یہ صورت ہے تو ہرگز نہین سمجہ مین آتا کہ فدک کوئی چیز بہی تہا یا نہین جب ایک ہی بات پر اتنا اختلاف ہے تو وہ بات ہی سرے سے غلط ہو۔ جب تک کوئی خاص چیز متعین نہ کی جائے اُسپر بحث کرنی فضول ہو۔

یہ بحث کرنی کہ انبیا کی چیزون یا جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کی وراثت کیسے پہنچ سکتی ہو۔

ایک غیر ضروری سی معلوم ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیئے اگر ہم اسے تسلیم کر لین کہ فدک ایک باغ تھا اور علاوہ فدک کے خیبر مین بھی حضرت رسالتمآب کی کچھ زمینین تھین اور یہ بھی فرض کر لین کہ حضرت رسالتمآب کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ کی وارث آپکی اولاد تھی تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ زہرا اس جائداد سے محروم کیونکر کیگئین۔ کوئی ثبوت ٹھیک طور پر اس کا نہین ملتا کہ خاتون محشر نے حضرت ابو بکر سے کبھی فدک کا مطالبہ کیا ہو اور آپنے دینے سے انکار کیا ہو۔ شیعی معتبر روایتون سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا نے ابو بکر سے گرم ہو کے یہ کہا تھا اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا یہی انصاف ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث لے اور مین اپنے باپ کی میراث سے محروم کر دی جاؤن۔ کون اسوقت بیٹھا تھا جس نے حضرت خاتون محشر کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے کوئی روایت ایسی نہین معلوم ہوتی کہ آیا حضرت بی بی فاطمہ زہرا نے یہ الفاظ بھرے مجمع مین کہے تھے یا ابو قحافہ کے بیٹے یعنی ابو بکر کے گھر پر جاکے نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ آپکے اس کہنے پر اور صحابہ کی کیا رائے ہوئی تھی اور کیونکر اس دعوے کا فیصلہ ہوا تھا۔ عقل باور نہین کرتی جب حضرت عمر کے ہاتھ سے شیعی معتبر روایتون کے مطابق حضرت خاتون محشر کو یہ صدمۂ عظیم پہنچ چکا تھا پھر وہ کس امید پر حضرت ابو بکر سے یہ تقاضا کرنے گئیں۔ اور اگر وہ تشریف بھی لے گئیں تو حضرت علی نے ایسے سخت شمنون کے پاس آپکو کیون جانے دیا۔ یہ ساری روایتین اپنے غلط ہونے کی آپ شہادت دیرہی ہین اور ان پر جرح قدح کرنے کی کوئی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔

شیخین اور حضرت علی

تمام تاریخی شہادتین اسپر اتفاق کرتی ہین کہ شیخین یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی مین بہت بڑا اتحاد تھا اور اکثر امور سلطنت بغیر حضرت علی کے مشورہ طے نہوتے

تھے۔ حضرت عمر کیوقت مین توحضرت علی بطور میر منشی ۔صدر اعظم یا وزیر اعظم کے کام کرتے تھے اور جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لیگئے ہین توگورنمنٹ مدینہ کا چارج حضرت علی کو دیگئے تھے۔ آپ ہی کل امور سلطنت کی انجام دہی فرماتے تھے اور آپ ہی پر تمام معاملات سلطنت کا دارومدار تھا۔ حضرت عمر کے جوان صاحبزادے بھی موجود تھے لیکن انکو سلطنت مین مطلق دخل نہین دیا اور حضرت علی کے ہوتے کسی دوسرے کو اپنا جانشین نہین بنایا کسی تاریخ سے نہین پایا جاتا کہ حضرت علی اور شیخین مین کبھی کوئی جھگڑا فساد ہوا ہو اور اُن سے باہم بدمزگی تک نوبت پہنچی ہو۔ حاشا وکلا کسی روایت مین ایسا نہین دیکھا اور بات یہ بھی ہے کہ ایسا ہو بھی نہ سکتا تھا۔ حضرت علی شیخین کی ہمیشہ مدح کیا کرتے تھے اور شیخین حضرت علی کی۔ یہ تینون باہم شیر و شکر تھے اور ان مین کبھی کسی قسم کا اختلاف نہ تھا جہین شیعون کی معتبر کتابون مین جہان باہمی دشمنی کی روایتین ملتی ہین وہان دوستی کی روایتون کا بھی پتہ لگتا ہے۔ شیخین کی مدح مین حضرت علی کے الفاظ پاتے ہین جن سے ہم یہ اندازہ کرسکتے ہین کہ پہلے شیعی مذہب کا یہ رنگ تھا کہ وہ کسی صحابی کو برا نہ کہتے تھے بلکہ حضرت علی کو سب سے افضل جانتے تھے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہین مگر جون جون زمانہ گزرتا گیا اور اسلامی یکجہتی اور اتفاق کا پیرہن چاک ہوتا گیا قومی دشمنی بڑھتی گئی اور بڑھتے بڑھتے اس نے سخت تعصب کا جامہ پہنکے ہزارہا طوفان بنا کے کھڑے کردیئے ایک ہی کتاب مین ایک جگہ حضرت علی کی زبان سے شیخین کی تعریف ہو رہی ہے اور اسی کتاب مین دوسری جگہ حضرت سے گالیان دلوائی جا رہی ہین۔

عجیب گومگو کا معاملہ ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔

ہم خاص شیعی کتب دینیات سے ان چند روایتون کا انتخاب کردیتے ہین جو حضرت حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شیخین کی تعریف مین بیان فرمائی ہین تاکہ معلوم ہوجائے

کہ قدیم شیعی راوی کیسے ایماندار تھے اور انہیں سچی روایتیں کیسے بہم پہنچ جاتی تھیں ان دنوں کا زمانہ وہ ہے کہ جب نہ لفظ "سنی" ایجاد ہوا تھا اور نہ لفظ شیعہ تراشا گیا تھا۔ سنی کا لفظ پانچویں صدی نبوی کے اختتام پر ایجاد ہوا ہے اور شیعہ کا لفظ بھی صدی نبوی کے آغاز میں اس سے پہلے اگرچہ ان میں ملکی لڑائیاں ہو چکی تھیں لیکن باہم مذہبی دشمنی نہ پیدا ہوئی تھی۔ عام طور پر خلفائے بنی امیہ کو غاصب خیال کیا جاتا تھا لیکن دائرہ اسلام سے کسی کو بھی خارج نہیں کیا تھا۔ یزید کے بدکار، شرابی، فاسق اور ظالم ہونے میں شبہہ نہیں لیکن حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے اسے بھی کبھی برے حضرت حسین
کے الفاظ سے نہیں پکارا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ کربلا یا شہادت سے پہلے مدینہ منورہ میں آپ اسکے چال چلن کی برائیاں کیا کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کی پر خطرناک معاشرت سخت بری معلوم ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے جس میں اسکی برائی زیادہ تھی کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کے کہا حسین میں نے یزید کو ہمیشہ آپ کی تعریف کرتے سنا ہے اور آپ اسکی برائی کیا کرتے ہیں تو آپ نے بے ساختہ یہ جواب دیا جیسا وہ ہے میں اسکی نسبت کہتا ہوں اور جیسا میں ہوں وہ میری نسبت کہتا ہے یہ ایسا لطیف اور عمدہ جواب تھا کہ سامعین جواب سنکے بہت خوش ہوئے امیر معاویہ نے باوجودیکہ کئی ہزار درہم کا قرض ان کا امام حسن پر تھا پھر بھی جب مدینہ آیا کرتے تو [illegible] حضرت امام حسن کو دیا کرتے تھے۔ سلطنت کے معاملہ میں لڑائی ہوئی تھی مگر ان ہی تک ان کی بات تھی۔ دنیا کی بڑی بڑی متمدن قومیں جو اس وقت موجود تھیں اور جو پہلے گزر چکی تھیں سلطنت کے معاملہ میں خوب لڑ چکی تھیں اور اسکو تمدن کا لازمی نتیجہ جانتی تھیں۔ اب بھی یہی کیفیت ہے متمدن اور مہذب یورپ ملک گیری کے خیال میں لاکھوں بندگان خدا کا خون بہانا کوئی وحشیانہ خلاف انسانیت تمدن

حرکت نہین سمجھتا یہ انسانی ذات مین ودیعت ہوا ہو کہ دوسرون پر حکومت کرے اور خود کبھی محکوم بنکے نہ رہو اس انسانی مادّہ نے بہت کچھ خون کی ندیان بہائی ہین اور لاکھون گہر بے چراغ کئے ہین - اخیر صحابہ بہی آدمی تھے اور اُنہین بہی وہی اتفاقات پیش آئے تھے جو ہمیشہ اولوالعزم انسانون کو اپنی زندگی مین پیش آیا کرتے ہین جو کچھ اُدرون نے کیا وہی اُنھون نے کیا اور بحیثیت انسان ہونیکے اُنہین ایسا ہی کرنا چاہئے تہا - اس مین کوئی شبہ نہین کہ حضرت امام حسن نے ایک عظیم سلطنت پر جو کسریٰ اور قیصر کی سلطنتون سے بہی بڑی تہی لات مار کے گوشہ نشینی اختیار کرلی تہی اور امیر معاویہ کو کل سلطنت سونپ دی تہی لیکن سب کی طبیعت یکسان نہین ہوتی حضرت امام حسین نے اپنے بڑے بہائی کی اس حکمت عملی کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور خود اپنے باپ کی خلافت حاصل کرنی چاہی چونکہ آپ کا طریقہ حصول خلافت خلاف مصلحت تہا اور بغیر رشتہ دارون کے مشورہ اور صلاح کے اپنی اکیلی رائے پر نہایت ضد سے ایک معاملہ کیا آپ اُس مین کامیاب نہین ہوئے اور دوسرے دعویداران سلطنت کی مقابلہ مین وطن سے دور نہایت بیکسی کی حالت مین شہید ہوگئے - آپکی شہادت وہ مردانہ شہادت ہوئی ہو جو قیامت تک یادگار زمانہ رہے گی اور جبتک ایک فرد بہی اسلام کا موجود ہو آپکی شجاعت کی دہاک دنیا مین ہمیشہ شجاعان عالم کو نیا سبق پڑہاتی رہیگی -

حضرت امام حسین اول درجہ کے بہادر صادق الوعد اپنی بات کے پورے اور دنیا کے بہادرون کے سرتاج تھے آپ کو اپنے والد کی جنگجو روح کا پورا حصہ ملا تہا لیکن آپ کو اپنے پدر بزرگوار کی طرح معاملات سیاسی مین زیادہ تجربہ نہ تہا آپ سوائے مختلف جنگون مین شریک ہونیکے اپنی زندگی مین کہین کے عامل بنا کے نہین بہیجے گئے - معاملات سیاسی کے تجربہ حاصل کرنے کا آپکو کبھی موقع نہ ملا تہا - آپ انتہا درجہ سعادتمند اور فرمانبردار فرزند

تھے جب حضرت عثمان کی محلسرے کو باغیوں نے گھیر لیا ہو تو آپ اپنے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ حضرت عثمان کی حفاظت کیلئے بھیج دیئے گئے تھے حضرت علی نے حکم دیا تھا کہ دروازہ میں سے کسی کو داخل نہ ہونے دیں کئی بار مفسدوں کے غول کے غول آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن کسی کی مجال نہیں ہوئی جو ایک قدم بھی آگے بڑھا سکتا اس کشمکش میں آپ مجروح بھی ہو گئے لیکن کسی کو ایک قدم آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہ تھی شجاعت اور یہ تھی اطاعت جسکی مثال دنیا کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہو اگر آپکا سیاسی دماغ بھی بڑا ہی زبردست ہوتا تو ضرور آپ کامیاب ہو جاتے اور یقیناً یزید معزول کر دیا جاتا۔ کاش آپ اپنے بھائیوں کا مشورہ مان لیتے تو یہ حادثہ عظیم کبھی واقع نہ ہوتا اور نہ اسلامی دنیا صدیوں تک آپکی بے بسانہ شہادت کا ماتم کرتی یہی حضرت علی کی بھی کیفیت تھی اگرچہ آپ حضرت عمر کے وزیر اعظم رہ چکے تھے لیکن جوش شجاعت نے کبھی آپ کو معاملات سیاسی کے اہم مسائل پر غور و خوض کرنے کا موقع نہیں دیا۔ آپ اپنی ذوالفقار پر بھروسہ کرتے تھے اور اسی بھروسہ میں آپنے ہمیشہ معرکہ جنگ میں کامیابی حاصل کی لیکن سلطنت کی اندرونی حالت خراب ہوتی رہی اور بڑھتے ہوئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ اکثر صوبے خود مختار ہو گئے اور جس وقت آپ شہید ہوئے ہیں آپ کی حکومت بہت ہی محدود رہ گئی تھی اور شاید حجاز کے سوا اور کہیں بھی آپکا رعب نہیں تسلیم کیا جاتا تھا۔ خود آپکے بھائیوں نے جنہیں آپنے گورنر بنا کے مختلف صوبجات میں روانہ کیا تھا آپ سے سرکشی کی اور لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا جنہیں آپنے پے در پے سخت خطوط لکھے اور اخیر میں یہ لکھا کہ اگر تم اپنی بد اعمالی سے باز نہ آؤگے تو میں تم پر جہاد کرونگا۔ اور میری ذوالفقار تمہاری ان سب خوبیوں کا فیصلہ کر دیگی۔

حضرت امیر کا خط اپنے چچا زاد بھائی کے نام | نہج البلاغۃ جیسی مستند اور معتبر کتاب میں جو شیعی مذہب میں خو

حضرت علی کی تصنیف سے اور مثل قرآن بلکہ افضل از قرآن مانی جاتی ہے بہت سے خطوط حضرت علی کے نقل ہوئے ہیں جن میں سے بعض یہاں ہم نقل کرتے ہیں چنانچہ حضرت علی لکھتے ہیں "میں[1] نے تجھ کو اپنی امانت میں شریک کیا تھا اور تجھ کو اپنا جامہ و ستر لباس بنایا تھا میں اپنے کنبہ میں تجھ سے زیادہ معتمد نہیں جانتا تھا کہ تو میرا غمگسار اور رفیق ہوگا اور میری امانت ادا کریگا پھر دوسرے خط میں حضرت امیر فرماتے ہیں "جب تو[2] نے دیکھا کہ میرا چچا زاد بھائی

---

[1] اما بعد فانی اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانتی ولم یکن فی اهلی رجل اوثق منک فی نفسی اواساتی وموازرتی واداء الامانة [2] فلما رأیت زمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانة الناس قد ضربت وهذه الامة قد فتنت وشعرت قلبت لابن عمک ظهر المجن ففارقته مع المفارقین وخذلته مع الخاذلین وخنته مع الخائنین فلا ابن عمک واسیت ولا الامانة اديت كان لم یکن الله تریدبجهادک وکان لم تکن علی بینة من ربک وکانک تکید هذه الامة عن دنیاهم وتنوی عن غرتهم عن فیئهم فلما امکنتک الشدة فی خیانة الامة اسرعت الکرة وعاجلت الوثبة واختطفت ما قدرت علیه من اموالهم المصونة لاراملهم وایتامهم اختطاف الذئب الازل دامیة المعزی الکبیرة فحملت الی الحجاز رحیب الصدر تحمل غیر متاثم من اخذه کانک لا ابالک احرزت الی اهلک تراثک من ابیک وامک فسبحان الله او ماتؤمن بالمعاد او ما تخاف من نقاش الحساب ایها المعدود ممن کان عندنا من ذوی الالباب کیف تسیغ طعاما وشرابا وانت تعلم انک تاکل حراما وتشرب حراما وتبتاع الاماء وتنکح النساء من اموال الیتامی والمساکین والمؤمنین والمجاهدین الذی افاء الله علیهم هذه الاموال واحرز بهم هذه البلاد فاتق الله وارد الی هؤلاء القوم اموالهم وانک ان لم تفعل ثم امکننی الله منک لاعذرن الی الله فیک ولا ضربنک بسیفی الذی ما ضربت به احدا الا دخل النار ۱۲

(یعنی حضرت علی) مصیبت میں شوریدہ سر ہو اور دشمن ہمنبرد ہونے کیلئے آمادہ ہے اور آدمیون کی امانت میں خرابی واقع ہوگئی ہے اور یہ اُمت خونریزی میں پڑگئی ہو تو تونے مصیبت میں اپنے چچازاد بھائی سے پیٹھ پھیرلی اور جدا ہونے والون کے ساتھ تو بھی جدا ہوگیا اور چھوڑنے والون کے ساتھ تونے بھی اُسے چھوڑ دیا اور اُسکے ساتھ دغا کرنے والون کی ہمراہی مین تونے بھی دغا کی پس تونے اپنے چچازاد بھائی (یعنی حضرت علی) سے غمخواری کی اور نہ امانت ادا کی گویا تجھکو کبھی مرنا ہی نہین اور نہ خدا کو منہ دکھانا ہو اور گویا تو اس اُمت کو فریب دے رہا ہو اور تیری نیت ہو کہ ان کی غفلت سے فائدہ اُٹھاکے اُنکا مال غت ربود کرلون۔ اِس بنا پر تونے محض دغابازی سے حملہ کیا اور تونے اُن پر تاخت و تاراج کرکے جو کچھ تیرا قابو چڑھا لے اُڑا جو مال تونے اُڑایا ہو وہ اُمت مرحومہ کی رانڈون اور یتیمونکے لئے رکھا تھا۔ تونے مال اِسطرح لیا ہے جیسا بھیڑیا اُستخوان شکستہ اور خون آلود بکریون کو لیجاتا ہو۔ تو یہ مال خوشی خوشی حجاز کی طرف لئے جاتا ہو۔ تجھکو گناہ کا کچھ خوف نہین ہو۔ یہ مال تونے اِسطرح سے گھر مین لیجاکے رکھا ہو۔ گویا تجھے اپنے مادر و پدر کی میراث ملی ہو۔ پاکی اسد ہی کیلئے سزاوار ہو مین پوچھتا ہون آیا آخرت پر تیرا ایمان نہین ہو اور آیا تو حساب کنندہ سے نہین ڈرتا۔ لقمے اُڑاے جاتا ہو اور یہ نہین سمجھتا کہ حرام کا مال کھا رہا ہون۔ لونڈیان دھڑاکے سے خرید رہا ہو اور نئے نئے نکاح کر رہا ہو اور اِس عیاشی مین یتیمون مسکینون اور مسلمانون کا مال اُڑاتا ہو۔ یہ مال انکا ہو جنکے لئے خدا نے شہرون کو آباد کیا ہو۔ خدا سے ڈر اور جن لوگون سے بجبر تونے مال لیا ہو اُن کا مال واپس دیدے اگر تونے ایسا نہ کیا تو مین تجھپر حملہ کرونگا اور پھر میری کوئی ذمہ داری نہین رہنے کی مین اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑاؤنگا اور میری تلوار جس کی گردن پر چلتی ہو وہ فی النار ہوجاتا ہو"

اور بہی کئی اس قسم کے رقعے ہین جو ہم نے عمداً قلم انداز کر دیئے ہین۔ اس قسم کے خطون سے حضرت علی کی ایک قسم کی مجبوری۔ افسوس اور پریشانی پائی جاتی ہو۔ آپ نے خلیفہ ہوتے ہی نہایت فیاضی سے صوبون کی گورنری تو اپنے بہانجے بہتیجون کو سونپ دی لیکن بعد ازان آپکو پچہتانا پڑا کہ اُن لوگون نے صوبہ مین غدر مچا دیا لوگون کا مال مارنا شروع کر دیا اور عیاشی کرنے لگے۔ اگر آپ مین جہانداری کی پوری قوت ہوتی تو ایک معاویہ کیا سو معاویہ مطیع ہو جاتے اور بہائیون کی اگروہ گورنر ہی بنائے جاتے کیا مجال تہی کہ سرکشی کر سکتے آپ کی خلافت کا زمانہ تقدیر سے پر آشوب اول ہی دن سے تہا اس صورت مین محض ایک خالی شجاعت کام نہین دے سکتی بہتی ایک بہت بڑی عالی تدبیر کی ضرورت تہی کاش غلبہ شجاعت آپ پر اتنا نہ ہوتا تو ضرور آپ مین ملک داری کے جوہر آجاتے اور یہ خونریزی جو آپکی خلافت مین خاص صحابہ کی ہوئی کبہی نہ ہوتی اور مسلمان اُسی زمانہ مین یورپ تک چلے جاتے۔ تو بہی اس کہنے سے ہم باز نہین رہ سکتے کہ آپ اعلےٰ درجہ کے عادل اور اُمت مرحومہ کے خیرخواہ تہے اور آپ خود اس بدنصیب فساد پر افسوس فرمایا کرتے تہے آپ کو شیخین سے ایک خاص تعلق تہا اگرچہ یہ ماننا پڑے گا کہ سب سے پہلے آپکی خواہش خلیفہ بننے کی تہی تو بہی آپ دل آزردہ نہین ہوئے آپ قوم کی پسندیدگی پر راضی ہو گئے اور آپنے بہی بطیب خاطر حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت ہی نہین کی بلکہ اُن کے بہت سے کام کو بہی سنبہال لیا۔ آپ ہمیشہ شیخین پر جان فدا کرتے تہے اور جب حضرت عمر بیت المقدس جانے لگے ہین تو آپنے بہت روکا تہا اور جب وہ روانہ ہوئے ہین تو آپ بہت دور تک روتے ہوئے آئے تہے۔

حضرت علی شیخین کی فضیلت بیان کرتے تہے

کتاب قرۃ العینین مین حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ قول درج ہو جو آپنے خطبہ مین فرمایا تہا

آپ[1] نے ارشاد کیا اس وقت جب آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیر الناس ابو بکر ہیں پھر عمر ہیں۔ اس جملہ سے پایا جاتا ہے کہ آپ کو شیخین سے کتنی محبت تھی اور آپ انہیں کتنا بزرگ سمجھتے تھے جتنی روایتیں باہمی دشمنی کی بیان کی گئی ہیں یہ سب فرقہ مخالف کی بعد از ان کی تراشی ہوئی ہیں ان بزرگوں میں دشمنی کا نام نہ تھا اور وہ آپس میں سگے بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ان کی مثال دنیا میں ملنی ناممکن ہے بہت سی روایتیں مستند کتب تواریخ میں انکے باہمی اتحاد کی ملتی ہیں جنسے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کیسے فدائی تھے۔

حضرت شہربانو کا حضرت امام حسین سے نکاح

کامل بہائی کی روایت کے بموجب جب شہربانو مدینہ میں داخل ہوئیں تو حضرت عمر نے حکم دیا کہ شہربانو کو رستہ میں بٹھا دیں اور کل مہاجرین و انصار بانو کے آگے سے گزریں جنہیں بانو پسند کریں وہی اُن کا شوہر بنجائے سب سے پہلے عمر گزرے بانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا یہ خلیفہ وقت ہے کہا بوڑھا ہے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ پھر کئی آدمیوں کے بعد حضرت امیر علی ابن ابی طالب گزرے شہربانو نے پوچھا یہ کون ہے جواب دیا گیا کہ شوہر فاطمہ دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جواب دیا کہ وہ میرے لائق تو ضرور ہے لیکن فاطمہ کے آگے قیامت کے دن میں کیا منہ لیکے جاؤں گی پھر حسن گزرے کہا یہ کون ہے جواب دیا

---

[1] عن ابراہیم النخعی قال ضرب علقمۃ بن قیس ھذا المنبر وقال خطبنا علی علی ھذا المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ وذکر ماشاء اللہ ان یذکر وقال ان خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ابوبکر وعمر ثم احدثنا بعدھما احداثا اللہ فیھا اخرجہ ۱۲

گیا حضرت امیر کے بڑے صاحبزادے حسن ہین بانو نے کہا اسے مین پسند نہین کرتی کیونکہ اسے زیادہ عورتین کرنے کا شوق ہی۔ پھر حضرت امام حسین آئے شہربانو نے اُنہین پسند کیا اور کہا کہ اس جوان سے مین شادی کرونگی حضرت عمر اس انتخاب سے بہت خوش ہوگئے اور آپنے حکم دیا کہ مدینہ کی آئنہ بندی کی جائے اور جابجا نشان اُڑائے جائین۔ پھر حضرت امام حسین کو گھوڑے پر سوار کیا اور عمر نے غاشیہ حسین اپنے کندھے پر رکھکے سارے مدینہ کا چکر لگایا تین روز تک مدینہ مین خوب جشن ہوتا رہا اور اسکے بعد نکاح ہوگیا۔

اس سے زیادہ اتحاد کا ہونا ممکن نہین کہ خلیفہ وقت سلطان بحر و بر غاشیہ حسین کندھے پر رکھ کے تمام مدینہ کا چکر لگائے اور خوشی مین تمام شہر کی آئنہ بندی کرائے یہ مثالین دنیا کی تاریخ مین نہین ملتین یہ اتحاد اور محبت جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین تھا دنیا مین کہین دوسری جگہ اُسکا پتہ نہین چلتا۔

حضرت امیر کی زرہ اور آپکی شہادت کا ماتم	حضرت امیر نے ضرورت کیوقت اپنی زرہ کے عوض ایک یہودی سے کچھ روپے لیلئے تھے اور کوئی موقع آپکو ایسا نہ ملتا تھا کہ اُس زرہ کی قیمت

دیکے یہودی سے لیلین لیکن حضرت ذی النورین یعنی حضرت عثمان غنی نے اپنے پاس سے قیمت دیکے اُس زرہ کو خرید لیا اور پھر وہ زرہ حضرت علی کو دیدی حضرت امیر زرہ دیکھکے بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمان کے بہت ہی ممنون ہوئے۔

جب سعد وقاص فاتح ایران کو حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی ہو تو اُنہون نے سخت ماتم کیا اور کہا مجھے سخت شرمندگی ہی کہ مین اُس وقت علی کیساتھ کیون نہوا اپنا گریبان چاک کرڈالا اور اپنا سنہ نوچ لیا۔ یہ تمام روایتین ہین نہج البلاغۃ۔ جلاء العیون اور بحار الانوار جیسی معتبر اور مستند کتابون مین ملتی ہین۔ اسیطرح حضرت علی بھی کل صحابہ پر جان فدا کرتے تھے اور بالخصوص

شیخین سے تو آپکا خاص تعلق تہا چنانچہ حدیث محمد بن حنفیہ وابی جحیفہ وحدیث علقمہ وحدیث
عبدالملک بن میسرہ وحدیث عبدالصمد بن سلمہ اور اسیطرح شیعی راویون کی اور بہت سی حدیثین
صاف طور پر شہادت دیرہی ہین کہ حضرت امیر کے دل مین صحابہ کی کتنی وقعت تہی چنانچہ
ان راویون کی روایت کے بموجب جب حضرت علی کے کان مین یہ آواز پہنچی کہ بعض
لوگ آپکو شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل سمجھتے ہین تو آپ بہت ہی ناراض ہوے
غصہ مین آپ کا رنگ تمتما گیا۔ فوراً آپ مسجد نبوی مین آئے۔ اور مسلمانون کو جمع کر کے خطبہ
پڑہا اور نہایت جوش مین کہا جس شخص نے مجہپر یہ افترا باندہا اُس کی خبر مین دُرّے سے
لونگا مین شیخین سے ہرگز افضل نہین ہون میری خوشی اسی مین ہو کہ مجھے خلیفہ چہارم کہا جائے
اور بس۔ دوسری شیعی روایت مین ہو کہ حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی شجاعت کی
بہت تعریف کی اور کہا کہ جنگ بدر مین مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہ تہا
اور ابوبکر آگے بڑہ بڑہ کے کفار پر حملے کرتے تھے۔ اسی طرح جنگ اُحد مین بہی آپ نے یہی
شجاعت دکہائی۔

حضرت امام باقر کا قول صحابہ کبار کی نسبت شیعی محدثین کی ایک جماعت کی جماعت یہ روایت بیان کرتی ہو کہ ایک
شخص نے جناب امام سے دریافت کیا کہ شیخین کی نسبت آپکی کیا رائے
ہے آپنے ارشاد کیا کہ مین اُنہین دوست رکہتا ہون سائل نے جواب دیا کہ آپکی نسبت
لوگون کا یہ خیال ہو کہ آپ محض خوف سے تقیہ کرتے ہین اور ڈر کے مارے شیخین کی تعریف
کرتے ہین۔ حضرت امام نے جوش مین آکے جواب دیا کہ زندگی سے ڈرنا چاہیے موت سے
ڈرنے کی کوئی وجہ نہین ہو پہر آپ ہشام بن عبدالملک کو جو خلیفہ وقت تہا برا بہلا کہنے لگے اور فرمایا
اگر مین خوف کرتا تو اس شخص سے کرتا جو صاحب حکومت ہو یہ شخص اہل بیت کا قاتل ہو جب

مین اُسسے بر ملا کہہ رہا ہون تو شیخین سے جنکی وفات ہو چکی ہی کیا تقیہ کرونگا۔

محمد بن حنفیہ کا قول بابت حضرت عثمان کے

محمد بن حنفیہ کے آگے ایک جماعت حضرت عثمان کی بُرائی کرنے لگی۔ محمد نے جواب دیا تم ایسا کہو پہر ابن عباس کی طرف خطاب کرکے کہا کہ تجہے یاد ہوگا جنگ جمل مین مین حضرت امیر کے دائین جانب تہا اور تو بائین جانب جب عین معرکہ جنگ مین یہ خبر آئی کہ اُم المومنین عائشہ قاتل عثمان پر لعنت بہیج رہی تہین حضرت علی نے سنتے ہی کہا مین بہی قاتل عثمان پر خواہ وہ کہین ہو لعنت بہیجتا ہون۔ ابن عباس نے یہ سنکے محمد کی تصدیق کی۔

یہ کل روایتین ہمنے شیعون کی معتبر کتابو ںسے نقل کی ہین سنیو نکی کتابون کی روایتین ابہی باقی ہین جو ہم آئندہ نقل کرینگے۔ تمام معتبر شیعی کتب مین ایک عجیب لطف پایا جاتا ہی ایک ہی کتاب مین کہین مناقب شیخین درج ہین اور کہین شیخین کو گالیان دی گئی ہین روایتون کے اس اختلاف عظیم سے زمانہ کی نیرنگی اور عقائد کی گوناگونی پائی جاتی ہی۔ اور یہ پتہ لگتا ہی کہ شیعون نے موجودہ عقاید پر کس صورت سے ترقی کی اور وہ اول کیا تہو اور کتنے زینے طے کرنیکے بعد یہانتک پہنچے ہین۔ ہم لکہہ چکے ہین کہ سب سے پہلے اُنکا یہ عقیدہ تہا کہ حضرت علی شیخین پر فضیلت رکہتے ہین۔ اِسی اثنا مین اس قسم کے سوال ہونے لگے تہے اور لوگ سرگوشی کرنے لگے تہے کہ آیا حضرت علی افضل ہین یا نہین۔ حضرت امام باقر سے یہ سوال کرنا کہ آپ تفضیلِ شیخین کے بیان کرنے مین تقیہ تو نہین کرتے اسبات کی شہادت دیتا ہی کہ بتدریج شیخین کی بُرائی کے خیالات لوگون مین پیدا ہوتے جاتے تہے اور وہ پریشان سوال کرنے لگے تہے۔ مگر آفرین ہی حضرت امام باقر پر کہ اُنہون نے ان خیالات اور ان مغویانہ حرکات کی زور سے تردید کی اور بر ملا ہشام بن عبد الملک کو بُرا کہا اور کہا کہ جب مین اس سے نہین ڈرتا تو شیخین سے جنکی وفات ہو چکی ہی کیا ڈرونگا۔

اسمین ہرگز کلام نہین کہ ائمہ نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ ثلاثہ کے نقائص کے خیالات کو ترقی نہ ہو

لیکن یہ امر ان کی قدرت سے باہر تھا کیونکہ ایک طرف خارجیوں کا گروہ حضرت علی و حضرت حسنین کو برملا گالیاں دے رہا ہو اور اس نے اپنے مذہب کی یہی نشانی قرار دے لی تھی کہ حضرت علی پر مساجد میں تبرا کیا جائے - دوسرے فریق کے خیالات میں اشتعال پیدا ہو رہی تھی اور وہ خارجیوں کا کلہ بکلہ جواب دینے کیلئے بجائے ثلاثہ پر نکتہ چینی کرنے لگے تھے گو ابھی یہ نکتہ چینی نہایت تہذیب کے پیرایہ میں کی جاتی تھی لیکن قرن پر قرن گذرنے سے اس نکتہ چینی میں تعصب کا رنگ ملنے لگا اور ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ وہ نکتہ چینی نہ رہی بلکہ اسکی جگہ تبرے بازی اور بعض طعن نے لے لی اور پھر کئی صدی کے بعد یہ طعن و تبرا بازی گالیوں کی صورت میں آگیا اور اب تو افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ گالیاں بھی نہیں رہیں ان سے بھی ایک درجہ بڑھ گیا اور وہ درجہ ایسا ہے کہ اسکے نام رکھنے کیلئے ہمارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے -

جب تعصب اپنی حد سے بھی آگے بڑھ گیا تو جدید جدید گروہ پیدا ہوئے اور انہوں نے نیا نیا طریقہ ایجاد کیا ان میں سے ایک گروہ سب سے جدا ہوگیا اور وہ اپنے قدیم مسلک پر اڑ گیا اور بعد ان اس گروہ کا نام تفضیلیہ کہا گیا یعنی انہوں نے اصحاب ثلاثہ کو برا کہنا چھوڑ دیا اور حضرت علی کے افضل ہونے ہی پر قناعت کی - اس میں ہرگز شک نہیں کہ اسلام کو ان فاسد خیالات نے بہت ہی صدمہ پہنچایا اسلام کے تمام اوامر و نواہی بالائے طاق رکھدئے گئے اور صرف اصحاب ثلاثہ کے گالیاں دینے کے تاریک غلیظ دائرہ میں محدود کردیا گیا - عام طور پر حکم لگایا گیا کہ خواہ کتنی ہی عبادت کی جائے اور کیسا ہی اتقا ہو وہ شخص جہنمی ہے جسکے دل میں صحابہ ثلاثہ کی عداوت نہ ہو اور صبح شام ان پر تبرا نہ بھیجتا ہو - یہ برباد کن خیالات بجائے خود ایسے تھے کہ انہوں نے نفس اسلام ہی کو صدمہ نہیں پہنچایا بلکہ اس گروہ کے اخلاق کو بھی گندہ بنادیا ایسا گندہ کہ تمام دنیا کے مذہبی علما اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے -

حضرت زین العابدین کی رائے خلفائے ثلاثہ کی نسبت

شیعی معتبر روایت کے بموجب خلفائے ثلاثہ کی نسبت حضرت زین العابدین سے سوال کیا آپنے ارشاد کیا مجھسے کیا پوچھتے ہو خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں آپکی تعریف فرماتا ہو کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ صحابۂ ثلاثہ نے محض اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنا وطن اپنا مال اور اپنے اقربا چھوڑ دیئے تھے خدا تعالیٰ انہیں کی نسبت ارشاد کرتا ہو اولٰئک ھم الصادقون لوگون نے کہا پھر انصار کی بابت آپکی کیا رائے ہو جنہون نے اپنے ہان اتارا اور ہر طرح سے مہاجرین کی امداد کی کہا مین انکی بھی تعریف کرتا ہون اور انکی نسبت کلام باری مین ارشاد ہوا ہو اولٰئک ھم المفلحون مین ان لوگون کو اچھا سمجھتا ہون جو ان دونون جماعتون پر رحمت بھیجین اور مہاجرین و انصار کی عداوت اور کینہ سے پاک رہین۔ اسکے خلاف جو کوئی ہوگا گویا اس نے گمراہی کا رستہ اختیار کیا۔

امام محمد باقر امام صدیق کی زبانی حضرت صدیق کی نسبت یہ روایت نقل کرتے ہین

ایک شخص امام زین العابدین کے پاس آیا کہ مجھسے ابو بکر کی نسبت کچھ بیان کر حضرت امام صاحب نے فرمایا کیا تو صدیق کی بابت مجھسے کچھ پوچھنا چاہتا ہو سائل نے کہا ہان تو اسے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہو آپنے فرمایا کہ تیری مان تجھپر روئے خود حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور کل مہاجرین و انصار نے اسے ہمیشہ اسی لقب سے خطاب کیا ہو جو شخص اسے صدیق نہین جانتے کا حق تعالیٰ دنیا و آخرت مین اسکی تصدیق نہین کریگا۔ تیرا اور ہر مسلمان کا فرض ہو کہ شیخین کا دوست بنے۔

کثیر کا قول

کثیر نے بیان کیا کہ مین نے امام باقر سے کہا آیا شیخین نے کوئی چیز تمہارے حقوق مین سے غصب کی فرمایا اس ذات کی قسم ہو جس نے قرآن مجید اپنے بندہ محمد پر نازل کیا کہ ذرہ خردل کے برابر بھی ہمارے حقوق سے کوئی چیز غصب نہین کی۔ مین نے کہا مین تجھپر سے قربان ہو جاؤن تو انہین دوست رکھتا ہو فرمایا ہان پھر جب حکم دیا تو بھی انہین دوست رکھیو اور پھر

اپنا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا اور کہا کہ انکی دوستی سے اگر عاقبت میں مجھپر کوئی عذاب ہو تو وہ میری گردن پر ہو۔ خدا و رسول مغیرہ بن سعید دنبان سے سخت ناراض ہیں کہ شیخین کی مخالفت کا اتہام وہ ہمپر لگاتے ہیں کہ لوگوں کو ہم سے بدگمانی پیدا ہو۔

حضرت امام باقر کا دوسرا قول کسی شخص نے آپسے دریافت کیا آیت ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین حق شیخین اور علی میں نازل ہوئی ہو ارشاد کیا ہاں۔ سائل نے پوچھا کہ وہ کینہ کیا تھا فرمایا کینہ جاہلیت۔ اولاد تیم۔ و عدی اور ہاشم میں پہلے عداوت تھی لیکن اسلام لانیکے بعد وہ ساری عداوت جاتی رہی اور سب ایکدل ہوگئے۔

عبدالجبار ہمدانی فاضل عبدالجبار ہمدانی کا بیان ہو کہ حضرت امام صادق ایک گروہ کو رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے یہ گروہ مدینہ جاتا تھا آپ ارشاد کرنے لگے کہ اہل مصر کو یہ خبر پہنچا دو کہ ان میں سے جسکا یہ گمان ہوگا کہ میں شیخین سے ناراض ہوں گویا اس نے مجھ کو اپنا مخالف بنا لیا میں ایسے شخص کو جو میری نسبت یہ گمان رکھے شقی اور مردود سمجھتا ہوں۔

محدث طبرانی فاضل محدث اس امام عالی مقام سے روایت کرتا ہو کہ جب شیخین کی بابت حضرت امام زمان سے دریافت کیا گیا تو آپنے ارشاد کیا میں اس شخص سے بیزار ہوں جو شیخین کو برائی سے یاد کرے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں جو شیخین کا دوست ہو۔ دریافت کرنیوالوں نے کہا کہ شاید تو تقیہ کی رو سے یہ کہتا ہو اس صورت سے تو میں زمرۂ مشرکین میں ہوا اور تیرے نانا کی شفاعت بھی روز آخر مجھے نصیب نہیں ہونے کی آپنے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں میں تقیہ سے نہیں کہتا اگر تیرے دل میں انکی عداوت ہوگی تو تو کبھی نہ بخشا جائیگا۔

امام اعظم ابوحنیفہ کی سنت شیخین و روایت بموجب امام ابوحنیفہ مدینہ منورہ میں گئے اور امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے امام کا بیان ہو میں نے دیکھا کہ آپ اہل عراق کی طرف سے

کچھ کبیدہ خاطر معلوم ہوتے ہین مجھے حکم دیا کہ تو میرے پاس نہ بیٹھ لیکن مین چونکہ ایک خاص ضرورت کیلئے آپکی خدمت مین حاضر ہوا تھا اسلئے منع کرنے پر بھی بیٹھ گیا اور مین نے سوال کیا کہ شیخین کی نسبت آپکا کیا خیال ہو آپنے فرمایا خدا اُن پر رحم فرمائے مین نے کہا اہل عراق یہ کہتے ہین کہ تو اُن سے بیزار ہو حضرت امام زمان نے جواب دیا کہ یہ بھی غلط ہی مجھپر جھوٹا الزام لگایا ہو پھر اُم کلثوم کا قصہ بیان کیا کہ جناب مرتضوی نے بخوشی و خرمی اپنی بیٹی حضرت عمر کے نکاح مین دی تھی مین نے عرض کیا کاش اس مضمون کا ایک خط حضور اپنے دست مبارک سے لکھکے اہل عراق کو بھیجدین تو بہت اچھا ہو جائے امام صاحب نے جواب دیا وہ میری اطاعت نہین کرتے کہ میرے رقعہ کو مانینگے۔

| سالم جیرفی کی روایت | فاضل جیرفی کہتا ہو مین نے امام باقر سے دریافت کیا کہ تو شیخین کے حق مین کیا کہتا ہو ارشاد کیا خدا کی قسم مین اُنہین دوست رکھتا ہون اور اُن کیلئے استغفار کرتا رہتا ہون کوئی اہلبیت کا شخص ایسا نہین ہو جو شیخین کو برا کہتا ہو۔

| باقر العلوم کی روایت | فاضل باقر العلوم کا بیان ہو کہ کسی نے امام محمد باقر سے دریافت کیا کہ ایک شخص اہلبیت مین سے مین نے دیکھا کہ شیخین کو برا کہرہے تھے فرمایا نہین ہائین ایسا نہو معاذ اللہ اہلبیت مین سے ایک شخص بھی ایسا نہین ہو جو شیخین کو برا کہتا ہو سب اہل بیت کو اُن سے محبت ہو اور سب نے اُن پر رحم کھایا ہو۔

| دوسری روایت | امام باقر علیہ السلام نے عبد اللہ کے جواب مین فرمایا کہ حلیۂ سیف کا کچھ ڈر نہین ہو کیونکہ ابوبکر صدیق سے اسکا ثبوت ملتا ہو راوی نے کہا تو اُسے صدیق کہتا ہو آپنے مکرر فرمایا کہ ہان وہ صدیق ہو جو شخص ایسا اعتقاد نہ رکھے حق تعالی کونین مین اسکی تصدیق نہین فرمائیگا۔

| حضرت امام باقر کی رائے حضرت امام جعفر کی زبانی | امام جعفر فرماتے ہین مجھسے امام باقر نے یہ کہا کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا

کی اولاد شیخ کی حسن سیرت اور بزرگی کے قائل ہے اہل بیت میں سے ایک شخص نے
اس سے مخالفت نہیں کی ہے۔

سالم بن حفصہ کی روایت سالم بن حفصہ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر اور اُنکے صاحبزادے امام جعفر صادق سے پوچھا تو ہر ایک نے مجھے یہ جواب دیا کہ اے سالم ہم اُنسے محبت رکھتے ہیں اور جو ان سے محبت نہیں کرتا ہم اُس سے بیزار ہیں وہ ہدایت اور ارشاد کے امام تھے۔

اسی قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جو اصحاب شیعہ کی معتبر کتابوں میں ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ اس قسم کی سرگوشیاں اسی زمانہ میں شروع ہوگئی تھیں اور یہ سوالات اور سازشیں خلفائے ثلاثہ کے خلاف اہلبیت کی کمزوری کی وجہ سے ترقی پذیر ہوگئیں اگر اہل بیت صاحب حکومت اور صاحب فوج ہوتے تو ان مخالفانہ خیالات کی اتنی اشاعت نہوتی غضب یہ ہوا کہ اہل بیت کے حیات ہی میں اماموں کی نسبت غلط باتیں شایع ہونے لگیں جب اماموں کی وفات ہوگئی تو گروہ مخالف کو اور بھی ترقی ہوئی لیکن دقت یہ تھی کہ ادھر تو وہ جھوٹی روایتیں اُنکی نسبت مشہور کرتے رہے اور ادھر بھی روایتوں کا انبار لگ آیا جو فضیلت شیخین میں تھی تو اب انہیں دقت ہوئی کہ ان متضاد باتوں کو کہاتک نبہایا جاے فوراً انہوں نے اپنی چالاکی سے یہ بیان کرنا شروع کیا کہ یہ کل امام تقیہ کرتے تھے یعنی مروانی خلفا کے ڈر سے جھوٹ بولتے تھے دل میں اُنکے کچھہ تہا اور کہتے کچھہ تھے جب اس میں بھی کامیاب نہیں ہوئے تو ایسی بے بنیاد روایتیں اُنکے نام سے ایجاد کیں جنکی وقعت چڑے چڑیا کی کہانی سے زیادہ ہرگز نہیں ہوسکتی کاش ایسی روایتیں کسی جھوٹے قصہ میں ہوتیں تو زیادہ موزون تہیں ہم خود بھی ان روایتوں کو مہمل سمجھنے پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ جو شخص دیکھیگا خود بول اُٹھیگا کہ ہم غلطی پر ہیں یا صحت پر وقت صرف یہ ہے کہ ہم حضرت علی یا اور اماموں کو بزدل نہیں سمجھتے کیونکہ تاریخی شہادتیں جاے

پاس بہت ہین اور اگر شہادتین بہی ہون تو کیا اتنا کافی نہین ہوسکتا کہ خود حضرت علی شیر خدا فاتح خیبر اور آپکے پوتے سب اہل بیت مین سے ہین شجاعت کی سند اس رشتہ سے خود بخود ملسکتی ہے اخیر کوئی ضعیف سا ضعیف پہلو بہی ایسا ہی جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علی اور دوسرے امام نامرد تہے جیسا کہ ہمارے بہائی شیعون کا خیال ہی۔ اگر اہل بیت مین یہ بات نہو کہ وہ جان حق پر قربان کردین اور ننگی تلوارون کے سایہ مین بہی جہوٹ نہ بولین تو پہر صفت اور کس مین ہوسکتی ہی اور قومون کو جانے دو خود اسلام ہی مین ہزارون بلکہ لاکھون خدا کے بندے ایسے گزرے ہین جو شہنشاہ ہونیکے آگے بہی جہوٹ نہین بولے ہین۔ گردنین دیدی ہین لیکن کیا مجال ہی جو خلاف حق ایک لفظ بہی نکلا ہو۔ اس مین شک نہین اُن امامون کی نسبت بے ایمانی اور دروغ حلفی کا الزام رکہنا عقل اور انصاف سے دور ہی اُنہی کے نام لیوا ہو کے اُن ہی کو گالیان دین یہ شان اسلام اور شرافت سے بعید ہی۔ کون شبہ کرسکتا ہی کہ حضرت علی شیر خدا تہی اور کوئی انکار کرسکتا ہی کہ حضرت زین العابدین۔ حضرت محمد باقر اور حضرت امام صادق اور اسیطرح اور امام بہی بڑے ہی بہادر اور غیرتمند تہی اور انکی نظیر کم سے کم اسلامی گزشتہ موجودہ دنیا مین تو نہین ملنے کی۔ ہمارا ایمان ہی کہ انہون نے کبہی جہوٹ نہین بولا جہوٹ بولنا تو کیسا انہین اسکا وہم بہی نہ گزرتا تہا۔

ناظر کو تعجب ہوگا کہ جس کتاب یا کتابون مین سے شیخین کی یہ مدح انتخاب کی گئی ہی انہین کتابون مین بے انتہا گالیان بہی بہری ہوئی ہین اور گالیان ایسی فحش ہین کہ تعجب ہوتا ہی اس قسم کی باتین کیون ایسی اعلے درجہ کی کتابون مین درج کیگئی ہین اور بلا سبب کیون ان معتبر اور پاک کتابون کو بگاڑا گیا جو بعد ازان مثل قرآن سمجہی گئی ہین۔ ہم چاہتے ہین کہ جہان ہم نے ایک ہی قسم کی روایتونکا رنگ دکہایا ہی وہان دوسری قسم کی اختلافی حکایتونکا بہی ناظر کے آگے پیش کردین تاکہ وہ اندازہ کرلے کہ بتدریج تعصب مذہبی مین کتنی ترقی ہوئی ہی کہ فاضل مصنفون کو اس کا مطلق خیال نہ رہا

کہ ابھی ہم کیا لکھ چکے ہیں اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔

مامون رشید کا قول بابت شیخین

ایک شخص نے کہا ابوبکر کی فضیلت متفق علیہ روایتوں سے مدلل ہے اسلیئے امر نبوی تمامی اُمت پر اقتدائے شیخین کیلئے جبتک فضیلت نہو نہیں ہو سکتا یعنی خلافت اور پھر اُمت کا اقتدا کرنا اسی شخص کو سزاوار ہے جو افضل ہو۔ مامون نے جواب دیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں روایتیں اور حدیثیں مروی ہیں لیکن ان کل روایتوں اور حدیثوں میں تین شقیں ضرور ہونی چاہیئیں نہ وہ ان تین شقوں سے خالی ہو سکتی ہیں کیا وہ کل کی کل حق ہونگی یا کل کی کل باطل یا بعض باطل اور بعض حق۔ اگر وہ کل کی کل حق ہوویں تو لازم آتا ہے کہ اپنے تعارض اور تناقض کی وجہ سے باطل ہوں اور جب وہ سب باطل ہوئیں تو پھر دین کی خرابی لازم آئی اور ملت سید المرسلین برباد ہوا پس ضرورت کیلئے شق ثالث کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ثانیًا یہ لازم ہوگا کہ روایت کی حقیقت کا مدار معاضدت دلیل عقلی پر ہوا اور جو کچھ تو نے ابوبکر کی فضیلت پر استدلال کیا ہے باطل ہے اور ہرگز عقل اُسے باور نہیں کرتی۔ اور حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ احکم الحکما اور بہترین انبیا تھے نہایت بعید ہے کہ اپنی اُمت کو ہر ایک امر محال کا حکم کریں جب لازم باطل ہو تو ملزوم خود بخود باطل ہو گیا۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ شیخین من جمیع الوجوہ متفق تھے یا مختلف تقدیر اوّل میں چاہیئے کہ جسم و صورت میں بھی متفق ہوں اور یہ محال ہے کہ دو فرد انسان اعیان خارجیہ میں من جمیع الجہات و الحیثیات موافق ہوں اسلیئے اُن کی اطاعت کرنی تکلیف مالا یطاق ہوگی کیونکہ اگر ایک کا اقتدا کرتے ہیں تو دوسرے کی مخالفت کرنی پڑے گی اور اُنکے اختلاف کی دلیل یہ ہے کہ ابوبکر سبایا اور اہل ردت کے قتل پر متوجہ ہوئے اور عمر نے اسکے خلاف فتویٰ دیا۔ عمر یہ چاہتے تھے کہ ابوبکر خالد کو قتل مالک بن نویرہ پر معزول کر دیں لیکن ابوبکر نے اُسے معزول نہیں کیا۔ عمر نے متعۃ النساء و متعۃ الحج کو حرام کر دیا لیکن ابوبکر نے ایسا نہیں کیا عمر نے دیوان عطا

مقرر کیا لیکن ابوبکر کی خلافت مین اسکا وجود ہی نہ تہا۔ ابوبکر نے وقت رحلت اپنا خلیفہ آپ نامزد کیا اور عمر نے خلافت کا دارومدار شوریٰ پر رکہا اسی طرح بہت سی باتون مین عمر نے ابوبکر سے مخالفت کی۔ یہ ہو مامون رشید کی بوسیدہ منطق اور یہ ہو شیخین مین اختلاف۔ جو شخص کچہہ بہی دماغ اور دماغ مین عقل رکہتا ہو وہ جان سکتا ہو کہ یہ اختلاف امور جہانداری اور مصلحت قومی مین تہا اور قدرتاً ایسے اختلاف کا ہونا ہر فرد بشر مین ضروری ہو۔ یہ انتظامی اختلاف دنیا کی کل متمدن سلطنتون مین روز اوّل سے پایا جاتا ہو۔ ایک زمانہ وہ تہا کہ عرب مدینہ یا اُس سے زیادہ حجاز کی چار دیواری مین مقید تھے اُسوقت اُنکی قانونی اور انتظامی وسعت بہت ہی محدود تہی ایک زمانہ وہ آیا کہ مسلمان کسریٰ اور قیصر کی سلطنتون کو ہڑپ کر گئے اب بتقاضائے جہانداری اُنہین اپنے قوانین مین وسعت دینی پڑی نئے نئے محکمے بنانے پڑے اور نئی نئی عدالتین قایم کرنی پڑین۔ تو کیا اس وسعت انتظام سے یہ لازم آئیگا کہ ان مسلمانون نے خلفائے راشدین اور معاذ اللہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ بنایا کیونکہ ابتدا ہی مین وہ آپ کو منتخب کر چکے تھے اور سعد بن سقیفہ مین حضرت ابوبکر نے سب سے پہلے حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑہایا تہا۔ آپ کی قلیل مدت خلافت مین حضرت عمرؓ ہی امور خلافت کی انجام دہی کرتے تھے اور آپ بطور وزیر اعظم کے تھے۔ مگر حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت یا اپنی حیات مین اپنے جانشین کا انتخاب نہین کیا تہا کیونکہ آپ اچھے گرانڈیل تھے اور آپکے وقت مین چونکہ سلطنت کو وسعت زیادہ ہوگئی تہی اسلئے آپکو امور سلطنت کے انجام دینے مین بہت کم فرصت ملتی تہی اور آپکی جسمانی طاقت اور صحت اس امر کی کافی ضامن تہی کہ اگر کوئی اتفاقی حادثہ نہ پڑا تو آپ پندرہ بیس سال اور بہی زندہ رہ سکتے تھے دوسرے سلطنت کی زیادہ وسعت اس امر پر مصر تہی کہ آپ اپنی طرف سے اپنا کوئی خلیفہ نامزد نکرین بلکہ اسکا

امر کو چھوڑ دین اس مدبر اعلےٰ کی یہ بہت بڑی حکمت عملی تھی کہ اسلام مین جمہوری سلطنت قایم کرنا چاہتا تھا اگر یہی طریقہ بعد ازان اسلام مین جاری ہوجاتا تو آج تمام دنیا مین اسلام ہی اسلام نظر آتا۔ اگر اس جدید انتظام کا نام کوئی مذہبی اختلاف ہو تو بس سب کچھ بھر پایا پھر ایک بھی مسلمان دنیا مین ایسا نہین نکلے گا جس نے اپنے کامون مین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے مخالفت نکی ہو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو اپنا پاے تخت بنالیا لیکن حضرت علی نے کوفہ کو اسیطرح تمام امور جہانداری مین برابر مخالفت ہوتی چلی گئی۔ اس قسم کی باتین معاملات دنیاوی اور انتظام جہانداری سے تعلق رکھتی ہین ان مین اختلاف کا ہونا لازمی ہو جو حکمت عملی حضرت علی کی تھی وہ حضرت امام حسن کی نہین رہی اور جو حضرت امام حسن کی تھی وہ حضرت امام حسین کی نہین رہی۔ اور وہ بھی کیونکر سکتی ہو جب خداوند تعالےٰ نے سب کے قواے عقلی یکسان نہین بنائے دوسرے شخص کے زمانہ مین نئی نئی صورتین اور تازہ تازہ واقعات پیش آتے ہین کبھی ممکن نہین ہوسکتا کہ ایک بادشاہ یا خلیفہ کا جانشین لکیر کا فقیر ہوکے بیٹھ رہے اور اپنی خداداد عقل سے مطلق کام نہ لے۔ اور اگر کوئی اختلاف بھی قایم کیا جاسے تو اسکا جواب حضرت امام جعفر صادق نے بہت اچھا دیا ہے جسے کلینی نے بروایت علی ابن ابیہ نقل کیا ہی۔

کلینی کی روایت | ابن حازم کا بیان ہو مین نے امام صادق سے اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

لہٰ اخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قال قلت فما بالھم اختلفوا فقال اما تعلم ان الرجل کان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیسالہ عن المسالۃ فیجیبہ فیھا بالجواب ثم یجیبہ بعد ذلک بما ینسخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضھا بعضا الی غیر ذلک من الروایات ۱۲

دریافت کیا کہ آیا انہون نے سید الانبیا پر افترا کیا ہی یا راہ صدق مین قدم زن ہوئے ہین امام نے جواب دیا ہرگز افترا نہین کیا بلکہ راستی کے ساتھ وہ متصف تھی پہر مین نے دریافت کیا اُنکے اختلاف کی وجہ کیا ہی حضرت امام نے جواب دیا ایک شخص حضرت رسالتمآب کی خدمت مین حاضر ہوتا سوال کرتا اور جواب پاتا پھر دوسرے وقت کوئی دوسرا شخص آتا اور وہ اسی مسئلہ کو پوچھتا تو اُسے دوسرا جواب دیا جاتا کیونکہ پہلا حکم منسوخ ہوچکا تھا بس اسیوجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا"
یہ جواب جو کلینی نے امام صادق کا نقل کیا ہی مذہبی پہلو سے بہت اچھا ہی لیکن مورخانہ جواب وہی صحیح ہی جو ہم نے اوپر لکھا ہی۔

خلفا پر الزام | جن کتابون مین خلفا اور بالخصوص شیخین کی تعریف کیگئی ہی۔ اُن ہی کتابون مین یہ الزام بھی خلفا پر لگائے گئے ہین شیخین کی بنا ئے مذہب کفر و نفاق پر تھی سوائے اُن کے کل صحابا منافق تھے اور اُنہون نے محض ریاست اور طمع دنیا کیلئے حضور انور کے ساتھ ہجرت کی تھی کبھی یا شیخین نے آنحضرت کو زہر دینا چاہا لیکن کامیاب نہین ہوئے ان کا تمام جہاد و عبادت محض مکاری کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنہون نے اہل بیت کو تکلیفین دین اور حضرت علی کی کسی امر مین مدد نہ کی۔ اور علی کے حق کو جبرا چہین لیا حضرت علی نے شیخین کی متابعت اور اُن کے پیچھے محض تقیہ اور خوف سے نماز پڑہی تھی یہانتک کہ حضرت علی نے اپنی پیاری بیٹی خوف مین آکے حضرت عمر کے نکاح مین دیدی تھی اور صرف ڈر اور تقیہ سے اپنے بیٹون کے نام ابوبکر و عمر اور عثمان رکھے تھے۔ جو صحابہ سچے دل سے ایمان لائے تھے اُنکا شمار انگلیون پر ہے یعنی ابوذر۔ مقداد۔ سلمان۔ عمار اور جابر اسیطرح اور بھی دو چار تھے باقی سب منافق اور بیدین تھے۔ ان ناگوار باتون نے فریق ثانی کے دلون مین اشتعال پیدا کر دی اور پھر اُنہون نے بھی شیعی مذہب پر اعتراض کرنے شروع کئے اعتراضون کا سلسلہ جاری رہا اور اُس نے ایک خیر ثانی

عداوت فریقین کے دلون مین قایم کردی جو انتہا درجہ قابل افسوس ہو

رسالہ وسیلۃ النجات مین علامہ دہلوی نور اللہ ضریحہ کسی سائل کے جواب مین مفصلاً یون بیان لکھتے ہین۔ ایک سائل نے آپسے دریافت کیا کہ سنی دعوی کرتے ہین ہمارا مذہب حق ہو اور قرآن مجید کے موافق بہی یہی مذہب ہو شیعون کی تمام کتابین باطل ہین اور ان میں افترا ہی افترا بھرا ہوا ہو انکا مذہب مذہب اہل بیت نہین ہو بلکہ مذہب اہل بیت یہی ہو جو ہمارا ہو اسکے مقابلہ مین شیعون کا یہ دعوی ہو کہ قرآن ہمارا مذہب ہو اور ہمارا طریقہ امام جعفر صادق کا طریقہ ہو سنیونکی تمام کتابین غیر معتبر اور لغو ہین مین چاہتا ہون کہ آیات قرآنی سے ان باتون کا ایسا جواب دیا جائے کہ کوئی دم نہ مار سکے اور حجت منقطع ہو جائے اور ایسا رستہ بتا دیا جائے کہ طالبان حق اسپر عمل کرین اور باطل مذہب سے روگردانی کرکے نجات کی کنجی حاصل کرین۔ علامہ دہلوی نے اسکا یہ جواب دیا۔

جواب

اے بہائی اول ہر مذہب کی بنا کو دریافت کرنا چاہیے اور ہر فریق کی کتابونکو بالائے طاق رکھدے اور جب ہر مذہب کی بنا سے واقف ہو جائے تو آیات قرآنی سے مطابق کرا ور جس مذہب کی بنا محکم اور ہموار ہو اس مذہب کی کتابونکو پڑہہ اور اسپر عمل کر اور جو مذہب بعد تحقیق کے تجھے باطل معلوم ہو اسکی کتابونکو وساوس شیطانی جان کے انکو آب برد کردے انکی طرف مطلق توجہ نکر بلکہ انکو پارہ پارہ کردے اور یقین کرے کہ یہ مذہب اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین ہو بلکہ شیطانی مذہب ہے۔ تجھے سمجھنا چاہیے کہ اہل سنت کے مذہب کی بنا ابوبکر عمر عثمان علی مہاجرین و انصار و صحاب سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایمان و تقوی و صلاح پر موقوف ہو۔ ان اصحاب کی تعداد ہزارون پر جا کے تمام ہوتی ہو۔ ان لوگون نے راہ خدا مین جہاد کیا نمازین پڑہین اور حضور انور کے زمانہ حیات مین حمایت کرتے رہے اور بعد وصال رسول مقبول اپنی اپنی خلافتوںمین

راستی اور عدل سے کام لیتے رہے اور اہل بیت کی خدمت کرتے رہے۔ اہل بیت کی محبت اُن کا پہلا کام رہا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہمیشہ اُن سے میل جول رکھا اور اُنکے ہمراہ کفار سے جہاد کیا اُنکے پیچھے جماعت کی نمازیں پڑہیں اور ہمیشہ اُنکے ساتھ نشست و برخواست رکھی اور اُنکے حق میں دعائے خیر کرتے رہے اور اُن کے مناقب اکثر اوقات آپنے بیان فرمائے ہیں لیکن شیعی مذہب کی بنا خلفائے ثلاثہ اور ہزاروں صحابہ کو کافر اور منافق سمجھنے پر ڈالی گئی ہے اُن کا قول ہے کہ کل منافق تھے اور نفاق سے ایمان لائے تھے اور اُن کی ہجرت بھی طمع ریاست اور دنیا پر منحصر تھی اور اُنکا تمام جہاد اور ساری عبادت بالکل ریاکاری پر تھی خدا کے لئے وہ کوئی کام نہ کرتے تھے۔ حضور انور کے وصل کے بعد انہوں نے اہل بیت کو تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ اور حضرت علی کی کبھی بات نہ پوچھی اور اُسکے حق کو زبردستی چھین لیا حضرت علی کا اُنکے پیچھے نماز پڑھنا اور اُن کی متابعت کرنا محض خوف اور تقیہ سے تھا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی محض خوف او تقیہ سے حضرت عمر کو بیاہ دی تھی اور اپنے بچوں کا نام ابوبکر و عمر و عثمان تقیہ سے رکھا تھا اور سوائے دو چار کے کل صحابہ منافق اور کافر ہیں (اس عبارت کو گزشتہ صفحوں میں بھی ہم نقل کر آئے ہیں)

جب تو نے دونوں مذہبوں کی بنا کو دریافت کر لیا اب تجھے جاننا چاہیے کہ اہل سنت کی بنائے مذہب آیات قرآنی پر ہے اختصار کے طور پر یہاں چند آیتیں لکھی جاتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه یعنی سابقین مہاجرین و انصار میں سے جو سب سے پہلے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی اور متابعت سابقین کی راستبازی میں ایمان و طاعت کے ساتھ کی خدا اُن سے اور وہ خدا سے راضی ہوئے پھر فرمایا واعدلهم جنّٰت تجرى من تحتها الانهار اور خدا نے اُن کے لیے بہشت بنائی کہ اُن کے نیچے یا درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں خالدين فيها ابدا یعنی یہ کل

مہاجرین و انصار اور ان کی متابعت کرنے والا ہمیشہ بہشت میں رہینگے۔ یہ آیت صاف شہادت دیتی ہے کہ مہاجرین و انصار سابقین کی تعداد بکثرت ہے اور سیطرح انکے بعد انکی پیروی کرنیوالوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان سب لوگون کو دائمی بہشت کی بشارت دیگئی ہے۔ اس مین کسی طرح کا شک نہین رہا کہ ابو بکر صدیق مہاجرین اولین مین سے ہین کہ ہجرت کے وقت حضور انور کے ہمراہ تھے اور عمر و عثمان علی رضی اللہ عنہم اور بہت سے دیگر مہاجرین اولین مین سے شمار ہوئے ہین اور جو شخص ابو بکر صدیق کو سب سے پہلا مہاجر نہ جانے وہ کافر ہے اس سبب سے کہ ابو بکر صدیق کی مہاجرت کا انکار کرنا قرآن کی آیت کا انکار کرنا ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ یعنی جب رسول خدا کو کفار مکہ نے باہر نکالا اسوقت صرف دو ہی کس غار مین تھے جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا ای ابو بکر صدیق غمگین نہو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپکی متابعت مہاجرین و انصار نے کی اور برابر جانثاری کرتے رہے اور آپ ہی کیلئے خداوند تعالیٰ نے دائمی جنت کی بشارت دی ہے اگر تجھے یہ وسوسہ شیطانی دیا جائے کہ اس آیت کا مفہوم وہ صحابہ ہین جنکی نسبت شیعہ حسن ظن رکھتے ہین ابو بکر اور انکی متابعت کرنیوالے نہین ہین جنہون نے محض طمع دنیا سے ہجرت کی تھی تو اسکا جواب یہ دے کہ محض غلط ہے تمام مہاجرین نے محض ایمان اور خدا کیلئے مہاجرت کی تھی چنانچہ وہ آیت جو قتال کے باب مین نازل ہوئی ہے یہ ہے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا خداوند تعالیٰ نے انہین یعنی مہاجرین کو کفار سے جنگ کرنے کا حکم دیا اسلئے کہ انہین کفار سے بہت تکلیفین پہنچی تھین و ان اللہ علی نصرھم لقدیر یعنی خدا ان کی نصرت کرنے پر قادر ہے الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقول ربنا اللہ جو لوگ بغیر حق اپنے گھرون سے بے گھر کئے گئے صرف اسلئے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور انہون نے کوئی جرم نہین کیا تھا کہ اسکی وجہ سے وہ جلاوطن ہوتے

اس تمام آیت سے معلوم ہوتا ہو کہ کل مہاجرین کی ہجرت محض خالصاً للہ تھی دنیا کی طمع کا اس مین کیا ذکر ہو اس لحاظ سے کل مہاجرین رضی اللہ عنہم مغفور ہوگئے۔

ملے بھائی جسکا ایمان قرآن پر ہو تو اسے یہ دیکھنا چاہئے جب خداوند تعالی نے یہ فرمادیا کہ وہ سب قطعی جنتی ہین تو پھر تمام اعتراضات جو انکی نسبت کئے جاتے ہین ساقط ہوگئے اسلیئے کہ حق عالم الغیب ہو اور وہ جانتا ہو کہ فلان بندہ سے فلان وقت بھلائی یا برائی کا ظہور ہوگا اور جب اپنے فرمادیا کہ مین اس شخص کو جنتی کرتا ہون تو گویا وہ تمام عمر افعال حسنہ کرتا رہا پھر لوگونکو اسکے حق مین طعن وتشنیع کرنے کی کیا وجہ ہو ان پر اعتراض نہین کیا جاتا بلکہ جناب الٰہی پر اعتراض کیا جاتا ہے گویا معترض کا یہ مدعا ہو کہ خدا نے اس بندہ کو کیون جنت کی بشارت دی ۔ ظاہر ہو کہ اس قسم کا اعتراض کرنا داخل کفر ہو جس بندہ کو خدا بہشتی کہچکا اسکی ذات پر کوئی اعتراض کرنا اسے کسی قسم کی مضرت نہین پہنچا سکتا اور نہ معترض کے اعتراض سے وہ دوزخی بن سکتا ہو بلکہ الٹا اعتراض کرنیوالا کافر ہوجائیگا اسوجہ سے تمام وساوس شیطانی ساقط ہوجائینگے پھر کوئی ضرورت نہین ہو کہ اسکا جوابدیا جائے فقط۔

یہ جواب وسوال اور یہ رد وبدل ہو جو مدتہائے دراز سے شیعون اورسنیون مین چلی آتی ہو جسکا نتیجہ سوائے باہمی دشمنی اور عداوت کے اور کچھ نہین نکلا ہمین اس سے بحث نہین کہ شیعہ جوابدینے مین سنیو نسے فوقیت رکھتے ہین یا سنی انسے افضل ہین مگر ہمین تو صرف یہ دیکھنا ہو کہ آپس کی نوک جھونک سے طرفین کے مقاصد قومی کو بہت صدمہ پہنچا ہو ہمین ہر واقعہ کو اسکی بنیاد پر مورخانہ طور پر جانچنا چاہئے اور تمام مذہبی بحث بالائے طاق رکھکے تمدن اور تہذیب کے دائرہ مین لے آنا چاہئے ہمنے فریقین کی کتابونکو انصاف کی نظر سے دیکھا ہو اور ہم جانتے ہین کہ اسلامی سلطنتونکے تغیر وتبدیل سے اسمین کس قدر فرق پیدا ہوگیا ۔ بڑی بڑی ضخیم کتابون مین کسی سچے واقعہ کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے

مذہبی تعصب کا پردہ اِس عہد گی سے ڈالا گیا ہی اور اِس گھڑی سے پڑا ہو کہ اُس کا اُٹھا دینا معمولی کام نہین ہی۔

مجھے اِسوقت اختلاف روایات شیعہ دکھانا ہی کہ ایک ہی کتاب مین ایک شخص کی تعریف لکھگئی ہی اور اُسی مین اُسے گالیان دیگئی ہین۔ اِس اختلاف سے ہمین روایتون کی تاریخ کا پتہ لگتا ہی کہ جب سابق الذکر روایتین لکھی گئی تہین تو سلطنت اِسی خیال و مذاق کی تہی اور جب آخر الذکر روایتین لکھی گئین تو حکومت کا مذاق بدل گیا تہا ان کتابون کے مصنفین کو ہرگز کوئی الزام نہین دیا جا سکتا وہ حکومت کی طرف سے مجبور تھے اور ناچار حکومت کا مذاق خواہ وہ کتنا ہی خراب یا اعلےٰ درجہ کا ہو انہین نبہانا پڑتا تہا۔ ایسی ہزارون مثالین ملتی ہین اور ان میں شہادتون سے قیامت تک کوئی انکار نہین کر سکتا۔ فردوسی شیعی مجتہد تہا لیکن محمود غزنوی کے دربار مین اُسے شیعی لباس اُتارنا پڑا اور جبتک وہ دربار غزنی مین رہا اُس نے کبھی شیعی لباس نہین پہنا۔ فردوسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑے زور سے تعریف کرتا ہی۔

عمر آنکہ بد مومنان را امیر　　ستودہ در اخلاق بے نظیر

مگر جب محمود سے بگڑگئی تو اُس نے شیعی مذہب اختیار کر لیا اور اُسکے ہجویہ اشعار سے پایا جاتا ہے کہ وہ کیسا متعصب شیعہ بن گیا تہا۔ اسکے بعد وہ بغداد چلا گیا یہان خلافت بغداد نے پھر اُسے کٹا سنی بنا دیا اور اُس نے علاوہ مدح خلفاے بغداد کے صحابہ ثلاثہ کی تعریف مین بھی بہت سے قصاید موزون کئے۔ اِس مثال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایسے بڑے بڑے فاضلون پر سلطنتونکا کیسا زبردست اثر پڑتا تہا اور وہ اپنے خیالات اور رایون کو کتنی جلدی تبدیل کر دیتے تھے۔ درحقیقت اگر دیکھا جاے تو یہ علما کی کمزوری پر دال نہین ہوسکتا بلکہ مجبوری ایسی ہی بلا ہوتی ہی کہ ضعیف انسان کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا فاضل ہو سب کچھ کرنا پڑتا ہی۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ تاریخ مین ایسے لوگون کا بھی پتہ لگتا ہی جنہون نے

سلطنتون کے دباؤ سے اپنی رائے نہین بدلی مثلاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مگر ایسی مثالین آٹے مین نمک کا حکم رکھتی ہین اور تاریخ کے صفحون مین اُن کا عدم وجود برابر ہی انسان کو اپنی زندگی بہت عزیز ہی اور ساتھ ہی ایک اولوالعزم انسان زندگی سے زیادہ اپنی عزت کی قدر کرتا ہی جب جان بھی بچی اور عزت بھی برقرار رہی تو پھر فعل آسانی سے ہو سکتا ہو۔ اسیطرح وہ علما جنھون نے شیعی روایات جمع کی ہین سلطنت کے دباؤ مین وسیے ہو سکتے تھے اور اُنھین آزادانہ کسی مسئلہ مین اپنی رائے دینے کا بہت کم موقع ملتا تھا۔

حضرت صدیق کی غار مین زاری قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہین کہ ابوبکر[1] سخت بزدل تھے کہ غار مین نالہ وبکا کرنے لگے تھے جب اُنھون نے کفار مکہ کی آوازین غار ثور کے باہر سنین تو سخت خوف مین آکے رونے لگے۔ پھر دوسرا شیعی فاضل لکھتا ہی کہ ابوبکر کا غار مین ساتھ جانا اور جا کے رونا محض اس غرض سے تھا کہ کفار بلکہ سنین اور آکے گرفتار کرین جتنی روایتین غار مین ساتھ جانیکی بابت لکھی گئی ہین انکا خلاصہ یہ ہی جو ہم نے درج کیا چنانچہ بڑے بڑے شیعی شعرا نے بھی غار کے قصہ کو نظم مین باندہا ہی اور وہ نظم اپنی فصاحت وبلاغت مین ضرور لاثانی ہی اسکی تو ہم داد دیتے ہین مگر افسوس یہ ہی کہ اصل واقعہ کا خون کیا ہی اور محض سلطنت یا اپنے گروہ کو خوش کرنیکے لئے صدیق کی سچّی فدایت اور بینظیر عشق کو دشمنی پر محمول کیا ہی باینہمہ نظم کے عمدہ ہونے مین شک نہین ہی اگرچہ واقعہ کیطرف خیال کرکے تو اس نظم پر ہنسی آتی ہی لیکن محض ان روایتون کی جدّت اور نظم کو دیکھ کے بے اختیار تعریف کرنیکو جی چاہتا ہی چنانچہ ایک شاعر لکھتا ہی۔

بس کن حدیث غار کہ عار است نزد عقل   آن حزن بیقراری شیخ معمرم

[1] الثانی ان قوله تعالی ثانی اثنین بیان حال الرسول صلی اللہ علیہ وآله وسلم باعتبار دخوله فی الغار ثانیا ودخول ابی بکر اولا کما نقل فی السیر۔ انتہی ١٢

اصل روایت مگر بعض شیعی روایتون مین اس واقعہ کو اسطرح بیان کیا ہی کہ جب ابوبکر ارشاد نبوی پر آپ کے ساتہ غار مین گئے تو راستہ مین کبھی آگے ہو جاتے تھے اور کبھی پیچھے کبھی داہین اور کبھی بائین حضور انور نے دریافت کیا ابوبکر مین نے تجھے کبھی اس طرح چلتے نہین دیکھا آج یہ کیا بات ہی جو تو یون چل رہا ہی ابوبکر نے جواب دیا یا رسول اللہ مین آگے پیچھے داہین بائین اسلیے چلتا ہون کہ تیری کفار مکہ سے نگہبانی کرون اور کوئی مخالف تجہپر ادہر ادہر سے نکلکر وار نکرسکے اور راستہ مین یہ بھی ہوتا تھا کہ جب آنحضرت تھک جاتے تھے تو صدیق اپنے کندہے پر چڑہا لیتے تھے دوسری حکمت عملی کندہے پر چڑہانے کی یہ تھی کہ کفار مکہ قدمون کے نشان دیکھکر اس طرف نہ آنکلین غرض آپ اور حضور انور غار مین پہنچے پہلے ابوبکر غار مین گھسگئے اور اسکے تمام سوراخون کو بند کیا اور جو سوراخ ابوبکر کے کپڑون سے بند نہو سکے ان مین اپنے پیر رکھدیئے پھر حضور انور کو بلا لیا حضور انور تشریف لائے اور آرام میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک بچھو نے آپکے پیر مین کاٹ کھایا حالانکہ حد سے زیادہ تکلیف ہوئی لیکن آپ نے ہون تک نہ کی مبادا حضور انور کی استراحت مین فرق پڑجائے اسی اثنا مین حضور انور کی نظر مبارک ابوبکر پر پڑی دیکھا کہ آپ برنہ ہین اور بچھو کی ڈنک کی تکلیف سے ایک رنگ آتا ہی اور ایک رنگ جاتا ہی ارشاد کیا "لا تحزن ان اللہ معنا" پھر آپکے حق مین دعائے خیر کی اور کہا خدا کی رحمت تجہپر ہو کہ تو نے میری تصدیق مین مبادرت کی ایسے وقت مین کہ اور لوگ مجھے جہوٹا سمجھتے تھے اور اسوقت جب چارون طرف سے مجہپر حملے ہونے لگے تو میرا سینہ سپر ہوا الحمد للہ کہ تیری امداد و رفاقت سے مین نے کل آفتون سے نجات پائی۔

غار کے بارے مین اختلافی اقوال ابوبکر کے پیر مین بچھو نے صرف اسلیئے کاٹا تھا کہ وہ آنحضرت کو غار مین پکڑوانا چاہتے تھے بعض کا یہ قول ہی کہ یہ حزن و ملال محض نامردی کی دلیل تھا بعض شیعی علما کا

یہ خیال ہو کہ حزن و ملال مواعید الٰہی کے عدم وثوق پر ہوا تھا اور بھی بہت سے اقوال ہیں جو ہم بسبب طول کے یہاں درج کرنا مناسب نہیں جانتے۔ اختلاف روایات کے جانچنے کے لئے شاید اس واقعہ سے متعلق یہی اقوال کافی ہونگے۔

حضرت علی کا غار ثور میں آنا | بحار میں فاضل مجلسی لکھتا ہے اور یہی روایت بصائر الدرجات میں بھی بیان ہوئی ہے کہ جب آنحضرت نے ہجرت کا تہیہ کر لیا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ حضرت علیؑ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دینا چاہیے تو آپنے جا کے اپنا مافی الضمیر حضرت علی سے کہا کہ میں ہجرت کرنا چاہتا ہوں اور میری مرضی ہے کہ تم میری جگہ لیٹ رہو حضرت علی نے کہا آیا میرے اس طرح لیٹنے سے آپکی جان بچ جائے گی اور آپ کفار سے محفوظ ہو جائینگے۔ آپنے فرمایا ہاں یہ ضرور ہو جائیگا غرض آنحضرت علی کو اپنی جگہ سُلا کے آپ غار ثور کی طرف چلے گئے جب کفار کو معلوم ہوا کہ محمدؐ نکل گئے تو سخت مایوس ہوئے اور غار کی طرف تلاش کرنے کیلئے روانہ ہوئے حضرت علی کو فکر و پریشانی ہوئی مبادا آنحضرت پر کوئی حملہ ہو آپ فوراً اُٹھے اور غار ثور میں آنحضرتؐ سے آکے ملگئے۔

حضرت علی کا زدو کوب ہونا | دوسرا فاضل شیعی اسبات سے انکار کرتا ہے کہ حضرت علی غار ثور میں گئے تھے۔ بلکہ وہ یہ روایت بیان کرتا ہے کہ جب کفار مکہ مکان کے اندر گھس آئے اور اُنہوں نے حضرت علی کو پایا تو بہت برہم ہوئے اور دریافت کیا کہ محمد کہاں گئے حضرت علی نے اپنی لاعلمی بیان کی اسپر کفار نے پکڑ کر حضرت علی کو خوب مارا۔

دوسری دلچسپ روایت | فاضل شوستری محمد بن جریر طبری کے حوالہ سے یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آنحضرت علی سے تنہا مشورہ کر کے غار کی طرف روانہ ہوئے تھے تھوڑی دیر کے بعد ابو بکر آئے اور علی سے پوچھا حضرت رسالتمآب کہاں ہیں انہوں نے چپکے سے کہدیا کہ غار ثور کی طرف گئے ہیں ابو بکر بھاگے ہوئے آپکے پیچھے روانہ ہوئے یہانتک کہ آپسے چند قدم فاصلہ پر رہ گئے جب آنحضرت نے

اپنے پیچھے قدمون کی آواز سنی تو آپ یہ سمجھے کہ مجھے کوئی مشرک پکڑنے آ رہا ہو اور بھی تیز بھاگے کہ رستہ مین ایک پتھر سے آپکو ٹھوکر لگی اور آپکی جوتی کا تسمہ اکھڑ گیا انگلی مین ایسی ضرب آئی کہ آپ ٹھہر گئے۔ ابوبکر نے اتنے مین جا لیا۔ آپکی انگلی سے خون شرشر بہہ رہا تھا۔

سمجھ مین نہین آتا کہ فاضل شوشتری نے محمد بن جریر طبری مین سے یہ روایت کیونکر نقل کر دی ہم نے طبری کلان کو سارا ٹٹول ڈالا مگر اس روایت کا پتہ تک نہین ملا۔

تفسیر عیاشی | تفسیر کا فاضل مصنف حضرت امام صادق کا قول نقل کرتا ہو کہ ایک دن آپ فرمانے لگے تم جانتے ہو کہ آنحضرت کی معمولی موت سے وفات نہین ہوئی بلکہ حفصہ اور عائشہ نے آپکو زہر دیا تھا یہ سنکے ہم نے کہا کہ یہ عورتین اور انکے باپ بدترین خلائق ہین۔

شیخ طبری | فاضل شیخ نے اس سے بھی زیادہ مزیدار ایک اور روایت اسی قسم کی لکھی ہو جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہو۔ چنانچہ فاضل طبرسی لکھتا ہو کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس پھرے تو رستہ مین بارہ منافق گھات لگا کے موقع کی تاک مین بیٹھے کہ ادہر سے آنحضرت گزرین تو آپکو ہلاک کر دیا جائے۔ فوراً ان منافقون کے ارادہ اور گھات کی خبر دینے کیلئے حضرت جبرائیل عرش پر سے اترکے آئے اور حکم دیا کہ کسی شخص کو بھیجو کہ ان کے اونٹون کا منہ دوسری طرف پھیر دے۔ اس رات عمار یاسر حضور انور کے اونٹ کی نکیل پکڑکے چل رہا تھا۔۔۔۔ حذیفہ پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ غرض حذیفہ نے آنحضرت کے حکم کی تعمیل کی اور اونٹون کو دوسری طرف لوٹا دیا۔ جب حذیفہ کام کرکے واپس آیا تو حضور انور نے پوچھا تو نے دیکھا کون کونسا منافق تھا حذیفہ نے جواب دیا یا رسول اللہ مجھو تو رات کے وقت کسی کی صورت نہین دکھائی دی آپ نے فرمایا جبرائیل مجھے بتا گئے کہ ابوبکر و عمر اور منافقونکے ساتھ تھے۔ یہ ہین مزید ار حقیقی روایتین جو اپنے مصنف کی اعلے درجہ کی لیاقت قصہ گوئی کی شہادت دیتی ہین اور ایسی روایتونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ہماری عقلین کسی

صدی پہلے ہی سے سلب ہو چکی تھیں۔

قرآن مجید کی ایک آیت کی عجیب تفسیر

علی ابن ابراہیم اپنی تفسیر میں آیت کریمہ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ میں فرماتے ہین ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسکی تفسیر مین حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اُمت میرے پاس آئے گی اور اُسکے ساتھ پانچ نشان ہونگے اول نشان گوسالہ اُمت کے ہاتھ مین ہوگا مین دریافت کرون گا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتھ تم کیونکر پیش آئے وہ کہینگے ثقلین اکبر یعنی قرآن کی ہم نے تحریف کی اور ثقلین کو چاپ یعنی اہل بیت کی دشمنی پر ہم کمر بستہ رہے اور ہم نے اُن پر طرح طرح کے جور و ظلم کئے ہین اُنہین دوزخ مین جانیکا اسوقت حکم کرون گا کہ وہ پیاسے اور سیاہ رو ہونگے پھر اُس اُمت کے فرعون کا جھنڈا آئیگا اور یہی کلمات درمیان آئینگے وغیرہ وغیرہ۔

سمجھ مین نہین آتا کہ قرآن مجید کی ایسی مضحکہ خیز تفسیرین کیون کی گئین اور کیون ایسے ذہنی مطالب درج کئے گئے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات اور کیا ہوگی کہ رسول خدا صحابہ ثلاثہ کو جب دشمن اہل بیت سمجھ چکے تھے پھر اسکا تدارک آپنے اپنی زندگی مین ہی کیون نہ فرمادیا یہ ایسے سوالات ہین جو بار بار دل مین آتے ہین شان نبوت کے خلاف ہو کہ اس خوف اور دہشت سے کام کیا جاتا اور اپنے دشمنون سے تمام عمر ڈرا جائے حضور انور کی معاذ اللہ بزدلی کی یا حضرت علی کی نامردی کی ہرگز تاریخ اور واقعات شہادت نہین دیتے۔ اور نہ موجودہ اثرات سے جو کروڑہا نفوس پر ہین اُسکی تصدیق ہوتی ہو۔

ایک اور مضحکہ خیز روایت

شیعی معتبر روایت کے بموجب ایک درزی حضرت صادق علیہ السلام کے پاس قمیصین لایا اور عرض کیا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قمیصین جو مین حضور کی خدمت مین پیش کرتا ہون ان دونون کو مین نے اسصورت سے سیا ہو کہ ایک قمیص مین ہر سوئی ذکر الٰہی

کیساتھ داخل کی یعنی ہر تبرّے پہ اور ہر ہر بخیے پر ذکر الٰہی کرتا رہا اور دوسری قمیص شیخین کے تبرّے کے ساتھ سی ہے اب ان میں سے جونسی حضور کی پسند آئے حاضر ہے حضرت صادق نے تبرّے والی قمیص لے لی" مانا کہ فی الواقع شیخین پر تبرا بھیجنا کسی زمانہ میں کوئی عمدگی سمجھی گئی تھی۔ لیکن تعجب تو اس بات کا ہے کہ کیوں اہلبیت کی شان اقدس و اطہر میں سوء ادبی کی گئی حضرت صادق کو اس روایت سے انتہا درجہ بدخلق ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ فرزند رسول ہو کے ایسے اخلاق رکھتے تھے کہ گالیوں کے ساتھ سلی ہوئی قمیص کو آپ نے پسند فرمایا یا خود آپ کے نانا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خلق تھا کہ جن لوگوں نے آپکی عبادت کی جگہ کانٹے بچھائے تھے جنہوں نے حضور پر اونٹ کی اوجھڑیاں پھینکی تھیں جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے آپ کا جسم مبارک لہو لہان کر دیا تھا جنہوں نے آپ پر قاتلانہ حملے کئے تھے جنہوں نے آپکو وطن سے بے وطن کر دیا تھا اور جنہوں نے مدینہ پر کئی بار حملہ کرکے آپکے رشتہ دار اور رفقا کو شہید کر دیا تھا غرض جنہوں نے تمام ممکن الوقوع تکلیفیں آپکو دی تھیں انکے ساتھ مکہ فتح کرنے کے بعد آپنے جو کچھ سلوک کیا وہ اظہر من الشمس ہے سب کو اپنا بھائی کہکے اپنی پناہ میں لے لیا اور کسی کا بھی بال بانکا نہ ہونے دیا جب حضور انور کی یہ شان تھی پھر کیونکر خیال آسکتا ہے کہ آپکی اولاد ایسی کج خلق کی کہ دشمنوں پر (بشرطیکہ وہ دشمن بھی ہوں) تبرے کہنا اور انکے تبروں کی قمیص سلی ہوئی ذکر الٰہی کے مقابلہ میں پسند کر گئی۔ این خیال است و محال است و جنون۔

اسی قسم کی ایک اور روایت ایک دن سید الساجدین سلام اللہ علیہ وعلی آبائہ و ابنائہ کے پاس ایک شخص آیا اسنے پانی پیا اور شیخین پر لعن طعن کرنے لگا اور پھر چلا گیا حضرت سید الساجدین نے اسے بلایا اور کہا اگر میں تجھسے کوئی چیز مانگوں تو دیگا اس شخص نے عرض کیا میں تو حضور کا فدائی ہوں میرا جان و مال حضور پر سے قربان ہے جس چیز کا ارشاد ہوگا بندہ لا کے حاضر کریگا میں اسکو اپنی سعادت کونین

سمجھتا ہون حضرت نے فرمایا ان لعن طعن کے کلمون کا ثواب مجھے دے اور میری تمام عمر کی عباد توں کا ثواب جو میں نے رات دن کی ہین تو لیلے۔

نسیبہ کی کہانی حیات القلوب مین نسیبہ کی روایت عجیب قصہ کے پیرایہ مین لکھی ہے جو ایک مبالغہ آمیز مشرقی فسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی چنانچہ حیات القلوب الاتفسیر اہل بیت سے نقل کرتا ہے

ف وبقيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم نسيبة بنت كعب المازنية وكانت تخرج مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزواته تداوى الجرحى وكان ابنها معها فاراد ان ينهزم ويتراجع فحملت عليه وقالت يا بنى الى اين تفر عن الله ورسوله فردته فحمل عليه رجل فقتله فاخذت سيف ابنها فحملت على الرجل فضربت على فخذه فقتلته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بارك الله فيك يا نسيبة وكانت تقى رسول الله صلى الله عليه وسلم بصدرها وثدييها حتى اصابتها جراحات كثيرة وحمل ابن قميئة على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ارونى محمدًا لا نجوت ان نجى فضربه على حبل عاتقه ونادى قتلت محمدا واللات والعزى ونظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى رجل من المهاجرين قد القى ترسه خلف ظهره وهو فى الهزيمة فناداه يا صاحب الترس الق ترسك ومر الى النار فرمى بترسه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا نسيبة خذى الترس فاخذت الترس وكانت تقاتل المشركين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمقام نسيبة افضل من مقام فلان وفلان ۱۲

زنان نسیبہ مین سے کعب مازینہ کی لڑکی حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہتی تہی اور حضرت رسالت پناہی ہر جنگ مین لسے اپنے ساتھ رکھتے تہے کیون کہ وہ مجروحین جنگ کی مرہم پٹی کرتی تہی۔ اس عورت کا لڑکا بہی جنگ مین ساتھ ساتھ رہتا تہا ایکدن لڑائی مین لڑکے نے بہاگ جانا چاہا عورت نے غل مچا کے کہا اے بیٹے تو خدا و رسول سے بہاگتا ہے کرتے مین ایک مشرک نے اُس لڑکے پر حملہ کرکے اُسے شہید کر دیا نسیبہ نے اپنے بیٹے کی تلوار لیکے اس مشرک کی گردن اُڑا دی حضرت رسالت پناہی نے اُس کی بہت تعریف کی اور فرمایا خدا برکت دے تجہے اے نسیبہ اس عورت نے اپنے سینہ اور پستان کو آنحضرت کا سپر بنا رکہا تہا اور جفاکے لیے آپ پر جہکی پڑتی تہی مبادا آپ پر کوئی وار نہ کر بیٹہے نسیبہ کو اس لڑائی مین سخت زخم آئے اتنے مین ابن قمیہ نے آپ پر حملہ کیا اور کہا محمد کو میرے آگے لاؤ وہ کہان ہین مجہے لاکہ چہپکے لیکن مین انہین نہین چہوڑ سکتا یہ کہکے وہ اور بہی آگے بڑہا اور اسنے ایک ضرب حضرت رسالت پناہی کے دوش مبارک پر لگائی اور غل مچایا مجہو لات و عزیٰ کی قسم ہے مین نے محمد کو مار ڈالا ایکایک حضرت رسالت پناہی کی نظر بعض مہاجرین کی نامردی پر جا پڑی کہ پیٹہ کیے پیچہے سپر ڈالے ہوئے بہاگے چلے جاتے ہین آپ نے آواز دی اے صاحب سپر اپنی سپر کو پہینک دے اور دوزخ مین چلا جا مہاجرین نے یہ آواز سنکے سپر کو پہینکدیا حضرت رسالت پناہی نے نسیبہ سے کہا یہ سپر اٹہا لے یہ سنتے ہی نسیبہ نے سپر اٹہالی اور مشرکین کے ساتھ جدال و قتال مین مشغول ہوئی پہر آنحضرت نے فرمایا کہ مقام نسیبہ اور اُس کی وفاداری آج مقام ابوبکر و عمر و عثمان سے بہتر ہے۔

حضرت صدیق کا ایک اور قصہ

حضرت رسالت پناہی نے ابوبکر کو چار ہزار فوج کا سرگروہ بنا کر ایک مہم پر روانہ کیا اور حکم دیدیا اگر وہ اسلام قبول نہ کرین تو انہین قتل کر ڈال۔ ابوبکر گئے اور مسلمانو نکے

ایک گروہ کی ہمراہی مین کفار سے جا کے ملے اور حضرت رسالت پناہی کا پیغام دیا کفار نے کہا اگر رشتہ داری مانع نہوتی تو ہم تجھے معہ اصحاب کے قتل کر ڈالتے قسم ہے لات اور عزیٰ کی ہمین ذرا بھی فرق نہین ہے بس اب تجھے بھی لازم ہے کہ تو واپس چلا جا ہمارا یہ ارادہ ہے کہ محمد کو علی کیساتھ قتل کر ڈالین ابو بکر نے اپنے لشکر سے کہا کہ آؤ مدینہ واپس چلین فوج نے ہر چند اصرار کیا کہ ان پر جہاد کرنا چاہئے ابو بکر نے منظور نہین کیا جب مدینہ واپس چلے آئے حضرت رسالت پناہی نے کہا ابو بکر تو نے میرے حکم کی مخالفت کی اور تو نے اسپر عمل نہین کیا اسلئے تو گنہگار ہوا پھر حضرت رسالت پناہی منبر پر تشریف لیگئے اور یہ وعظ فرمایا اے معاشر مسلمین ابو بکر کو مین نے حکم دیا تھا کہ تو اسلام پھیلا اور جہاد کر اُس نے محض نامردی سے میری اطاعت نہین کی اور مخالف کی فوج سے ڈر گیا اب مین جبرائیل کے حکم سے عمر کو بھیجتا ہون اے عمر جا اب تو ایسا نہ کیجیو جو ابو بکر نے کیا۔غرض عمر بھی گئے اور وہ بھی خوف کھا کے واپس چلے آئے اور انہین بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لتاڑ بتائی۔

مندرجہ واقعات پر ایک عام نظر

جو روایتین گزشتہ صفحون مین نقل کی ہین ان سے خدانخواستہ میری غرض مذہب شیعی پر کسی حملہ کی نہین ہے نہ مین شیعی علما پر کوئی اعتراض کرتا ہون بلکہ میرا اصلی منشا یہ ہے کہ یہ متضاد روایتین جو ایک ہی کتاب مین ہمین ملتی ہین محض سلطنت کے دباؤ یا ایک گروہ کے اثر سے لکھی گئی ہین اور یہ ممکن ہے کہ یہ کل روایتین مجبوری سے نیک نیتی کیساتھ درج کی گئی ہون گی لکھنے والون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ آئندہ نسلون پر ان فرضی روایتون کا اثر کیا پڑے اور ان کے خیالات کو کتنا صدمہ پہنچے گا۔

شیعہ اور سنیون کے خیالات کی بنا تیسری صدی ہجری کے وسط مین پڑی اور اس سے پہلے غلط

روایات کا دونون فریق مین اس قدر زور ہو گیا تہا کہ لعظمۃ للہ خود بخاری کو صحیح روایات کے انتخاب مین سخت دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے لاکھون حدیثون مین سے چہانٹ کے چند ہزار حدیثین انتخاب کین۔ تاریخ مین یہی کہی شہادتین ملتی ہین کہ بعض بادشاہون نے ہر ایسی حدیث کیلئے جو ان کے مطلب کی ہو ایک اشرفی مقرر کردی تہی اور یہ اشرفی اس شخص کو دی جاتی تہی جو کوئی حدیث بنا کے لائے اور اس سے بادشاہ کو امداد ملے۔ جب یہ طوفان ہو تو پہر کیونکر سمجھ مین آسکتا ہو کہ جو حدیثین ہمارے آگے پیش کیجاتی ہین وہ سب صحیح ہون اور ایسا کونسا پیمانہ ہو کہ ہم حدیث کی صحت وغیر صحت اس سے جانچ سکین سوائے اسماء الرجال کے اور کوئی پیمانہ ہمارے آگے پیش نہین کیا جاتا مگر وہ پیمانہ ایسا نادرست ہو کہ اس سے ہم حدیث کی واقعی صحت کا اندازہ نہین کرسکتے۔ اسماء الرجال مین ہمین صرف یہ بات ملتی ہو کہ فلان راوی متقی ہے اور فلان پرہیزگار ہو اور فلان سچا ہو اس سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ جس روایت کی نسبت کسی راوی کی شہادت بیان کی جاتی ہو یہ شہادت کیونکر جانچی جائے۔ اگر ہم کسی راوی کا یہ پتہ لگانا چاہین کہ سلطنت سے اسکے کیا تعلقات تھے اسکا مرتبہ کیا تہا کن کن لوگون سے اسکی زیادہ رسم تہی اور اسکا مذاق مذہب کے کس پہلو پر تہا آیا وہ حضرت عمر کے فیصلون کو پسند کرتا تہا یا آپکے صاحبزادے عبداللہ کے فتوون کی آیا اسکی رائے مین حضرت علی کے فیصلے ناطق ہوتے تھے یا حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتین اسکا تسکین کرتی تہین جن صحابا یا تابعین یا تبع تابعین نے اس سے وہ روایت بیان کی تو اس روایت کا مفہوم اسنے یاد رکھا یا الفاظ یا ان روایتون کے بیان کرنیکا کیا وقت تہا اور وہ روایتین انہون نے کسی خاص مسئلہ کے استفسار پر بیان کی تہین یا خود ہی بیان کردی تہین یہ سوالات ہین جو ہر روایت کو دیکھ کے خواہ سنی کی ہو یا شیعہ کی دل مین آتے ہین مگر جب اطمینان بخش جواب

نہین ملتا تو مایوسی کے ساتھ خاموش ہونا پڑتا ہو عقل اسبات کی شہادت دیتی ہو کہ نصف روایتون کا بہت سا حصہ صحیح ہو کیونکہ ان روایتون مین عرب کے عام تمدن سے بحث کی ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری عظمت دکھائی ہو بخاری مین جہان چارون صحابہ کے فضائل بیان کئے ہین وہان نہایت روشن ضمیری سے کام لیا ہو اور ہرگز ان روایتون کو دیکھکے کیسا ہی باریک بین کیون نہ ہو ایک کی فضیلت دوسرے پر نہین ثابت کرسکتا۔ تاریخ یہ بھی شہادت دیتی ہے کہ سلطنت کا اثر بخاری پر مطلق نہ تھا اور اس نے بالکل آزادی سے حدیثون کا انتخاب کیا تھا۔ مامون الرشید کی سلطنت کا زمانہ تھا اور مامون کتنا معتزلی تھا اگر کچھ اثر پڑتا تو معتزلی ہونیکا اثر پڑتا حالانکہ بخاری بھر مین کہین مذہب معتزلہ کی بالکل تائید نہین کیگئی ہو۔

بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات | بخاری پر دو بڑے بڑے اعتراضات کئے جاتے ہین اور وہ اعتراضات ایسے سنگین ہین کہ ان کا جواب دینا مشکل ہو۔ پہلا اعتراض تو یہ ہو کہ بخاری نے ائمہ اہل بیت سے کیون نہین روایتین نقل کین حالانکہ ان سے بہتر حدیثین اور کسی کو نہین پہنچ سکتی تھین دوسرے بنی امیہ کے لوگون کی حدیثون کو کیون قلم انداز کر دیا حالانکہ ان مین بھی عمر بن عبد العزیز جیسے خوش عقیدہ اور نیک خلیفہ گزرے ہین اسی طرح اور بھی متعدد تابعین اور تبع تابعین کا پتہ لگتا ہو جو بنی امیہ مین سے تھے اور بہت ہی صادق الوعد اور راسخ الاعتقاد مسلمان تھے اور جنکے اتقا و پرہیزگاری مین کوئی کلام نہین ہو سکتا۔ ان دونون فریق کی روایتون کو یکلخت قلم انداز کر دینا ضرور کچھ دال مین کالا کالا رکھتا ہو اور یہ کھلتا ہو کہ بخاری کو کیا تو ان دونون گروہ پر خود اعتبار نہ تھا یا سلطنت کا اسپر بھی دباؤ پڑا تھا۔

جواب | پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہو کہ ائمہ اہل بیت مین سے کوئی قابل شخص بخاری کے زمانہ مین موجود ہی نہ تھا دوسرے اہل بیت کی روایتون کا انتشار اسقدر پیدا ہو گیا تھا اور موضوع

مردود روایتین اس کثرت سے جمع ہوگئی تہین کہ صحیح و غلط چہانٹی نہ جا سکتی تہین حضرت صادق کی نسبت یہ عام طور پر مشہور ہو چکا تہا کہ وہ صحابہ ثلاثہ کو اچہا نہ جانتے تھے حالانکہ آپنے اپنی زندگی مین کئی بار ان غلط خیالات کی تردید بہی کی لیکن مخالفت کا زور بڑہتا جاتا تہا اور حضرت صادق کی ایسی تردیدون کا بہت کم خیال کیا جاتا تہا جب آپکے سامنے یہ کیفیت تہی تو آپ کی وفات کے بعد اس مخالفت کی کیا نوبت ہونی چاہئے تہی جب روایتون کا یہ طوفان بے تمیزی تہا اور حضرت سید الساجدین اور حضرت باقر اور حضرت جعفر کے متعلق ایسے غلط مشہور ہو گئے تو کیونکر ممکن ہو سکتا کہ تنہا شخص بخاری تمام اسلامی دنیا مین مارا مارا پہرتا اور صحیح روایات کا پتہ لگاتا اور اگر بفرض محال وہ ایسا ہی کرتا جب بہی اُسے کامیابی نہ ہوتی کیونکہ مخالفت کا بیج پڑ چکا تہا اور تعصب بڑہتا جاتا تہا ایسی حالت مین کوئی بہی اُسکی مدد نہ کرتا اور وہ لوگ جو اہل بیت کی صحیح و غیر صحیح روایتون کے مدعی بن بیٹھے تھے ہزارہا مزاحمتین اُسکی راہ مین پیدا کر دیتے اور اُسے کبہی بہی تحقیق نہ کرنے دیتے سوائے اِسکے اور کوئی وجہ نہین ہو کہ بخاری کو ائمہ اہل بیت کی کوئی قابل وثوق صحیح روایت اس زمانہ مین بہم نہ پہنچ سکتی تہی کیونکہ معتزلی خلیفہ کا زمانہ تہا اور یہ معتزلی خلیفہ یعنی مامون الرشید اہل بیت مین سے ایک خاتون سے شادی کر چکا تہا دوسرے مذہب معتزلی کو بہی شیعہ مذہب کی ایک شاخ سمجہنی چاہئے معتزلی سلطنت ہونے کی وجہ سے ایسی روایتون کا اور بہی زور ہو گیا تہا غرض بخاری کسی صورت سے بہی ائمہ اہل بیت کی روایتین نقل نہین کر سکتا تہا۔

دوسرے اعتراض کا جواب | بنی اُمیہ سے کسی حدیث نقل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ اس زمانہ تک بنی اُمیہ والے مٹ چکے تھے اور اُن کی قبرین تک اُکھڑ کے پہینک دی گئین تہین یہانتک کہ حضرت معاویہ کا مزار بہی اُکھڑوا کے پہکوا دیا گیا تہا اور آپکی ہڈیان آگ مین جلا دی گئی تہین۔

اور یہ سب ظالمانہ اور بزدلانہ افعال بنو عباس یعنی مامون الرشید کے باپ دادا نے کئے تھے
بنی اُمیہ سخت حقارت سے دیکھے جاتے تھے اور کیا مجال تھی کہ کوئی نام بھی لے سکتا اگرچہ
بخاری نے ایک حدیث ایسی بیان کی ہے جس میں مروان کا قول ہے لیکن یہ چوری چھپے ایسا ہو گیا
ہوگا ورنہ یہ ناممکن تھا کہ بخاری مامون الرشید کی سلطنت میں رہتا اور بنی اُمیہ کی روایتیں بیان کرتا
اسکے علاوہ بخاری کے زمانہ میں کسی بنی اُمیہ کا نام و نشان بھی نہ رہا تھا سب قتل کر ڈالے گئے تھے
اور انہیں ڈھونڈ ڈھونڈھ ڈھونڈھکے مارا تھا۔ ملک شام جیسے وسیع ملک میں بنی اُمیہ کے خاندان میں سے
صرف ایک بچہ عبدالرحمٰن بچا تھا جس نے اندلس میں جا کے سلطنت بنی اُمیہ کی بنیاد ڈالی تھی
جب ایک فرد بشر بھی نہ ہو نہ اپنی روایتوں کی کوئی کتاب چھوڑ گیا ہو پھر بخاری کیون کر بنی اُمیہ
کی روایات انتخاب کرتا ہاں اگر بخاری کو علم غیب ہوتا تو وہ ضرور ایسا کرسکتا تھا یہ اعتراض تھے
جو بخاری پر کئے جاتے ہیں اور یہ جواب ہیں جو ان اعتراضوں کے ہوسکتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے
بھی بہتر جواب ہونگے لیکن میرے خیال میں یہی جواب کافی ہیں اسلئے میں انہیں پر اکتفا کرونگا۔

شیعی حدیثیں | میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ شیعی حدیث کی کتابیں جو بقول بعض شیعہ قرآن مجید سے بھی
افضل ہیں سنیوں کی کتابوں سے پچاس سال کے بعد ترتیب ہوئی ہیں اور اسلئے اُن میں
حضرت امام حسین علیہ السلام کے احکام متعلق دین بہت کم ہیں اور اس سے بھی کم ایسی
روایتیں ہیں جنکا سلسلہ حضور انور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچتا ہو کلینی ایک بہت مستند
کتاب ہے کیونکہ اس کا ماخذ سلیم ہے اور مشہور ہے کہ کتاب سلیم کے رواۃ اجلہ اصحاب سید الانبیا
صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور ائمہ ہدیٰ نے اس کتاب کو کتاب ہدایت تسلیم کرلیا ہے اور اس
کتاب کا مصنف ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمرکاب رہا ہے۔ اور جو واقعات گزرے ہیں
وہ سلیم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ غرض جو کچھ سلیم نے لکھا ہے اس میں ایک بات بھی غلط

نہین سے ایک طرف تو یہ عقیدہ ہو مگر علمائے شیعی کا ایک گروہ خود کتاب سلیم کا بہت مخالف ہو اس کتاب پر بڑی ردو قدح کی گئی ہو اور مصنف کو بڑے بڑے طعنے دیئے گئے ہین شیعی امام اعظم کتاب خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال مین ان تمام دہوان دھار نکتہ چینیون کی پوری تشریح کرتے ہین جو سلیم پر کی گئی ہین۔ اور حسن بن علی بن داؤد نے کہ شیعی عقاید کے بموجب بڑا فقیہ اور محدث ہو کتاب کی نسبت یہ لکھا ہو حیث قال ینسب الیہ الکتاب المشہور وھو موضوع یعنی سرے سے وہ کتاب سلیم کو موضوع ہی بتاتا ہو۔

یہ تو خدا کو معلوم ہو کہ کون سے بیانات صحیح ہین لیکن ہم ان متضاد اقوال سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ کسی روایت کی تصدیق اس زمانہ مین ہونی محال ہو اصل مین ہم کسی ایسی حدیث کو خواہ وہ سنیون کی ہو یا شیعون کی ہرگز تسلیم نہین کرینگے جو تمدن عرب اور تمدن اسلام کے خلاف ہو مثلاً اگر صحابہ رسول کریم کی نامردی اور بے حمیتی کی داستانین بیان کی جائینگی تو ہم کیونکر تسلیم کر سکتے ہین یا اگر یہ کہا جائے گا کہ سوا چند صحابہ کے لاکھون صحابہ حضور انور کے دشمن تھے تو ہمین خلاف مشاہدہ کیون کر اس کا یقین آئے گا یہ ایسی باتین ہین جن کو بچّہ بھی سمجھ سکتا ہے اور یہ ایسی توضیحات ہین جن سے ایک ناسمجھ بھی انکار نہین کر سکتا۔

ہزارہا روایتین ان مذہبی کتب مین بھری پڑی ہین اور وہ ایسی روایتین ہین کہ بچہ بھی سنکے ہنس دے۔ جو کچھ ہم بیان کر آئے ہین اسی کو کافی سمجھتے ہین ورنہ نقل کرنے کو تو ابھی بہت کچھ باقی ہو لیکن سوائے اسکے کہ سننے والیکو صدمہ ہو اور کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہو مناسب یہی ہو کہ شیخین کے مختصر کارنامے بیان کر دیئے جائین تاکہ ناظر کتاب اندازہ کرے کہ ان مکرم و معظم صحابہ نے اپنے زمانہ اسلام اور خلافت مین کیا کیا۔

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

جب حضور انور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو وصل باری تعالی ہوا تو کل صحابہ حضور انور کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوئے کہ اتنے مین مغیرہ بن شعبہ دوڑے ہوئے آئے اور انہون نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کس خیال مین ہو انصار سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہین اور عنقریب ان مین سے کوئی خلیفہ بنجائیگا۔ حضرت عمر یہ سنکے پریشان ہوگئے اور ڈرے مبادا فتنہ عظیم پیدا ہو جانے آپنے فوراً حضرت ابوبکر سے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی یہ کیفیت ہے حضرت صدیق نے جواب دیا جبتک رسول مقبول کی تجہیز و تکفین نہ ہوجائے گی مین یہان سے ہرگز نہین جاؤنگا یہ سنکے حضرت عمر بھی خاموش ہو رہے۔ جب صحابا اس کار عظیم سے فارغ ہوئے تو شیخین مغیرہ بن شعبہ کے ساتہ موضع مذکور مین روانہ ہوئے۔ اس وقت یہان تمام اشراف کا مجمع تہا۔ ابوعبیدہ جراح بھی شیخین کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔ کچھہ سقیفہ بنی ساعدہ ہی مین مجمع نہین ہو رہا تہا بلکہ مدینہ منورہ کے گوشہ گوشہ مین یہی کیفیت تہی۔ مہاجر و انصار کے ایک بڑے مجمع مین ابوالہیثم بن التیہان اشعار پڑھ رہا تہا جن کا مضمون یہ تہا کہ حضور انور کی وفات نے ہمارے و ماغون کو مختل کر دیا ہے اور دشمن جو ضعیف ہو گئے تھے اب قوی ہو گئے ہین۔ یمامہ مین مسیلمہ کذاب موجود ہے اور بنی اسد مین طلحہ بن خویلد مرا نہین ہے۔ یہ دونون غضب کے ہین اور ہماری مخالفت پر اٹھ کہڑے ہونگے جبتک قریش مین سے کوئی شخص خلیفہ نامزد نہوگا ہم ہرگز نہین بچ سکتے مجھے امید ہے کہ علی مرتضی ابوبکر اور دوسرے صحابہ سے مشورہ کرکے فوراً اس امر مین فیصلہ کرین ورنہ پھر بنائے بن نہ پڑے گی یہ سنکے کل مسلمانون نے کہا کہ سقیفہ بنی ساعدہ مین چلو وہان چلکے اسکا فیصلہ کرینگے۔

وہان کیفیت تہی اور یہان ذوشہادتین خزیمہ بن ثابت انصار کو یہ آمادہ کر رہے تھے کہ جس

طرح ہو بہت جلد اپنے مین سے ایک خلیفہ نامزد کرو جب یہ تحریص و ترغیب دی گئی تو انصار کے ایک مجمع کثیر نے بیان کیا کہ ہم عویم بن ساعدہ کو اپنا خلیفہ بنانا منظور کرتے ہین - چند آدمیون نے انصار مین سے اس رائے کی مخالفت کی اور اُنہون نے صاف طور پر کہا ہم عویم ابن ساعدہ کو اپنا خلیفہ ہرگز نہین بنا سکتے وہ چاہتے تھے یہی کہا کہ جبتک مہاجر جمع نہون فیصلہ ہی نہین ہو سکتا - ان مخالف باتون سے باہم تو تو مین مین ہونے لگی اور اس رد و بدل مین زیادہ دیر لگ گئی آخر کثرت رائے سے بن ساعدہ خلیفہ قرار پا گیا - انصار اُسکے ہاتھ پر بیعت ہی کرنیکو تھے کہ حضرت عمر فاروق حضرت صدیق اکبر وغیرہ پہنچ گئے ان کی صورت دیکھتے ہی انصار جنہون نے بن ساعدہ سے بیعت کرنے کیلئے ہاتھ بڑہایا تھا ٹھٹک گئے اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی جگہ پر جا بیٹھے - انہین دیکھتے ہی ثابت بن قیس اُٹھ کھڑا ہوا اور مناقب انصار مین چند کلمے کہے پھر کہنے لگا مناسب یہی ہو کہ امر خلافت ہم ہی مین سے ایک شخص کے سپرد ہو - حضرت ابو بکر نے اُسکا جواب دیکے اُسے بند کر دیا جب یہ کیفیت ہوئی تو انصار مین سے ایک شخص نے کہا منا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے - یہ محال تھا کہ اسلام کے دو خلیفہ ہوتے اور وہ ایک ہی شہر مین رہتے اس تجویز کا جواب حضرت عمر دینا چاہتے تھے کہ حضرت صدیق نے اشارہ سے منع کر دیا پھر حضرت صدیق خود ہی کھڑے ہوئے اور اسکا یہ جواب دیا - اے معاشر انصار ہم تمہارے فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے ہین اور جو مساعی جمیلہ کہ اسلام کی عمارت مستحکم کرنے مین تم نے کی ہین اُن کی داد دیتے ہین اور تمہاری قیمتی خدمتین ہم ہرگز فراموش نہین کر سکتے لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قریش کی فضیلت مسلم ہو اور وہ ایسی فضیلت ہو کہ دوسرون کو نصیب نہین ہو عرب ہرگز کسیکی اطاعت نہین کرینگے جبتک انہین سے کوئی خلیفہ نہو گا مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ خلافت تم ہم مین رہنے دو اور وزارت اپنے مین رکھو۔ خدائے عزوعلا سے ڈرو اور کوئی بات
ایسی نہ کرو کہ اسلام مین مخالفت پیدا ہو اور رخنہ پڑے خدا کے لیے کسی قسم کی خلل اندازی نکرو
حضرت صدیق جب یہ فرما چکے تو معن ابن عدی اُٹھے اور اُنہون نے یہ کہنا شروع کیا۔ اے
زمرۂ مہاجر خدا کی قسم تم ہماری آنکھون مین معزز و محترم ہو ڈر یہ ہے مبادا کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے
کہ ہم مین اور تم مین مخالفت پیدا ہو اور اُسکا خطرناک نتیجہ نکلے۔ پھر حضرت عمر نے کہا اے
گروہ انصار کیا تم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہین سنا ہو کہ آپ فرمایا کرتے تھے
الائمۃ من قریش و لاتکون ھذا الامر الا فیھم یعنی خلافت اور امارت سوائے قریش کے کسی
کو بھی سزاوار نہین ہے۔

بشیر بن سعد نے کہا خدا کی قسم مین نے یہ حدیث رسول مقبول کی زبانی سنی ہو اگرچہ مجھ بات
کا یقین ہو کہ تم مین سے ایک شخص کو ضرور خلافت ملیگی یہ سنکے حضرت صدیق نے فرمایا احسنت
احسنت و نعم الرجل انت تو نے بہت خوب کہا واہ واہ مین اپنی ذات کیلئے خلافت نہین
چاہتا یہان عمر اور ابو عبیدہ بن جراح موجود ہین ان دونون مین سے جو تمہین پسند ہو اسکو
ہاتھ پر بیعت کرلو۔ مسلمانون اور اسلام کی مصلحت اسی مین ہے یہ سنکے حضرت عمر اور حضرت
ابو عبیدہ نے کہا حاشا و کلا تیرے آگے ہماری کیا حقیقت ہے۔ یار غار اور صاحب اسرار رسول اللہ
تو ہی ہے تیرے آگے کس کی مجال ہو کہ خلافت کا دم بھرے۔ غرض قیل وقال ہونے لگی اکثر
صحابہ تو حضرت صدیق کی خلافت پر راضی ہو گئے اور بعض کو تامل ہوا بشیر بن سعد نے آگے
بڑھ کے کہا خدا کی قسم کوئی شخص اس بیعت مین مجھ سے سبقت نہین لیجا سکتا یہ کہکے ہاتھ آگے بڑھایا
اور حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی بعض کا یہ قول ہو جس نے حضرت صدیق کے ہاتھ
پر پہلے بیعت کی وہ حضرت فاروق اعظم تھے اور بعض کا بیان ہو کہ عباد بن بشیر تھے ایک روایت

مین لکھا ہو کہ حضرت بشیر بن سعد نے حضرت صدیق کے دست مبارک پر بیعت کی تو بن المنذر نے
کہا اے بشیر تجھے کیا ہوا تو نے سعد بن عبادہ کا ساتھ چھوڑ دیا جس سے حق کا خون ہو گیا تجھے
سعد بن عبادہ سے حسد تھا جس سے تو نے یہ کارروائی کی بشیر نے جواب دیا نعوذ باللہ سعد
بن عبادہ اگرچہ میرے چچا کا بیٹا ہو لیکن مین اُسکے ہاتھ پر بیعت کرکے مسلمانون کا حق برباد کرنا
نہین چاہتا یہ سنتے ہی بن المنذر نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ انصار نے بن المنذر کو پکڑ لیا
اور کہا آپ کسطرح کا خیال کرتے ہین غرض ہر طرح سے تسکین دی اُسپر بن المنذر نے کہا مجھے تسکین
دینے سے کیا فائدہ ہو جبکہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب وہ موقع آگیا ہو کہ ہماری اولاد مہاجرین
کے دروازہ پر کھڑے ہوکے ایک گھونٹ پانی کا مانگے گی اور وہ دینے سے انکار کرینگے یہ سنکر
حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا جو کچھ تو نے کہا مجھسے اور میرے بھائیون سے بہت بعید ہے
ہم نے نہ کبھی ایسا کیا اور نہ کرسکتے ہین۔ یہ سنکے بن المنذر بہت شرمندہ ہوئے اور کہا اسمین
شک نہین کہ آپ مین اور آپکے بھائیون مین مروت اور حیا زیادہ ہو لیکن جب ہم آپکے دست
نگر ہو جائینگے تو آپ کی طبیعت بھی ہماری طرف سے بدل جائے گی۔ بن المنذر کی اس تقریر کو
خود انصار نے جن کی وہ حمایت کر رہے تھے کچھ توجہ سے نہین سنا اور سب نے معہ گروہ اُسکو ہاتھ پر رضا
و رغبت بیعت کی۔ ہان قبیلہ خزرج والے بہت شرمندہ ہوئے کیونکہ اِن کا سردار سعد بن عبادہ
ناکام رہا تھا۔ یہ بھی روایت ہو کہ خلقت کا ہجوم اسقدر ہوا کہ سعد بن عبادہ کا کچلا ہو گیا اور
وہ بیچارہ فوراً جان بحق تسلیم ہوا بعض کا یہ قول ہو کہ اُسے زندہ اُٹھا کے گھر لیگئے۔ اکثر مورخون کا
یہ بیان ہو کہ تمام مہاجرو انصار مین محض سعد بن عبادہ نے مخالفت کی تھی اور صاف انکار کردیا
تھا کہ مین صدیق کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتا جب عام طور پر سب بیعت کر چکے تو سعد مدینہ سے شام
بھاگ گیا اور وہان کسی شخص نے اسے قتل کر ڈالا۔

سعد بن عبادہ کی نسبت دوسری روایت

ایک یہ روایت ہی کہ جب حضور انور کی وفات ہوگئی تو کل انصار سعد بن عبادہ کے گھر گئے اور کہا سقیفہ بنی ساعدہ مین ہم جلسہ کرینگے تو ہمارے ساتھ چل سعد بن عبادہ سخت مریض تھا اس نے مرض کا عذر کیا تو بھی انصار اسے اٹھا کے سقیفہ بنی ساعدہ مین لے آئے سعد نے ایک اسپیچ دی جسکا خلاصہ یہ ہی اے گروہ انصار تمہین آج وہ فضیلت حاصل ہی جو دنیا مین کسی کو بھی نہین ہوسکتی حضور انور اپنی قوم مین دس سال سے زیادہ نہین رہے اس عرصہ مین آپنے دعوت اسلام کی لیکن وہ ایمان نہین لائے ہان جو لوگ ایمان لائے اُن کی تعداد بہت کم ہی ۔ پھر خداوند تعالی نے تمپر رحمت کرکے تمہاری طرف اپنے رسول کو بھیجا اور یہی ذریعہ تکمیل تبلیغ اسلام کا ہوا یعنی خدائے قادر مطلق کی معاونت سے ایمان کی نعمت تمہین نصیب ہوئی ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے اصحاب شر اور آفت سے محفوظ ہوئے تم نے اپنا دھن من تن اپنے نبی پر قربان کردیا ۔ تمہاری مدد اور توفیق باری سے طوعاً و کرہاً عرب فتح ہوا اب حضور انور کی وفات ہوگئی ہی اور حضور تمہاری مساعی جمیلہ سے بہت خوش تھے اس صورت سے خلافت و امارت سزا وار انصار ہی یہ سنتے ہی سب انصار بول اٹھے اے سعد تو ہی ہمارا سردار ہی اور تو ہی ہم مین بزرگ ہی ہم تیرے آگے کسیکو نہین چاہتے ہم تجھ ہی کو اپنا خلیفہ بنائینگے ہان اگر مہاجرین نے ہم سے اسبارہ مین کچھ جھگڑا کیا تو ہم اُن سے کہدینگے کہ ایک امیر تم اپنے مین سے انتخاب کرلو اور ایک ہم اپنے مین سے انتخاب کرلیتے ہین ۔ یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ چونک پڑا اور کہا جب ابھی سے تمہارا یہ خیال ہے تو معلوم ہوتا ہی کہ تم بودے ہو اور تمہاری باتین ضعف پر دلالت کرتی ہین ۔ غرض یہان یہ باتین ہو رہی تہین اور وہان حضرت عمر کو خبر ہوئی آپ حضرت صدیق کو لیکے یہان پہنچگئے حضرت عمر کا قول ہی کہ مین نے اپنے دل مین یہ سوچ لیا تھا کہ مجمع انصار مین یہ یہ کہونگا جب مین اس موضع

مین پہنچا اور چاہا اپنے دل کی بات کہون تو ابوبکر نے مجھے منع کر دیا اور خود باتین کرنی شروع کین لیکن جو کچھ مین نے دل مین سوچا تھا وہی باتین کہین اور کوئی لفظ نہ چھوڑا غرض بے کم وکاست سب بیان کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے وعظ کا خلاصہ یہ ہے خدائے عزوجل نے اپنا رسول ہماری ہدایت کیلئے بھیجا اسلئے کہ ہم اسپر ایمان لاکے خداوند تعالی کی توحید او یگانگی پر گواہی دین چونکہ قبائل عرب اباعن جد مختلف دیوتاؤن کی پرستش مین مصروف تھے دعوت توحید انہین سخت ناگوار گزری اور انہین برا معلوم ہوا کہ ہم اپنے باپ دادا کا دین کیونکر چھوڑدین اسلئے انہون نے حضور انور کی مخالفت کی اور اسکی تکذیب کے درپے ہوئے خداوند سابق الانعام نے اولین مہاجرین کو اسکی تصدیق کے لئے مخصوص کیا تاکہ اخلاص سے اسکی اطاعت کرین اور اپنی قلت اور دشمنون کی کثرت سے اندیشہ نہ کرین انہین ایذا وضرار کفار کا کچھ خوف نہوا یہی جماعت ہے جس پر سب سے پہلے خدا کی رحمت نازل ہوئی اور جس نے رسول پر اپنی جان اپنا مال اور اپنا گھر قربان کر دیا۔ اب حضور انور کے بعد امر خلافت اسی جماعت کو سزاوار ہے اس گروہ سے سوائے ظالم کے کوئی مخالفت نہین کر سکتا۔ اے گروہ انصار ہم تمہاری مساعی جمیلہ کو جانتے ہین اور جو کچھ تم نے شریعت غرّا کی تقویت اور ملت بیضا کو ارتفاع اور اعلام اسلام اور اجرائے اوامر و احکام کیا ہے ہم سب پر روشن ہے۔ تو بھی ہم یہ کہتے ہین کہ خلافت ہمارے پاس رہنے دو اور ہم بخوشی وزارت تمہین دیتے ہین بغیر تمہارے مشورے کے کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام نہین کرینگے۔ یہ سنتے ہی بن المنذر نے مخالفت کی اور کہا اے گروہ انصار افسوس ہے کہ تم سرداری کو اپنے ہاتھ سے دیکے دوسرونکے دست نگر بنا چاہتے ہو ہان یہ ہم منظور کرینگے کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے حضرت عمر فاروق

نے اسکا جواب دیا - لا منع الامیران پھر آپنے نہایت ملائم باتین کہین اخیر بشیر بن سعد انصاری نے سب سے پہلے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ امر عظیم اسطرح طے پا گیا -

اختلاف روایات | جو روایتین ہم نے اوپر بیان کین ان مین بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن یہ اختلاف ایسا ہی جو صدہا سال کے واقعہ کی نسبت ہونا چاہیئے اور لطف یہ ہی جتنی مختلف روایتین بیان ہوئی ہین وہ سب ممکن الوقوع اور ایسے قومی مجمعون مین جہان خلافت جیسے امر عظیم کے دو بڑے بڑے گروہون مین بحث ہو ایسی باتون کا وقوع لازمی و ضروری ہی سعد بن عبادہ کا کچل کے مرجانا صرف ایک ہی روایت مین بیان ہوا ہی لیکن یہ بات خلاف قیاس معلوم ہوتی ہی کیونکہ اول تو صرف ایک ہی راوی نے اسے بیان کیا ہی اور دوسرے سعد بن عبادہ انصار کا سردار تھا اگر اسے اس قسم کا کوئی جانی صدمہ پہنچتا تو انصار ضرور بھڑک جاتے اور معاملہ جدال و قتال پر پہنچتا - رہا یہ کہ وہ شام پہنچکے مار ڈالا گیا ممکن ہی کہ یہ بات صحیح ہو کیونکہ حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کی خلافت مین اسکا پھر کبھی کوئی ذکر سننے مین نہین آیا -

تاریخی روایتین جہانتک غور کیا جاتا ہی بالکل تلی ہوئی معلوم ہوتی ہین اور نکتہ چین سے نکتہ چین نظر بھی ان واقعات مین کوئی عیب نہین نکال سکتی - ان تمام واقعات پر نظر کرکے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہی کہ یہ الزام جو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق پر رکھا جاتا ہے کہ رسول مقبول کے جنازہ کو بے تجہیز و تکفین چھوڑ کے خلافت کے لینے کیلئے چلے گئے محض غلط معلوم ہوتا ہی کیونکہ دنیا بھر کی مذہبی اور تواریخی روایات کے بموجب سب سے پہلے انصار موضع سقیفہ بنی ساعدہ مین جمع ہوئے تھے حضرت صدیق یا فاروق کو تو اس کا خیال بھی نہ تھا - اب رہی یہ بات کہ شیخین کو جانا مناسب تھا - اسکی بابت یہ عرض ہی کہ اُن کا جانا حمایت دین خدا کیلئے لازمی تھا اگر وہ نہ جاتے اور سعد بن عبادہ خلیفہ بنا دیا جاتا تو ضرور

قریشیوں اور انصار میں تلوار چلتی اور پھر تمام مسلمان مدینہ کی چار دیواری میں کٹ کے مر جاتے کیونکہ قریش کبھی دوسرے کی اطاعت نکرتے اور سعد بن عبادہ کی خلافت کا فیصلہ اگر وہ خلیفہ ہو جاتا بغیر تلوار کے نہیں ہو سکتا تھا۔ رہا یہ خیال کہ حضرت علی کو بھی موضع سقیفہ بنی ساعدہ میں آنا چاہئے تھا حالانکہ انہوں نے تجہیز و تکفین کے آگے خلافت کی کوئی پرواہ نکی تو اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ اول تو آپکو معلوم ہی نہ تھا کہ اس قسم کا جھگڑا ہو گیا ہے دوسرے رسول کریم کی وصیت تھی کہ مجھے میرے اہل بیت غسل دیں اور کفنائیں پھر بھلا آپ وصیت کے خلاف کیسے کر سکتے تھے کہ جنازہ کو چھوڑ کے چلے جاتے تیسری بڑی بات یہ تھی کہ آپ حضرت صدیق کا حق خلافت جانتے تھے اسلئے خلافت کی بحث کیوقت آپ کا ہونا کچھ ضروری نہ تھا نہ قوم نے آپکی موجودگی ضروری سمجھی تھی کیونکہ اتنے بڑے جلسہ میں جہاں ہزاروں انصار اور مہاجرین جمع ہوں ایسی ایسی طولانی بحثیں اور وعظ ہوں اور وہاں کوئی شخص بھی حضرت علی کا نام نہ لے۔ یہ ساری باتیں شہادت دیتی ہیں کہ حضرت علی خود جانتے تھے کہ رسول کریم کی خواہش کے مطابق حضرت صدیق خلیفہ بنائے جائیں اور اگر آپ کچھ بھی اپنا استحقاق سمجھتے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرتے کہ جلسہ کو میں کسی شخص کی زبانی کہلا بھیجتے کہ علی کے آنے تک کوئی فیصلہ نہو ہاں اگر اسکی تعمیل نہوتی تو دیکھا جاتا۔ مگر حضرت علی نے ایسا نہیں کیونکہ آپ اصل مطلب کو خوب سمجھتے تھے

(حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت)

حضرت علی کے بیعت کرنے کے بارے میں مختلف تواریخی روایتیں ہیں جنہیں ہم یہاں درج کر دیتے ہیں۔ ہر اختلافی روایت اپنی اپنی جگہ دلچسپ ہے اگرچہ ان میں سے بعض روایتیں ناممکن الوقوع اور طبایع عرب کے خلاف ہیں لیکن ایسے دلکش پیرائے میں ادا کی گئی ہیں کہ

دیکھئے ایک عجیب دلچسپی پیدا ہوتی ہو۔

پہلی روایت | جب مہاجر و انصار نے حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو دوسرے روز ایک بہت بڑا جلسہ قرار دیا گیا۔ ہزاروں صحابہ اُس جلسہ میں آکے جمع ہوئے پھر حضرت علی کو جلسہ مین بلایا گیا آپ تشریف لائے اور مناسب مقام پر نشست فرمائی پھر آپنے دریافت کیا تم لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہی حضرت عمر نے جواب دیا آپکے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صحابہ کے ساتھ اتفاق کریں یعنی جسطرح اُنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہو آپ بھی اُسکے ہاتھ پر بیعت کریں حضرت علی کرم اللہ وجہ نے کہا تم لوگوں نے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو قرابتی بیان کر کے انصار کو تسکین دے دی اور اِسطرح خلیفہ ابو بکر کو بنا دیا لیکن مین یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ سے جو کچھ مجھے قربت حاصل ہے تم میں سے ایک کو بھی نہیں ہو اور اس بات کو کل انصار جانتے ہین خدا تعالیٰ سے ڈرو اور انصاف کرو جب تم خود بھی انصاف کی خواہش رکھتے ہو تو دوسروں کا بھی انصاف کرو حضرت عمر نے سختی سے کہا جبتک آپ ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرینگے مین آپکو ہرگز نہیں چھوڑنے کا حضرت علی نے جواب دیا مین ایسی باتوں سے نہیں ڈرتا اور جبتک میری جان مین جان باقی ہو مین اپنے حق سے کبھی دست بردار نہیں ہونگا۔ اِس پر ابو عبیدہ جراح بولے یا ابا الحسن آپ کی فضیلت و سبقت ہم سب پر روز روشن کی طرح نمایاں ہین کیونکہ تو اہلبیت ہو اور خلافت کا استحقاق رکھتا ہو بلکہ خلافت سے بھی زیادہ بزرگی کا تو مستحق ہو لیکن جبکہ اصحاب رسول اللہ نے اتفاق کر کے ابو بکر کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہو تو تجھے بھی اُسے خلیفہ تسلیم کر لے تیرے مخالفت کرنا کسی صورت سے بھی مناسب نہیں ہو حضرت علی نے فرمایا ابو عبیدہ تو مقرب رسالت پناہی اور معتمد اُمتی ہو کے یہ کیا کہتا ہو تجھ کو سچی بات

لکھنی چاہیے جو فخر کہ حضرت عزت نے خاندان نبی کو بخشا ہو تو دوسروں کے قبضہ میں آنے دیگی
کیونکہ قرآن ہمارے ہی گھر میں نازل ہوا اور معدن علم و دین ہم ہی لوگ ہیں اوضاع
شریعت اور مصالح ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ اپنی طبیعت کے مقتضا پر عمل نکرو
کہ تمہیں اس سے نقصان ہوگا۔ پھر بشیر بن سعد بولا یا ابا الحسن جو کچھ آپ اب فرماتے ہیں اگر
ابوبکر سے بیعت کرنے سے پہلے معلوم ہو جاتا تو ہم تیرے ہی ہاتھ پر بیعت کرتے اور تیرے ہاتھ
پر بیعت کرنے میں ایک شخص بھی مخالفت نکرتا مگر یہاں تو یہ حال تھا کہ تجھے جانداری کی
کوئی خواہش نہیں ہے اور اسی سلئے تو نے خانہ خدا سے قدم باہر نہیں نکالا جو کچھ لوگوں کا عقیدہ
تیری نسبت ہے اسکو قایم رہنے دے اور ہرگز اسلام اور مسلمانوں میں مخالفت کرکے رخنہ نہ
ڈال ہم نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور یہ مہم خطیر اسکے قبضہ اقتدار میں دیدی ہے حضرت
علی نے جواب دیا اے بشیر تو یہ نہیں سمجھا بھلا مجھسے کیونکر ہو سکتا تھا کہ میں جناب حضرت خواجہ
کائنات و خلاصہ موجودات بے تجہیز و تکفین گھر پر چھوڑ کے ریاست و حکومت کیلئے دوڑا دوڑا
آتا حضرت ابوبکر نے جواب دیا ای ابا الحسن اگر مجھے یہ پہلے سے معلوم ہوتا کہ خلافت کی تجھے یہ آرزو ہے
اور تو میرے ساتھ یہ منازعت کریگا تو میں کبھی خلیفہ نہ بنتا لیکن اب یہ امر عظیم طے ہو گیا تھی بھی
میں تجھ پر کچھ دباؤ نہیں ڈالتا اگر اسوقت تیرا جی بیعت کرنیکو نہیں چاہتا تجھے اختیار ہے تو بخوشی و
خرمی گھر جا سکتا ہے۔ یہ سنکے حضرت علی اٹھ بیٹھے اور اپنے گھر چلے آئے۔

دوسری روایت | بعض مورخوں کا قول ہے کہ حضرت علی نے چالیس دن کے بعد بیعت کی اور بعض کا بیان
ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وفات کے بعد بیعت کر لی۔

تیسری روایت | بعض مورخوں کا قول ہے کہ جب حضرت نے یہ سنا کہ انصار اور مہاجرین نے
ابوبکر سے بیعت کر لی تو آپ [illegible] اپنا ساتھ [illegible] اور بصدق [illegible] ہاتھ پر بیعت کر لی

آپ ایسے پریشان ہو کے خانہ مبارک سے تشریف لائے تھے کہ آپکے کاندھے پر چادر بھی نہ تھی بیعت کرنیکے بعد آپنے گھر سے چادر منگا کے اوڑھی۔

چوتھی روایت | بعض مورخ شیخ سے بیان کرتے ہین کہ بیعت سے پہلے ابو سفیان حضرت علی کے پاس آیا اور کہا اے ابالحسن کیا تو اس سے راضی ہو کہ ایک شخص بنی تیم مین سے حکومت کے کاموں کا متصدی ہوے خدا کی قسم اگر تیری خواہش ہو تو مین سوار و پیادہ سے اس آدمی کو بھردوں حضرت علی نے جواب دیا اے ابو سفیان تو نے زمانہ جاہلیت مین ہمیشہ فتنے برپا کئے ہین اب بھی تو یہی چاہتا ہو کہ اسلام مین فتنے و فساد کی آگ بھڑکے مین ابو بکر کو خلافت کیلئے بالکل موزون سمجھتا ہوں۔ یہ سنکے ابو سفیان اپنا سا منہ لیکے چپکا ہو رہا جب شیخین نے یہ سنا کہ ابو سفیان مخالفت کرنا چاہتا ہی تو فوراً اُسکے بیٹے کو شام کا گورنر جنرل بنا کے بھیجدیا جب ابو سفیان کو یہ بات معلوم ہوئی مخالفت کے خیال سے باز آیا۔

پانچوین روایت | بعض مورخون کا یہ قول ہو کہ جب حضرت علی نے بیعت کرنے مین لیت و لعل کی تو حضرت ابو بکر نے ایک خط اپنے ہاتھ سے لکھکے حضرت علی کو بھیجا اسکا مضمون یہ تھا۔ "ابی بکر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علی بن ابی طالب کو معلوم ہو کہ مسلمانون نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہو اور میری خلافت پر راضی ہو گئے ہین تجھے بھی اور صحابہ کی متابعت کرکے میرے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہئیے" اس خط کا جواب حضرت علی نے یہ دیا "اے ابو بکر تو نے اپنے خط مین مجھ کو لکھا ہو کہ مسلمانون نے تیرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تیری حکومت پر راضی ہو گئے اور اُنکے ساتھ تو مجھسے بھی بیعت کی آرزو رکھتا ہے۔ یہ تجھے نہین معلوم کہ مین سب سے پہلے مشرف با سلام ہوا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے اول تصدیق کی مین خدائے عز و علا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ہرگز تیری خلافت سے

رضامند نہین ہون اور کبہی تیرے ہاتہ پر بیعت نہ کرونگا۔

چھٹی روایت | تاریخون مین یہ بہی لکھا ہی کہ بریدہ بن الحصیب اسلمی جو اپنی قوم مین بہت بڑا عالم اور فاضل تہا مدینہ مین آیا اور حضرت علی کے در دولت پر جھنڈے ڈیرے ڈال دیئے یہ دیکہکے حضرت عمر نے کہا بریدہ تو بہی عجیب شخص ہی صحابہ نے ابو بکر کے ہاتہ پر بیعت کی ہی اور تو علی کے دروازہ پر پڑا ہوا جمہور مسلمین سے کیون مخالفت کرتا ہی بریدہ نے جواب دیا کہ مین ان صاحب خانہ کے علاوہ اور کسی کے ہاتہ پر بیعت نہین کرونگا پہر صحابہ نے مجمع کرکے بریدہ کو بلا کے پوچہا کہ تیری مخالفت کی نسبت جو بیان کیا جاتا ہی کیا صحیح ہی کہ تو کل مہاجرین و انصار کی مخالفت پر آمادہ ہی بریدہ نے کہا سنیئے اسکی اصل وجہ یہ ہی کہ ایک بار حضرت رسالت پناہی نے مجہے اور خالد ولید کو ایک گروہ کے ساتہ ملازمت علی ابن ابی طالب مین جانب یمن روانہ کیا خدا کی قسم مین نے علی کی بہت مخالفت کی اور سفر بہر مین آپسے کشیدہ خاطر رہا جب ہم حضرت رسالت پناہی کے حضور مین حاضر ہوئے تو حضور نے استفسار فرمایا کیون علی سے کیسی بنی مین نے اس کدورت کیوجہ سے جو اوّل روز سے میرے دل مین تہی علی کی غیبت کی یہ سنتے ہی حضرت رسالت پناہی کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپنے فرمایا یا بریدة ای قطع رجل الا ولی الناس بکم بعدی" جب مین نے سرور عالم کی زبان مبارک سے یہ کلمے سنے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم مین نے اس چیز سے توبہ کی جو تیرے غصّہ کی باعث ہوا اب مین عرض کرتا ہون کہ میرے حق مین دعا کر اور میری بخشش کی طلب کر حضرت رسالت پناہی نے ارشاد کیا علی کو آجانے دے اتنے مین حضرت علی آگئے اور مسجد کے ایک گوشہ مین بیٹہکے اپنی جوتیون کو صاف کرنے لگے مین نے عرض کیا یا رسول اللہ تو نے وعدہ کیا تہا علی آجائے تو مین دعا کردون اب تو علی بہی آگئے دعا کیون نہین کرتا آنحضرت نے علی کیطرف

خطاب کرکے کہا اے علی یہ بریدہ ہو اس نے میرے پاس آکے تیری برائی کی اب طلب آمرزش کرتا ہو تو اجازت دیتا ہو تو اسکی مغفرت کی دعا مانگی جائے علی راضی ہو گئے اور پھر میری مغفرت کی دعا مانگی گئی حضرت علی نے بہی میری بخشش چاہی کہتے ہین بریدہ جنگ جمل او صفین مین بہی حضرت کیساتہ تہا۔

یہ اختلافی روایتین ہین جو حضرت علی کی نسبت ہمین کتب تواریخ مین ملتی ہین اسکا سب باتون پر توسب کا اتفاق ہو کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتہ پر بیعت ضرور کی صرف اختلاف اس مین ہو کہ کب کی۔ دیکھنا یہ ہو کہ اگر حضرت علی او شیخین کی مخالفت کو تسلیم کرلین تو کل واقعات پر جو شیخین کے زمانہ خلافت مین ہوئے پانی پھر جاتا ہو کیونکہ جس محبت اور دلی ہمدردی سے حضرت علی نے شیخین کو امور خلافت مین مدد دی ہو اسکی نظیر ملنی مشکل ہو تو یہ بات غلط معلوم ہوتی ہو کہ ان کی باہم کوئی مخالفت ہو۔ ہان باقی کی یہ دو روایتین کہ حضرت علی نے سنتے ہی بیعت کرلی صحیح معلوم ہوتی ہین کیونکہ حضرت علی کو کوئی وجہ مخالفت کی نہین تہی اور آپ ایسی مخالفت کر بہی نہ سکتے تھے جس سے قوم وملت کو کوئی صدمہ پہنچتا۔ یہ ممکن ہو کہ حضرت علی خلیفہ بننا چاہتے ہون لیکن جب قوم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو آپنے بہی برضا ورغبت فوراً بیعت کرلی حصل یہ ہو کہ حضرت علی کا مرتبہ باہمی نوکا جہونکی اور شش سے بہت بلند ہو آپ اوّل درجہ کے عالی ظرف اور صاحب ہمت تھے اور ایسی باتونکی آپکو بہت کم پروا ہوتی تہی۔

(مختصر واقعات خلافت)

جب حضرت صدیق اکبر مستقل خلیفہ بنائے گئے تو سب سے پہلے جو آپ کو کام کرنا پڑا وہ لشکر اسامہ کی روانگی کے متعلق تہا آپنے حکم دیدیا کہ جو لوگ اسامہ کے ساتہ جانے کیلئے نامزد

ہو چکے ہیں اور جنہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مقرر فرما چکے ہیں وہی لوگ بھیجے جائیں گے اور اس میں کچھ تغیر و تبدیل نہیں ہوگی۔ یہ اعلان دیکھتے ہی بہت سے صحابہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں اور کیوں اس لشکر کثیر سے مدینہ کو خالی کرتے ہیں۔ قبایل عرب اور یہودی جو مدینہ کے قرب وجوار میں رہتے ہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں اگر آپ نے لشکر اسلام کو روانہ کر دیا تو غضب پا ہو جائیگا اور مسلمانوں کو جان کے لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ حضرت صدیق نے یہ سنکے جواب دیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگر قبائل عرب اور یہود ملکے میرے ٹکڑے بھی اڑا دیں میں ہرگز باز نہ آؤنگا۔ پھر چند انصار حضرت فاروق اعظم کے پاس آئے اور کہا آپ ابو بکر سے جا کے کہیں کہ یہ مہم جسپر اسامہ بھیجا جاتا ہے بہت بڑی ہے اسکے لئے کوئی معمر تجربہ کار شخص مقرر ہونا چاہئے جو اس اہم اور بزرگ کام کی انجام دہی خوش اسلوبی سے کرے۔ اسامہ ابھی بچہ ہے اور نہ اسے کوئی تجربہ حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت فاروق حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور ساری کیفیت بیان کی حضرت صدیق کو یہ سنتے ہی غصہ آگیا آپنے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا " ثکلتک امک یا ابن الخطاب " رسول کریم تو اسامہ کی سپہ سالاری کا عہدہ عنایت کریں اور تو اسے معزول کرنا چاہتا ہے غرض اسامہ کا لشکر تیار ہوا اور اسامہ روانہ ہونے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوا حضرت صدیق اکبر گھوڑے کی باگ پکڑ کے اسامہ کیساتھ پاپیادہ چلنے لگے اسامہ نے کہا ابو بکر یہ کیا کرتے ہو کیا تو آپ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور یا مجھ ہی نیچے اترنے اور پاپیادہ چلنے کی اجازت دیجئے حضرت ابو بکر نے نہ مانا اور اسیطرح باگ پکڑے ہوئے بہت دور تک ساتھ ساتھ چلے آئے آپ افسران فوج کو سمجھاتے تھے کہ اسامہ کی ہرگز نافرمانی نہ کرنا جو کچھ وہ حکم کرے اسکو بدل وجان ماننا پھر آپنے سبکو مخاطب

کرکے یہ ہدایت فرمائی بچون۔ بوڑھون اور عورتون کو نہ مارنا اور میوہ دار درختون کو نہ کاٹنا۔ اور اُن فقراؤن اور راہبون کو جو خانقاہون اور گرجون مین خدائے کائنات کی یاد مین بیٹھے ہون مت چھیڑنا اور نہ اُنکے ساتھ کوئی تعرض کرنا۔

یہ روشن ہدایتین ہین جو پیغمبر اسلام کے خلیفہ اوّل نے سب سے پہلے اپنے لشکر کو کین اور شائستہ قوانین جنگی کی دنیا مین بنیاد قایم کی بعض مورخون نے اُسامہ کی روانگی کے واقعہ کو اسطرح لکھا ہو کہ جب صحابہ نے آپ پر زور دیا کہ لشکر اُسامہ کو مدینہ سے روانہ نکرین صرف اِس مصلحت سے کہ بدوی عربون کی نیت بد معلوم ہوتی ہو تو آپ نے بڑے جوش سے جواب دیا کہ اگر مدینہ کی شاہراہین خون مین تر ہو جائین اور مسلمان مدینہ کی گلیون مین کاٹ ڈالے جائین مین ہرگز اُسامہ کو روانہ کرنے سے باز نہ آؤن گا کیونکہ میرے رسول صادق نے اُسے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا یہ تھی صداقت اور یہ تھا سچا عشق جو حضرت صدیق اپنے ہادی برحق سے رکھتے تھے کسی تاریخ مین اِس فدائیانہ عشق کی مثال نہین ملتی۔

اسامہ | غرض اُسامہ روانہ ہوکے قبایل قضاعہ پر حملہ آور ہوا۔ خوب لڑائیان ہوئین۔ تمام قبائل کو زیروزبر کرڈالا بعض مورخون کا یہ قول ہو کہ اُسامہ نے اپنے باپ زید کا خوب انتقام لیا کیونکہ وہ یہین شہید ہوئے تھے بعض کا بیان ہو کہ یہان کوئی لڑائی ہی نہین ہوئی اور اُسامہ مدینہ واپس چلے آئے۔

اسود عنسی کا قتل | جب باذان یمن کا حاکم مسلمان ہوا تو اُس نے یہ کوشش کی کہ اُسکے قرب جوار کے لوگ بھی مسلمان ہو جائین چنانچہ بکثرت لوگ مسلمان ہوگئے۔ جب باذان کی وفات ہوگئی تو حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو یمن کا حاکم بناکے بھیجا اور علیحدہ علیحدہ ایک ایک شہر پر ایک ایک حاکم مقرر کر دیا

یعنی بحران پر عمرو بن حزام اور بحران و زبید کے درمیانی موضع پر خالد بن سعید ابی العاص ہمدان پر عامر بن فہیرہ اور حکومت صنعا کہ جو دار الملک یمن تھا شہر بن باذان ۔ مارب پر ابو موسیٰ اور حضر موت پر زیادہ بن ولید انصاری اسطرح مختلف شہروں پر مختلف حاکم بنا کے بھیجدیئے اور معاذ بن جبل کو تعلیم شریعت غرا کیلئے نامزد کیا۔

جب حضور انور نے مکہ سے مراجعت فرمائی اور آپ مدینہ میں کچھ عرصہ کے بعد صاحب فراش ہوگئے تو اسود عنسی کہ عبہلہ بن کعب کے نام سے موسوم تھا اور اسے ذوالحمار بھی کہا کرتے تھے نواحی یمن میں دعویٰ نبوت کر بیٹھا۔ یہ شخص بڑا چالاک اور شعبدہ باز تھا اسنے شعبدے دکھا دکھا کے قبیلہ مذحج کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ سب لوگ اس پر ایمان لے آئے غضب یہ ہوا کہ قیس بن عبد یغوث جو اس نواح میں صاحب اثر اور دولتمند شخص تھا مرتد ہو کے اسکے ساتھ ہوگیا اور اسکی فوج کا سپہ سالار بنگیا۔ یہ شخص پہلے مسلمان ہوگیا تھا لیکن آخر میں اس نے دغا کی اور کھلم کھلا اسلام کا مخالف ہوگیا۔ اسود نے سوار و پیادہ کی ایک جمعیت کے ساتھ سب سے پہلے شہر بن باذان پر حملہ کیا۔ شہر اسکے حملہ کی خبر پاکے پایۂ تخت سے نکلا اور اسود سے مقابل ہوا خوب دست بدست جنگ ہوئی آخیر شہر بن باذان شہید ہوا اور اسود فتح کا باجا بجاتا ہوا صنعا میں داخل ہوا۔ اسود کی اس نمایاں فتح سے تمام یمن میں ہلچل پڑ گئی اور اسلامی حکومت کی بنیادیں ہل گئیں۔ اسود نے صنعا کو قبضہ میں کرکے شہر کی بیوہ سے شادی کر لی۔ اس بیوہ کا ایک چچازاد بھائی فیروز نامی تھا اسود نے اس شخص کو داذویہ نامی ایک آدمی کے ساتھ ان ابنائے عجم کا جو یمن میں رہتے تھے سردار مقرر کیا۔

عمرو معدی کرب | ایک اور شخص عمرو معدی کرب جو بڑا زبردست اور صاحب اثر آدمی تھا

مرتد ہو کے اسی اثنا مین اسود سے مل گیا اسکی اصلیت یہ ہی کہ شخص مذکو حضرت رسالت پناہ صلی
کی خدمت مین پہلے حاضر ہوا تہا اور اس نے التجا کی تہی کہ حضور زبید کی جگہ مجہے کردین حضور نے
منظور نہین فرمایا اور زبید کی جگہ دوسرے قابل شخص کا تقرر ہو گیا عمرو معدی کرب کو سخت ناگوار
گزرا اور یہ حضور انور سے کشیدہ خاطر رہنے لگا یہانتک کے اسود نے دعوی نبوت کیا اور یہ فوراً
اسکے ساتہ جا ملا۔ اسکے جا ملنے سے اسود نے ایک زبردست قوت پیدا کر لی اور وہ اسکے
صدقے مین قریب قریب تمام یمن کا مطلق العنان حاکم بن بیٹھا۔

نامہ حضور انور جب حضور انور کو یہ خبرین پہنچین کہ اسود نے یہ آفت برپا کر رکہی ہی تو آپ نے
ایک مہم بہیجنے کی تجویز کی اور اسود کو ایک رقعہ لکہا اور معاذ بن جبل کو اس مہم کا سرگروہ
بنا کے روانہ کیا۔ اب اسود کے دو بڑے بڑے مصاحب تہے ایک قیس بن عبد یغوث دوسرا
فیروز دادویہ یہ دونون اسکی بیجا حرکات سے سخت پریشان ہو گئے اور مجبور ہو کے انہون نے
اسود کے قتل کا ارادہ کر لیا اور برابر موقع کی تاک مین لگے رہے جب معاذ بن جبل پہنچے تو
وہ دونون انکے ساتہ آ کے گٹہ گئے اور اب اسکی قتل کی تدبیرین کرنے لگے لیکن ان
سازشون کی بہنک اسود کے کان مین بہی پڑی اور وہ گہبرا گیا اس نے قیس کو تخلیہ
مین بلا کے کہا کہ تو اور کئی آدمیونکے ساتہ میرے قتل کی سازش کر رہا ہو تجہے معلوم نہین
کہ اس سازش کا نتیجہ تجہے کیا ملے گا ایک عذاب تجہپر ہو گا اور تو برباد ہو جائیگا قیس نے یہ سنتے
ہی اسود کی ذات کی قسم کہائی اور صاف انکار کیا کہ تجہے یہ خبر غلط پہنچی ہی مین نے کسی
کیساتہ سازش نہین کی۔

اسیطرح اور بہت کچہ اطمینان دیکے قیس چلا آیا اور اسنے اپنے احباب سے کہا کہ ہماری سازش
کی خبر اسکو ہو گئی ہی اب ہمین ہوشیار رہنا چاہئے مبادا وہ ہمین کچہ نقصان پہنچائے۔

اسی سازش کے زمانہ مین عامر بن شہیر اور ذوالکلاع وغیرہ امرائے عظام کے خطوط آئے جن مین اسود سے سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا تھا۔ اور التجا کی گئی تھی کہ جسطرح ہوسکے اُس کا قلع وقمع کر دیا جائے۔ قیس کو یہ خطوط دیکھکے اور بھی جرأت ہوئی۔ فیروز نے کہا ٹھیرو مین اپنی چچازاد بہن کے پاس جو آجکل اُسکی بیوی ہے جاتا ہون اور اُس سے مشورہ کرتا ہون دیکھو اُس کا عندیہ کیا ہو چنانچہ فیروز اپنی بہن کے پاس گیا اور اُس سے حال دریافت کیا وہ عورت یہ سنکے بہت خوش ہوئی اور کہا اسود سے میرا دم بھی ناک مین آگیا ظالم رات بھر شراب کے نشہ مین بیہوش پڑا رہتا ہو غسل جنابت آجتک اِسنے کیا ہی نہین۔ مین تمھین ایک ترکیب بتاتی ہون جس سے تم بآسانی اسپر قابو پا سکتے ہو کہ فلان وقت فلان باغ مین تم آجاؤ پھر ایک خاص علامت سے تمہین بتا دون گی کہ اسود آج کی شب فلان کمرہ مین سوئے گا۔ چونکہ اُسے اپنے تمام امیرون سے شک ہو اسنے دروازہ پر سخت سخت پہرے بٹھا دیئے ہین کوئی پرندہ پر نہین مار سکتا تم دیوار کے پیچھے چھپ جانا اور اُس مین آہستہ آہستہ ایک چھید کر لینا اور پھر وقت پر کمرہ مین گھسکے اُسکا کام تمام کر دینا۔

واقعۂ قتل | یہ سنکے فیروز واپس چلا آیا اور شب کو فیروز۔ داذویہ اور قیس بن عبد یغوث مقام مقصود پر پہنچے اور اُسی ترکیب سے دیوار کے پیچھے چھپکے اُس مین سوراخ کر لیا پھر آپس مین باتین ہونے لگین کہ پہلے کون کمرہ مین جائے۔ داذویہ نے کہا ہنی مین ضعیف آدمی ہون شاید میری ضرب کارگر نہ ہو اور اسود جاگ جائے مین نے قیس سے کہا تو یہ کام کر سکتا ہے اسنے جواب دیا مجھے مین عادت ہو کہ جب مین قتال کرتا ہون تو میرے دل مین دغدغہ پیدا ہو جاتا ہے ممکن ہو کہ اسوقت ضرب کارگر نہ لگے اور اسود جاگ اُٹھے اور ہماری ساری محنت

ضایع ہو جائے۔ جب مین اپنے رفقا سے مایوس ہو گیا تو مین خود اسود کے کمرہ مین داخل ہوا جب کمرہ مین پہنچا تو مین نے دیکھا میرے پاس تلوار نہین ہی مبادا یہ جاگ اُٹھے اور کام بنا بنایا بگڑ جائے۔ مین نے یہ سوچا کہ جب یہان پہنچ گیا ہون تو کچھ کرنا چاہیے مین نے اُس کی گردن کا منکا توڑ ڈالا۔ جب گردن ٹوٹتے ہوئے اُس نے غل مچایا تو تمام پہرے والے دوڑتے ہوئے دروازہ پر آئے اور پوچھا ہمارے پیغمبر کو کیا ہوا کیون غل مچاتا ہی اسود کی بیوی نے کہا خاموش نزول وحی ہو رہی ہی۔ وہ سنکے چپکے اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ فیروز کا بیان ہی کہ بعد ازان قیس گھر مین آیا اور ہم اسود کا سر تن سے جدا کرکے باہر نکل آئے اور آرام منزل پر پہنچگئے۔ ہم نے استراحت کی۔ علے الصباح ہم نے اذان دی اور نماز پڑھی اتنے مین بہت سے مرید اسود کے ہم پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے ہم نے اسود کا سر اُنکے آگے ڈال دیا وہ سب تتر بتر ہو گئے پھر ہم بخوشی وشادمانی شہر مین آئے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسود کے قتل کی خبر دی اور ہماری وجہ سے اسلام کی پشت قوی ہوئی کہتے ہین کل تین مہینے اسود نے یمن پر حکومت کی۔

خطبہ جب حضرت صدیق تخت خلافت پر بیٹھے تو آپنے مسجد نبوی مین یہ خطبہ پڑھا تھا۔ اے لوگون تمہین معلوم ہو کہ تمہاری ولایت کا عہدہ مجھے سپرد ہوا ہی اگر میری زندگی عدالت اور مروت مین کٹے تربیت اور ہمت سے مجھے نصرت دینی چاہیے اور اگر مجھے کسی امر مین غلطی ہو جائے تو تم مجھے آگاہ کردو مداہنہ اور میل کے پاس ہوکے نہ جاؤ کیونکہ سچ بولنا امانت ہی اور جھوٹ بولنا خیانت۔ تم یقین کرو کہ ضعیف ترین آدمی میرے نزدیک قوی ہی جبکہ مین اُسکی داد لون۔ ایمان کے خلاف کوئی قوت کام نہین دیسکتی سوائے ذلت اور خواری کے اور کچھ نہین ہوتا۔ کوئی گروہ فساد اور بغاوت نہ کرے ورنہ حوادث زمان اور ربانی کہنا

بلا مین گرفتار ہو جائیگا جبتک مین خداوند تعالیٰ کی متابعت اور فرمانبرداری کرون تم میری اطاعت کرو اور اگر حکم خدا کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہو جائے تم ہرگز میری اطاعت نکرو بلکہ میری مخالفت کرو۔ اِس سے زیادہ راستبازی اور صداقت کیا ہو سکتی ہی جس نے اپنی قوم مین زندگی کی ایک تازہ روح پھونک دی اور جس نے بتادیا کہ جو شخص خدا کی اطاعت نکرے تم ہرگز اُس کی اطاعت نکرو تم جو نکہ راستباز ہو ایک راستباز بندہ تمہارا آقا بن سکتا ہی تم حق کہنے مین ایک شہنشاہ کے آگے بھی آزاد ہو سچ کو امانت اور دروغ کو خیانت کے لفظ سے تعبیر کرنا آپکی صداقت اور راستبازی کی شہادت دیتا ہی۔

خالد ابن الولید۔ جنگ طلیحہ بن خویلد و قتل سلمیٰ بنت مالک

جب اُسامہ کا لشکر کامیابی کے ساتھ واپس چلا آیا اور وہ قبایل عرب جنہون نے سر اُٹھایا تھا دوبارہ مطیع اسلام ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے طلیحہ بن خویلد کی سرکوبی کے لیئے فوج کو نئی طرح سے ترتیب دیا سامان باربرداری وغیرہ کا انتظام کرکے آپ معہ فوج مدینہ کے باہر تشریف لاے جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے جو مدینہ سے صرف ایک مرحلہ ہی تو حضرت علی نے گھوڑے کی باگ پکڑکے کہا مین مصلحت نہین سمجھتا یا ابو بکر کہ آپ آگے بڑہین آپ مدینہ واپس چلے آئین اور طلیحہ بن خویلد سے کسیکو اپنی طرف سے جنگ کرنے کیلئے بھیجدین۔ حضرت ابو بکر نے حضرت علی کے اِس مشورہ پر فوراً عمل کیا اور آپ فوج کی کمان خالد کو دیکے خود مدینہ واپس چلے آئے۔

خالد کمان افسر بنکے آگے بڑھے اور موضع بزاخہ مین پہنچے جو بنی اسد کا مسکن تھا اور یہین طلیحہ بھی رہتا تھا یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن بعد ازان اپنے قبیلے بنی اسد کے ساتھ وطن مین آکے مرتد ہو گیا اور صرف مرتد ہی نہین ہوا بلکہ دعوے نبوت کر بیٹھا اور فتویٰ دیدیا کہ شراب حلال ہی نماز و روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہین ہی ہر شخص نا کارہی اور

عیاشی کے لئے آزاد ہو جن بات کو نفس چاہے وہ بخوشی کرسکتا ہو۔

طلحہ کی جمعیت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے بہت بڑھ گئی تھی جب خالد قریب پہنچے تو اُنھون نے لشکر طلحہ کی خبر لانے کیلئے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن ارقم کو روانہ کیا۔ رستہ مین ان سے طلحہ کا مقابلہ ہوگیا یہ صرف دو آدمی اور وہ کئی تھے لڑائی ہوئی اور خوب تلوار چلی اور یہ دونون صحابہ شہید ہوگئے جب ان صحابہ کی شہادت کی خبرین پہنچین تو خالد مقتل مین آکے پہنچے دیکھا دونون صحابہ شہید پڑے ہوئے ہین۔ رضائے الٰہی سے صبر کیا اور نہایت استقلال کے عزم بالجزم کرکے اسلامی سپاہ آگے بڑھائی۔ خالد نے بہت ہی قریب پہنچکے طلحہ کو ایک مراسلہ روانہ کیا جس مین لکھکے بھیجا کہ اب بھی توبہ کرے اور اپنی حماقت سے باز آ۔ خدا اور رسول تیرا قصور معاف کردینگے اور تو خدا کے برگزیدہ بندون مین ہو جائے گا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خالد کے اس خط کی طلحہ نے اپنی فرضی پیغمبری کے خمار مین کچھہ پروا نہ کی جب خالد کو کامل مایوسی ہوگئی تو اپنی فوجون کی ترتیب دینی شروع کی میمنہ مین عدی ابن حاتم طائی کو مقرر کیا میسرہ مین زید الخیل کے بیٹے کو متعین کیا اور آپ قلب لشکر مین قایم ہوئے طلحہ کیساتھ قبایل بنی اسد۔ غطفان اور فزارہ تھے مسلمانون کی طرح طلحہ نے بھی صف بندی کی دونون لشکرونکی صفین ایک دوسرے کے مقابلہ مین جم گئین۔ طلحہ کے ہان کچھہ تھوڑی دیر تک سکوت رہا دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل آنیکو ہین اسلئے مین بغیر اُنکے مشورہ کے جنگ مین پیشقدمی نہین کرینگا۔

طلیحہ ایک فرضی جبرائیل کا راستہ دیکھ رہا تھا، اور وہان خالد اپنی صفون اور پرون کی ترکیب اور حملون کی صورتین ملاحظہ کر رہا تھا یہانتک کہ اُس کی طرف سے عتبہ بن حصن نے سات سو سوارون کو لیکے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ خوب خوب لڑائی ہوئی مگر عتبہ کا منہ پھر پھر گیا جب عتبہ کو ہزیمت ملی اور اُس نے لشکر اسلام کی یہ آن بان دیکھی تو طلیحہ کے پاس بھاگا ہوا آیا اور کہا کیا ابھی تک جبرائیل نہین آئے۔ طلیحہ نے جواب دیا مین اُنہین کا راستہ دیکھ رہا ہون ابھی تک وہ نہین آئے۔ یہ سُنکے عتبہ بہت سخت آزردہ ہوا اور طلیحہ عاد کرتا میدان جنگ مین چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس آیا اور گھبرا کے پوچھا جبرائیل آئے طلیحہ نے انکار کیا نہایت پریشان ہو کے پھر میدان جنگ مین واپس گیا فوج کو لڑایا اور جب کامیابی کی صورت نہ معلوم ہوئی تو پھر بھاگا ہوا آیا اور طلیحہ سے پوچھا کیون جبرائیل آئے۔ اب کے طلیحہ نے جواب دیا کہ ہان آئے عتبہ نے خوش ہو کے پوچھا کیا خبر لائے طلیحہ نے کہا کہ جبرائیل نے آتے ہی مجھ کو یہ خطاب کیا ان لک رحیا کرحاہ وحدیثا لاینساہ" مترجم تاریخ اعثم کوفی نے ان کلمات کا یہ ترجمہ کیا ہو کہ "تو خالد سے ہرگز برسر نہین آنے کا اور ایک ایسی حالت تجھپر آئے گی جسکو تو ہرگز نہین بھلا سکتا۔" یہ سُنتے ہی عتبہ کو سخت غصہ آیا اُس نے طلیحہ سے کہا مجھپر تو کیا تجھپر ایک ایسی حالت آنے والی ہو جو تجھے کبھی فراموش نہین ہوسکتی پھر اپنی قوم کی طرف خطاب کرکے کہا اے قوم فزارہ یہ بدبخت طلیحہ کذاب اور بدمعاش ہو مین اس کے دھوکے مین آگیا تھا خدا اس سے ہر شخص کو بچائے۔ یہ کہکے میدان جنگ سے معہ اپنے آدمیون کو چلدیا۔

دوسری روایت یہ ہو جب خالد نے اسے نمایان شکست دی تو عتبہ بھاگ کھڑا ہوا طلیحہ نے پوچھا میدان سے کیون بھاگتا ہو عتبہ نے جواب دیا ہم تو اپنی باری ختم کر چکے اب جبرائیل سے کہنا کہ وہ اپنی بانگی دکھائین کیونکہ اُن کی باری ہو دو چار ہاتھ تو میدان مین آکے انہین بھی مارین

کیفیت کھلے کہ جنگ کیونکر کرتے ہین بنی فزارہ بھاگ گئے تو بنی اسد اور بنی غطفان کے بھی قدم اُکھڑ گئے۔ خالد کی تلوار کی کہین پناہ نہ تھی۔ طلیحہ دو تین میدان جان توڑ کے لڑا تھا مگر سیف اللہ کی سیف سیف ہی تھی۔

اُبھر جا کہ شمشیر او کار کرد	یکے را دو کرد و دو را چار کرد

جب طلیحہ نے دیکھا کہ صفین کی صفین کام آچکی ہین اور کل قبائل پیٹھ دکھا چکے ہین تو آ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکے بھاگ کھڑا ہوا اور فرضی جبرائیل کا لاڈلا بیٹا گم سطح کا فور ہوا اُسنے سیدھی بدھ کی لی اور نہ جنگل کی لی۔ کل شہر سے راہ جنگل کی لی کمبخت سیدھا جا شام ہولیا۔ خالد نے فوراً اُسکے تعاقب مین گھوڑا ڈالدیا وادی الاخراب نامی ایک موضع مین اُسے جا لیا۔ یہان عتبہ معہ اپنے گروہ کے مورچہ زن تھا کئی میدان بہت خونریز ہوئے آخیر عتبہ اور قرہ بن سلمہ طلیحہ کے یہ دو بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے۔

طلیحہ بھاگا ہوا سیدھا شام آیا اور غسانی شاہون کے آگے التجا کی اور کہا مین ارتداد سے باز آیا اور صاف دل سے توبہ کرتا ہون چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔ جب خالد کو طلیحہ سے فراغت ملگئی تو اس نے قانون جنگ کے مطابق عتبہ و قرہ کو قید کرکے بطور جنگی قیدی کے حضرت صدیق اکبر کے پاس مدینہ بھیجدیا۔ جون ہی دونون مذکورہ بالا اشخاص حضرت صدیق کے حضور مین پہنچے حضرت صدیق نے نہایت پراثر لہجہ مین اُنہین شرمندہ کیا اور اسلام کی بہت سی خوبیان اُنہین سمجھائین۔ دونون اشخاص نے توبہ کی اور بطیب خاطر توبہ کرکے مسلمان ہوگئے۔

طلیحہ سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر	جب ان لوگون کا قلع قمع ہوگیا اور خالد کی تلوار نے فرضی نبی کا فیصلہ کردیا تو طلیحہ سلمیٰ بنت مالک کو ملک گیری کی ہوس دامنگیر ہوئی یہ

کمبخت پہلے مسلمان تہی لیکن ہوائے نفسانی سے اُس نے نہ صرف اسلام جیسے روشن دین سے روگردانی کی بلکہ جہلا کو بہکا کے اسلام کے مقابلہ مین آمادہ پرخاش ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے میدان جنگ مین گرفتار ہوکے حضور انور کی خدمت مین لائی گئی تہی اور جب حضرت رسالت پناہی کے حضور مین کفر سے تائب ہوکے مشرف باسلام ہوئی تو حضور انور نے اُسے چہوڑ دیا تہا۔ مگر حضرت رسالت پناہی نے یہ ارشاد کردیا تہا کہ سلمی طلحہ بنت مالک دل سے مسلمان نہین ہوئی ہو یہ ضرور کبہی نہ کبہی کچہ رنگ لائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اُس نے کہلم کہلا بغاوت کی اور قبایل غطفان۔ ہوازن سلیم۔ اسد اور طے کو اپنے ساتہ ملا کے پوری قوی ہوگئی بہادر سپہ سالار اسلام یعنی خالد نے جون ہی سلمی کی بغاوت کی خبرین سنین فوراً اپنے گہوڑے کی باگین اپنی ظفر موج فوج کے ساتہ اُسکی طرف اُٹہا دین ادہر سلمی ہی مقابلہ پر آئی۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی سیف اللہ کی شمشیر زنی کی دہاک مچگئی جسطرف بہادر سپاہ سالار نے رخ کیا صفین کی صفین اُلٹ گئین طرفین سے دل کہول کے مقابلے ہوئے آخر سلمی عین میدان جنگ مین مارگئی اور یہ فتح عظیم خالد کو نصیب ہوئی۔

ایک اور فرضی مرسلہ | سجاح بنت المنذر نصرانی عورت تہی۔ نبوت کے خیالات مدت سے اسکے دماغ مین جگہ کہائے ہوئے تہے۔ یہ اعلے درجہ کی فصیح اور بلیغ تہی اسکے وعظ مشہور زمانہ ہین جہان سیکڑا بلکہ ہزارہا آدمی اس کی خوش بیانی پر مٹے ہوئے تہے جون ہی اُس نے حضرت رسالت پناہی کی خبر وفات سنی علانیہ نبوت کا دعوی کربیٹہی اور اب سجع باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ یہ وحی الٰہی ہی۔ قبیلہ بنی تغلب نے سب سے پہلے اُسکے دعوی نبوت کی تصدیق کی اس ہوشیار عورت نے اپنے متابعین کو نماز روزہ زکوٰۃ اور صدقہ کی ہدایت کی اور سوئر کا گوشت

حلال کر دیا۔ جب کل بنی ثعلب اُسکے حلقہ بگوش بنگئے تو اُس مین گونہ قوت پیدا ہو گئی۔ اِس چالاک عورت نے نام قبایل عرب کے پاس مسجع اور مقفہ خطوط بھیجنے شروع کر دیے صدہا عرب آنے شروع ہوئے اور سبنے اسکی متابعت کی اب اُسکی قوت پوری ہوگئی اور اُسکا داو ہمسایون پر چلگیا۔

اِس چالاک عورت نے اپنی اِس کثیر تعداد ہی پر قناعت نہین کی بلکہ اسنے اور بھی آگے اپنی نظرین دوڑائین اور بنی تمیم کے رئیس مالک بن نویرہ کو خط لکھا اور اپنے مذہب مین آنے کی دعوت کی۔ مالک بن نویرہ اِس عورت کے داؤ مین آگیا اور فوراً ترک اسلام کر کے مرتد بنگیا جب بکثرت قبائل عرب اُسکے مطیع ہوگئے تو سبنے باتفاق اِس چالاک عورت سے کہا کہ مخالفونکی ضرور خبر لینی چاہیئے اور ایک کو چن چنکے مارنا چاہیئے۔ چالاک عورت نے کہا جبتک آسمان سے وحی نہین اُترے گی مین کچھ نہین کہسکتی۔ چنانچہ اِس عورت نے سوچ سمجھکے ایک فرضی وحی کی ترتیب دی اور عبارت کو خوب مسجع کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ سب سے پہلے بنی رباب کی خبر لینی چاہیئے۔ یہ مشورہ کر کے بنی رباب پر جا پڑی اور اُن بیچارون کا قتل عام کر دیا۔ اِس غیر معمولی فتح سے سرخوش ہو کے کسی دوسرے پر حملہ کرنے کا مشورہ ہونے لگا سب کی رائے اسپر قرار پائی کہ اُمت محمد سے زیادہ فی الحال کوئی قوی ترین دشمن ہمارا نہین ہی مناسب یہ ہی کہ پہلے ابوبکر کے لشکر کا قلع قمع کر دین اور مدینہ فتح کر کے وہان اپنی فتح کا جھنڈا گاڑ دین پھر ہمارے مذہب کی بنیادین دنیا مین قایم ہو جاینگی چالاک عورت نے اِس مشورہ اور تجویز کو بغور سنا اور اپنے سردارون کے جواب مین یہ کہا جبتک وحی نازل نہوگی مین کوئی فیصلہ نہین کر سکتی۔ شب کو تخلیہ مین ایک مسجع عبارت کی ترتیب دی اور علی الصباح اِس فرضی وحی کا مضمون اپنے سردارون کے آگے پڑھ کے سنایا

مضمون صرف یہ تہا کہ پہلے یمامہ پر حملہ کرنا چاہیئے اوربس حضرت صدیق اکبر نے شرجبیل بن حسنہ اور عکرمہ بن ابی جہل کو سجاح کی سرکوبی کے لئے یمامہ روانہ کیا۔ خالد نے یہ ارادہ کرلیا تہا کہ شرجبیل اور عکرمہ کے ساتہ یمامہ مین آگے بڑہ جائین لیکن جب بہادر سپاہ سالار نے سجاح کی دوسری خبر سنی تو توقف کیا ادہر شرجبیل اور عکرمہ مفصل کیفیت عرض کرنے کیلئے مدینہ مین واپس چلے آئے کہ دیکہئے اِن دو مدعیان نبوت کی آپس مین کیونکر نبڑتی ہے۔ خالد نے بہی بڑی عقلمندی کی کہ سجاح کے قلع قمع کرنے کے لئے آگے قدم نہین اُٹہایا اور یہ موقع خاموش ہی رہنے کا تہا کیونکہ دو دشمن اسلام ایک دوسرے سے ہمنبرد ہونے کی تیاری کر رہے تہے۔

غرض سجاح بنیہ کی فوج جانب یمامہ روانہ ہوئی مسیلمہ سنتے ہی گہبرا گیا کہ سجاح لشکر کثیر کے ساتہ اُسپر چڑہی چلی آتی ہے مسیلمہ نے فوراً ایک سفارت سجاح کے پاس بہیجی تاکہ اِس مدعی نبوت کی غرض معلوم ہو جائے سفارت نے پیغام مسیلمہ کا اُسکے پاس پہنچایا۔ سجاح نے جواب دیا مجہے وحی الٰہی ہوئی ہے کہ مین تمہارے ساتہ جدال قتال کرون بس سوا اِس کے میری کوئی غرض نہین ہے یہ سنتے ہی قاصد واپس چلے آئے مسیلمہ جسنے دعوٰی نبوت کیا تہا ایک چالاک شخص تہا وہ جانتا تہا اگر مین نے اِس عورت سے لڑکے اپنی قوت زائل کر دی تو پہر مسلمان آسانی سے مجہے ہڑپ کر جائینگے۔ وہ یہ بہی جانتا تہا کہ اِس عورت نے مثل میرے جہوٹا دعوٰی کیا ہے تو بہی اُسکے ساتہ صلح کر لینا ہر طرح سے بہتر ہے۔ یہ خیال مسیلمہ کذاب کا بہت صحیح تہا اِس نے ایک خط دیکے پہر دوبارہ سفارت کو روانہ کیا۔ اِس خط کا مضمون یہ تہا کہ خداوند تعالٰی نے نصف زمین تو قریش کے قبضہ مین دیدی ہے اور نصف زمین کی بخشش کر کے مجہے محمد کے ساتہ نبوت مین شریک بنا دیا ہے اب اگر تو انصاف سے کام لے

تو نصف قریش والی زمین کے حق کا عزو علا تجھے مالک بنا دیگا اور اب چونکہ تجھپر وحی نازل ہوتی ہے تیری فرمانبرداری کرنی لازم اور ضروری ہوئی جب میری سفارت تیرے پاس پہنچ جائے مجھے امید ہے کہ تو اپنے خواص کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تاکہ میں تیری شیرین کلامی سے محفوظ ہوں۔

زان لب شیرین تکلم یک سخن گر بشنوم + تا قیامت آن سخن ورد زبان من شود

جب یہ خط سجاح نے دیکھا بہت خوش ہوئی اور کہا تم لوگوں کی تعریف میں خدا نے ابھی مجھپر وحی نازل کی ہے تم وہ لوگ ہو جو شراب کو حرام کہتے ہو اور نیکوکاری جو کرتے ہو خدا اُنکا تمہیں اجر عظیم دیگا۔ غرض مسیلمہ کذاب کی سفارت کامیاب ہوگئے۔ یمامہ چلی آئی اور سجاح کے مہربانی آمیز الفاظ سب وہیں اداکیے۔ مسیلمہ کذاب نے کہا کہ بیشک وہ عورت مرسلہ ہے اور اس میں ہرگز شک نہیں رہا۔ تمہاری تعریف میں ایک وحی مجھپر بھی خداوند تعالی نے نازل کی ہے۔ تم ایسی ہی تعریف کے مستحق ہو ان دونوں میں صلح ہوگئی اور سجاح اپنے خاص خاص سردار نکے ساتھ مسیلمہ سے ملنے آئی۔ کذاب نے اپنے قلعہ کے پاس ایک خیمہ نصب کرایا اور وہاں بڑے تپاک سے آکے سجاح سے ملا۔ سجاح نے اثنا رگفتگو میں کہا اے مسیلمہ کیا خدا نے اسوقت کوئی وحی بھیجی ہے مسیلمہ نے جواب دیا ہاں۔ سجاح بولی وہ وحی کونسی ہے مسیلمہ نے فرضی وحی سنادی اسمیں سجاح کی بہت تعریف تھی۔ یہ توصیفی جملے سنکے چالاک عورت بہت خوش ہوئی اور کہا بلاشک تو سچا پیغمبر ہے۔ جب مسیلمہ نے اس عورت کا التفات اپنی طرف دیکھا تو چکنی چپڑی باتوں سے اُسے اپنے جال میں پھنسانے کیلئے یہ کہا کہ ہم دونوں سچے پیغمبر ہیں مناسب ہے کہ میرا اور تیرا نکاح ہوجائے کمبخت عورت پہلے ہی سے مسیلمہ کو نازک اندام دیکھکے اسپر فریفتہ ہو چکی تھی اور اُس کی ساری ہوشیاری اور فرضی نبوت خاک میں ملچکی تھی نکاح کا نام سنتے ہی رضی

ہوگئی۔ نکاح لفظ ہی ایک فرضی تھا۔ دونون مین ناجائز تعلق ہوگیا اور خود سجاح اپنا سا منہ لیکے واپس چلے آئے تین دن اور تین رات دونون اُسی خیمہ مین رہے اور اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے رہے چوتھے روز سجاح اپنی فوج مین چلی آئی۔ لوگون نے پوچھا کہ تین دن تک کہان رہی سجاح نے کہا کہ مین نے مسیلمہ کے ساتھ نکاح کرلیا ہے کیونکہ ایک مرسلہ کے لئے مرسل کا ہونا مناسب ہے۔ لوگون نے کہا تیرا مہر کیا بندھا سجاح نے جواب دیا کچھ بھی نہین لوگون نے طعنے دیئے اور کہا تو ابھی جا اور مہر ٹھیرا کے آ بغیر مہر کے نکاح نہین ہوسکتا۔ وہ عورت شرمندہ شرمندہ واپس آئی مسیلمہ نے دروازے بند کرا دیئے اور آپ کوٹھے کی منڈیر پر چڑھکے بولا سجاح تو دوبارہ کیون آئی۔ سجاح نے کہا مہر لینے آئی ہون مسیلمہ نے کہا تیرے ساتھ کوئی موذن ہے۔ عورت نے جواب دیا ہان شیث بن ربعی میرا موذن ہے۔ شیث کو بلا کے کہا تو اپنی قوم مین منادی کردے کہ فجر اور عشا کی نماز تم لوگون پر معاف کردی۔ یہ سنکے سجاح اپنے لشکرگاہ مین واپس چلی آئی اور اس نے اپنے مصاحبون سے ساری کیفیت مہر کی بیان کردی۔ سجاح کی اس حرکت سے اُسکے سمجھدار معتقد بدظن ہوگئے اور آپس مین کہنے لگے ہمنے ناحق اس عورت کے جال مین پھنسکے اپنا دین وایمان کھویا۔ یہ تو بڑی فاحشہ نکلی تین دن کمبخت مسیلمہ کے ساتھ رہکے آئی ہے اور اس نے اپنی عصمت اور عزت کا ذرا خیال نہین کیا۔ اب کس منہ سے خالد کے آگے جائین اور ہمین کیونکر جرأت ہوسکتی ہے کہ اُسکی خدمت مین حاضر ہوکے اپنی خطا کا رہونکا اقرار کرین اور گزشتہ اعمال بد سے تائب ہون ؎

باتو نشستن بکدام آبرو　　　وز تو بریدن بچہ مردانگی

اخیر قبائل عرب باہم مشورہ کرکرکے اُس سے متفرق ہونے لگے اور اُنہون نے یکے بعد دیگرے ادہر اُدہر کھسکنا شروع کیا یہانتک کہ صرف چند آدمی ملازم رہگئے اور ساری جمعیت ٹوٹ

گئی۔ قبائل عرب کے شیوخ نے حضرت صدیق اکبر کی خدمت مین توبہ نامے بھیجے اور عفو تقصیر چاہا اور سب بطیب خاطر مسلمان ہوگئے۔ ساتھ ہی سجاح نے بھی اپنی نجات مسلمان ہونے مین ڈھونڈھی اور اس فساد عظیم کا اسطرح خاتمہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کا قتل | مالک بن نویرہ وہ رئیس تہا جو سجاح کے دام تزویر مین پھنس چکا تہا اور افتراق سجاح کے بعد موضع بطاح مین رہتا تہا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب خالد کو رخصت کیا ہے تو یہ ہدایت کردی تھی کہ کسی قبیلہ یا موضع پر حملہ کرنے سے پہلے جاسوسون کے ذریعے سے یہ خبر تحقیق کر لیا کرنا آیا یہان اذان بھی دیجاتی ہے یا نہین اگر اس موضع سے اذان کی آواز سنائی دے تو کبھی اُدہر کا رخ نہ کرنا اور اگر اذان کی آواز نہ آئے تو وہان کے رہنے والون کو دعوت اسلام کرنا اگر وہ مسلمان ہوجائین فبہا نہ مسلمان ہون تو جزیہ کی درخواست کرنا جزیہ بھی نہ دین تو اُن سے جنگ کرنا۔ خالد نے حضرت صدیق اکبر کی ہدایت پر عمل کرکے چارونطرف جاسوس بھیجدیئے جب خالد موضع بطاح پر پہنچے تو چند جاسوسون نے تو یہ بیان کیا ہم نے اذان کی آواز سنی اور چند نے حلفیہ اسبات کی شہادت دی کہ ہم نے کئی روز مین ایک وقت کی بھی اذان نہین سنی سابق الذکر شہادت دینے والون مین ابو قتادہ انصاری بھی تھے جنہون نے باصرار خالد کو یقین دلایا تہا کہ مین نے اپنے کانون سے موضع بطاح مین اذان سنی۔ مگر ان متضاد بیانون سے خالد کو اطمینان نہین ہوا خالد بن نویرہ سے خود ملنے گیا کہ اسبات کی پوری تحقیق ہوجائے آیا مالک مسلمان ہے یا نہین۔ ملاقات ہونے کے بعد تہنا گفتگو مین مالک بن نویرہ جب سرور عالم حضرت رسالت پناہی کا ذکر کرتا تہا تو ان حقارت انگیز الفاظ مین حضور انور کی طرف اشارہ کرتا تہا قال رجل کہ کذا یہ سنکے خالد کو

سخت غصہ آیا اور نہایت درشت لہجہ میں کہا اے کتے یہ تو کیا بکتا ہے پیغمبر ہمارا مردہ تہا تیرا نہیں تہا یہ کہکے اپنے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اُنہوں نے مالک کی گردن اُتار لی۔

قتل کی دوسری وجہ — بعض تاریخوں میں یہ لکہا ہے کہ جنگ کے بعد مالک بن نویرہ گرفتار ہوکے آیا تو خالد نے ایک محفوظ مقام میں کل قیدیوں کے ساتھ نویرہ کو بھی نظر بند کر دیا شام کو جب سردی زیادہ ہوئی تو خالد کو اسیران جنگ پر رحم آگیا کہ شب کو یہ سردی میں نہ اکڑ جائیں خالد نے حکم دیا کہ ایک شخص جاکے یہ پکار آئے کلمہ۔ اذا اراد اللہ شیئا ھیا اصابہ پکارنے والے نے اِن الفاظ کو دوسرے پیرایہ میں پکارا جسکے معنی بنی کنانہ کے محاورے میں یہ ہوتے تھے کہ اسیران جنگ کو قتل کر ڈالو اتفاق سے اُسوقت بنی کنانہ پہرہ پر تھے اُنہوں نے آنکھہ بند کرکے سبکو قتل کر دیا جوں ہی خالد کو اِس افسوسناک واقعہ کی خبر ہوئی اُسکی زبان سے بیساختہ یہ نکل گیا اذا اراد اللہ امرا اصابہ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اِسکی بیوہ سے خود نکاح کر لیا۔

اصل واقعہ تو صرف اِسقدر ہی لیکن سنی شیعوں میں خاص اِس حادثہ قتل اور نکاح کی نسبت وہ وہ رد و بدل ہوئے ہیں کہ کتابوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں ہم اُن اعتراضات اور جوابات کو قلم انداز کرکے اصل واقعہ پر بحث کرتے ہیں ہمیں ہرگز شبہ نہیں کہ مالک بن نویرہ مسلمان نہیں تہا کیونکہ جھوٹی مرسلہ سجاح کا مرید ہونا اور اسلام سے روگردانی کرنا مالک کا عیاں ہو چکا ہے۔ تاریخ میں اِسکا کہیں پتہ نہیں لگتا کہ قتل سجاح کے مالک نے بھی بعد ازاں اپنے ارتداد سے توبہ کی ہو رہا ابو قتادہ انصاری کا یہ شہادت دینا کہ میں نے اُس قبیلہ میں اذان ہوتی ہوئی سنی اِس امر کی کافی دلیل نہیں ہو سکتا کہ مالک

مسلمان تھا۔ اُن کی یہ شہادت ضرور سچی ہوگی لیکن یہ ایسی شہادت ہے جس سے اصل مطلب کا پتہ نہیں لگتا جب اُسکا مسلمان ہونا کسی صورت سے ثابت نہیں ہو سکتا پھر خالد کا اسکی بیوہ سے نکاح کرنا کیونکر قابل اعتراض بن سکتا ہے۔

حضرت عمر کا اعتراض | جب اس واقعہ کی خبر مدینہ منورہ میں پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خالد پر صرف اسلئے زیادہ غصہ آیا کہ اُس نے ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو کیوں نہیں تسلیم کیا چنانچہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور کہا کہ خالد نے یہ فعل کیا ہے اور ابو قتادہ انصاری کی شہادت کو مسترد کر کے مالک بن نویرہ کو قتل کر ڈالا اس پر ابو قتادہ نے قسم کھائی ہے کہ آئندہ سے خالد کے ماتحت ہو کے کبھی کام نہ کروں گا مناسب یہی ہے کہ خالد کو سپاہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر نے انکار کیا کہ یہ کبھی نہ ہوگا جس کی تلوار کافروں کے مقابلہ میں کھلی ہوئی ہو اور اسلام کی فتوحات کر رہا ہو اُسے میں موقوف کردوں۔ حضرت عمر نے باصرار کہا کہ خالد سپاہ سالاری کے قابل نہیں ہے اُسے آپ ضرور معزول کر دیں اُس نے بڑا جرم کیا ہے جب حضرت صدیق اکبر زیادہ مجبور ہوئے تو خالد کو ایک قاصد کے ہاتھ بلا بھیجا کہ مدینہ حاضر ہو۔ چنانچہ خالد حکمنامہ خلیفہ دیکھتے ہی بھاگوں بھاگ مدینہ پہنچا۔ جب خالد مسجد نبوی میں پہنچا حضرت عمر نے غصہ میں اُس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا مسلمان کو قتل کر کے اُس کی بیوی سے تو نے نکاح کر لیا خدا کی قسم میں تجھے سنگسار کروں گا اور ہرگز تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ خالد نے حضرت عمر کی اس درشت کلامی کا مطلق جواب نہ دیا۔ حضرت عمر اُسے پکڑے ہوئے حضرت ابو بکر کے پاس لائے۔ حضرت صدیق نے کیفیت دریافت کی خالد نے کہا آپ عمر کو باہر کر دیں تو میں مفصل کیفیت بیان کروں حضرت صدیق نے فوراً حکم دیا عمر باہر چلے جاؤ۔ اللہ اکبر

کیا تو وہ غصہ تھا یا یہ اطاعت کہ گردن جھکا کے آپ سیدھے باہر چلے آئے اور ہونٹ تک نہین کی جب خالد اور حضرت صدیق تنہا ہوئے تو خالد نے کہا یا خلیفہ رسول اللہ آپ کو یاد ہوگا مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کہا ہے پھر بھلا آپ خیال فرما سکتے ہین کہ سیف اللہ سوائے کافر کی گردن کے مومن کی گردن پر کیون چلنے لگی یہ سنکے حضرت ابوبکر نے کہا فارجع من فوره الی عملک خالد بہت خوش ہوئے اور شادان و فرحان مسکراتے ہوئے باہر چلے آئے حضرت عمر رستہ مین بیٹھے ہوئے انتظاری کر رہے تھے کہ دیکھئے کیا فیصلہ ہوتا ہی اور خالد کو کیا سزا دیجاتی ہی لیکن جب خوشی کی صورت مین خالد کو دیکھا تو آپ سمجھ گئے خالد بچکے نکل آیا اور پھر آپنے ایک لفظ بھی زبان سے نہین کہا۔

حضرت عمر کا خیال | حضرت عمر کا خیال بالکل صحیح تھا آپسے ابوقتادہ نے قسم کھا کے کہا تھا کہ مین نے خود گروہ مالک مین اذان کی آواز سنی اور خالد نے میری شہادت کو بلا وجہ تسلیم نہین کیا چونکہ آپ مین جوش اسلام بہت تھا اور آپ غصیلے بھی بہت تھے ابوقتادہ کی گواہی پر بھڑک اٹھے اور خالد کو اس جرم مین سزا دینی چاہی۔ مگر ابھی تک معاملہ طے نہین ہوا تھا خالد کی صورت دیکھکے آپ کو ضرور غصہ ہوتا تھا اور یہ بھی کہنا زیبا تھا کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کرکے اسکی بیوہ سے نکاح کیا ہو تجھے سنگسار کرنا چاہئے ان تمام جوشیلی باتون اور دہمکیون سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ حضرت عمر کو خالد کے مجرم ہونے کا کامل یقین تھا آپنے حضرت ابوبکر پر بھی بات کا زور دیا تھا کہ خالد کو معزول کرکے اس امر کی تحقیقات کرنی چاہئے مگر جب مطلع صاف ہوگیا تو حضرت عمر نے سوائے نیچی گردن کر لینے کے اور کچھ نہین کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابتدائی زیادتی سے آپ نادم تھے۔ اگر آپ اسے مجرم سمجھتے تو ضرور اپنے زمانہ خلافت مین اسے سنگسار کراتے مگر آپنے ایسا نہین کیا۔

اگر شیعی روایتو نکے بموجب ہم مالک بن نویرہ کو مسلمان تسلیم کرین تو پھر یہ سوال باقی رہتا ہو کہ آیا خالد جیسا جوشیلا مسلمان سپاہ سالار صرف ایک حسینہ عورت کے لئے اسقدر قتل و غارت کر سکتا تہا اور اگر یہ بھی مان لین کہ اُس نے مالک کی بیوہ کے لئے یہ سارا جدال و قتال کیا تو پھر اُن ہزارہا اصحابہ رسول کریم پر حرف آتا ہے جو خالد کی ماتحتی مین جنگ کر رہی تہو جس طرح ابو قتادہ انصاری نے خالد کی ماتحتی مین کام کرنے سے قسم کھالی تہی دوسرے صحابہ نے جو اُس سے بھی زیادہ جلیل القدر تھے ایسا کیون نہین کیا حالانکہ خالد کا اُنپر کچھ دباؤ نہین تہا جس طرح ابو قتادہ کا کچھ نہ کرسکا اُن کا بھی کچھ نہ کرسکتا تہا۔ مگر کسی نے ہونٹک نہین کی سب نے خالد کو اپنا سردار تسلیم کیا۔ اور نہ کوئی شکایت حضرت ابوبکر کے پاس بھیجی کہ خالد نے یہ حرکت کی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہو کہ خالد کی یہ کارروائی منصفانہ تھی اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ تھی نہ کسی تاریخ مین مالک بن نویرہ کی بیوی کی کوئی شکایت درج ہو اگر وہ مظلوم ہوتی اور اُسکا خاوند اسلام کی حالت مین قتل ہوتا تو وہ ضرور خالد کے خلاف خلافت کبریٰ مین دعویٰ دائر کرتی اور اُس سے قصاص چاہتی۔ مگر اِن مین سے ایک بات بھی نہین ہوئی پھر کیونکر ثابت ہوسکتا ہو کہ مالک ناحق مارا گیا۔

مسیلمہ کذاب کا قتل | جب خالد بن الولید الزام سے بری ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق نے حکم دیا کہ فوراً یمامہ پر چڑھائی کر کے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی جائے۔ خالد خلیفہ کے احکام لیکے روانہ ہوئے اور بہت پھرتی سے اپنے لشکر مین پہنچے اور ہر قسم کا سامان حرب اور رسد و باربرداری وغیرہ جمع کر کے اِس صورت سے لشکر کی ترتیب دی۔ انصار کو علیحدہ کیا اور اُن کی فوج کی کمان ثابت بن قیس کو سپرد کی اور مہاجر کا کمان افسر ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ و زید بن الخطاب کو بنایا اور حکم دیدیا کہ اِن کمان افسرون کی خلاف ورزی نہو

اور اُنکے ہر حکم پر تسلیم خم کیا جائے آپ کل فوج کا سپہ سالار بنا اور یمامہ کی طرف اپنے گھوڑے کی باگین اُٹھائین۔ اور موضع ایاض کو اپنا لشکرگاہ بنایا کیونکہ یہ موضع یمامہ پر حملہ کرنے کی جان تہا۔ ابہی اتنا مین خالد کی فوج بدرقہ نے ایک جماعت کو گرفتار کیا جو گھوڑون کی باگین ہاتھون مین لئے ہوئے سوار تھے یہ جماعت کی جماعت گرفتار ہوکے خالد کے پاس آئی۔ خالد نے اُن سے سوالات کئے تو معلوم ہوا کہ وہ مسیلمہ کذاب کے معتقدون مین تھے خالد نے دعوت اسلام کی لیکن اُنہون نے قبول نہین کی سب کو قتل کا حکم دیا گیا۔ جب ساریہ بن عامر و مجاعہ بن مرارت کی نوبت آئی تو ساریہ نے کہا اے خالد تو انہین قتل نہ کر یہ تیری آئندہ بڑی امداد کرینگے کیونکہ یہ مسیلمہ کے خاص صاحبون مین ہین اور انہین کل حالات اچھی طرح معلوم ہین خالد نے اُنہین فوراً چھوڑ دیا لیکن اپنی فوج کی نگرانی مین سپرد کر دیا۔

اسوقت مسیلمہ کی حالت بہت ہی اچھی تھی جمعیت کے زیادہ ہونے سے وہ بہت قوی بن گیا تہا۔ اسکی عجیب کیفیت ہے جس صورت سے اس نے قوت حاصل کی وہ بہت ہی دلچسپ ہے ایک شخص نہار الرجال نامی حضور انور کی خدمت مین حاضر ہوکے مشرف باسلام ہو گیا تہا جب وہ یمامہ آیا تو مسیلمہ کذاب کا معتقد بنگیا اور اسلام سے اُس نے روگردانی کی اور بنی حنیفہ کے بھرے مجمع مین لوگون کو دھوکا دینے کیلئے یہ بیان کیا کہ محمد سے خود محمد عربی نے کہا کہ نبوت مین مسیلمہ میرا شریک ہے یہ سنتے ہی بنی حنیفہ مسیلمہ پر ایمان لے آئے کہتے ہین جب خالد نے یمامہ پر چڑہائی کی ہے تو مسیلمہ کے پاس چالیس ہزار فوج تھی۔

ایک دن مسیلمہ کے خاص مصاحب نے جو اُسکے بہت سے راز جانتا تہا یہ دریافت کیا کہ سچ بتا یہ کیا بات ہے آیا تو درحقیقت نبوت مین محمد کا سہیم ہے یا نہین مسیلمہ نے کہا اصل یوں ہے چیتا

ہے تو بات یہ ہو کہ ایک اندہیری رات کو ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھسے یہ کہا اشهد انك كاذب وان محمدا صادق مین ہرگز نبی نہین ہون لیکن یہ جاہ و ثروت جو مین نے پیدا کی ہو بغیر دعوی نبوت کے ممکن نہ تھی۔

معتبر تاریخون مین لکہا ہو کہ جب سجاح کا خاتمہ ہوگیا اور خالد کو اسکے فکر سے فرصت ملی تو اس بہادر سپاہ سالار نے بنی تمیم کی سرزمین پر موضع بطاح مین اپنی فوجین ڈالدین اور حضرت ابو بکر کو مفصل کیفیت لکہکے بہیجدی اور مزید احکامات کا منتظر رہا۔ اس عرصہ مین مسیلمہ کی قوت بڑہتی گئی اور وہ نہار الرجال اور محکم بن الطفیل کی جہوٹی شہادتون سے زور پکڑتا گیا جب خالد کے حملہ اور یلغار کی خبر اُسے معلوم ہوئی تو اسنے محکم بن الطفیل اور بڑے بڑے ملکی سردارونکو بلاکے کہا تمہین معلوم ہو کہ خالد لشکر جرار لیکے تمہارے ملک کو زیروزبر کرنا چاہتا ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ بالکل برباد کردے اب تمہین جان توڑکے جنگ کرنی پڑے گی اگر تم قدم جماکے لڑے تو خالد کو مار لینا کچھہ مشکل نہین ہو۔ اعیان یمامہ نے کہا لے پیغمبر تو غم نہ کھا ہم جان ہتیلی پر رکھکے میدان جنگ مین جائین گے اور خالد کو مزا چکھا دینگے کیا تو وہ اسی میدان مین کھیت رہا اور یا مدینہ بھاگ کے چلا گیا۔ تو دیکھیو ہم کیا کرتے ہین اور کیا جوہر شجاعت دکہاتے ہین محکم بن الطفیل نے اعیان یمامہ کا دل بڑھانے کیلئے انکی حوصلہ مندی کی ان الفاظ مین تعریف کی "احسنتم نعم الرجال انتم"

خالد نے سب سے پہلے بیس آدمی بطور فوج بدرقہ دیا مسیلمہ مین بہیجے اور حکم دیدیا کہ یمامہ کا جو شخص ملے اُسے گرفتار کر لاؤ۔ یہ چہوٹی سی فوج بدرقہ روانہ ہوئی تہوڑی دور جانے نہ پائی تہی کہ چند آدمی رستہ مین ملے۔ ان آدمیون مین ایک شخص مجاعہ بن امران تہا اور دوسرا ماریہ بن عامر تہا۔ یہ دونون سرداران یمامہ مین سے تہے مسلمانون کی جماعت نے پوچھا تم

تھین ہرگز نہین چھوڑنے کے انہون نے نکل جانے کی بہتیری کوشش کی لیکن جماعت اسلام نے انہین گرفتار کرکے خالد کے حضور مین حاضر کیا خالد نے دریافت کیا تمہارا اعتقاد کیا ہی سب آدمیون نے کہا کہ ہماری طرف سے مجاعہ جوابدے گا جو کچھ دریافت کرنا ہو اس سے دریافت کرو۔ خالد نے مجاعہ سے خطاب کیا مجاعہ نے جوابدیا مین اور سارے حضور انور رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ حیات مین مدینہ گئے تھے اور حضور انور کا شرف ملازمت حاصل کرکے مشرف باسلام ہوگئے تھے جب ہم یمامہ واپس آئے تو یہان ہم نے مسیلمہ کذاب کا زور دیکھا محض اس خیال سے کہ یہ ہمارے اہل وعیال اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو برباد کردیگا ظاہر طور پر اسکے معتقد ہوگئے ورنہ ہم اصل مین اُسے کذاب اور گمراہ جانتے ہین۔ اسکے بعد اس نے کہا اے امیر (خالد) اگر تو یمامہ پر قبضہ کرنا اور مسیلمہ کا قلع قمع چاہتا ہو تو ہمین قتل نہ کر ہم آگے چلکے تیری بہت امداد کرینگے۔ خالد نے انہین فوج کی حفاظت مین دیکے باقی کو تہ تیغ قتل کردیا۔ اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا۔

خالد بڑھتے بڑھتے موضع عقربا نامی پر پہنچا۔ اور اس موضع پر قبضہ کرکے اپنی فوجین فنون حرب کے مطابق ڈالدین یہ مقام جنگ کی جان تھا اور بالکل مسیلمہ کے حصار کے دامن مین واقع تھا اور یہان سے خاطر خواہ حصار پر حملہ ہوسکتا تھا۔ گویا اسکو یمامہ کی کنجی سمجھنا چاہیئے مسیلمہ بھی اپنی فوج سے تیار تھا اُس نے حصار مین محصور ہوکے جنگ کرنی بہتر نہ سمجھی اپنی فوج کو باہر نکال لایا اور خالد کے مقابلہ مین خیمہ زن ہوا۔ اور اپنی تمام فوجون کی ترتیب نہایت خوش اسلوبی سے کرکے اور میمنہ اور میسرہ کو درست کرکے اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ جن پر اُسے بہت بڑا اعتماد تھا قلب لشکر مین قیام کیا۔

خالد نظر غور سے مسیلمہ کی ترکیب فوج اور آمادگی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے بھی اپنی فوج

فوج کو آراستہ کرنا شروع کیا۔ زید بن الخطاب کو میمنہ مین بھیجا اور زید بن الحارث کو میسرہ مین نامزد کیا دونون فوجین آگے بڑہین اور تلوارون پر ہاتہ پڑے۔ سب سے پہلے مخالف طرف کا ایک شخص نہار نامی زید بن الخطاب کے ہاتہ سے مارا گیا کیونکہ اس نے میمنہ پر بڑی بیجگری سے حملہ کیا تہا لیکن اکثر مورخون کا اسپر اتفاق ہو کہ سب سے پہلے میدان جنگ مین اسلام کا بہادر سپاہ سالار خالد بن الولید گہوڑا کداتا ہوا نکلا تہا۔ اور سب سے پہلے سیف اللہ نے رجزیہ اشعار پڑہکے مخالفین پر حملہ کیا تہا۔ جو شخص آیا وہ خالد کی تیغ آبدار کا نذر ہوا اور بالآخر یہ بے نظیر شجاع فتح پا کے پہر اپنی جگہ پر آکھڑا ہوا۔ طبری کا بہی یہی قول ہو کہ خالد نے سب سے پہلے اپنی لاثانی شجاعت کے جوہر دکھائے تھے۔ پہر اسلامی لشکر مین سے عمار بن یاسر آیا اور بڑے زور شور سے رجز پڑہی اور مخالفون کی کثیر تعداد کو خاک و خون مین لتہڑ کے بفتح و ظفر مراجعت کی ابہی اپنی جگہ پر نہ پہنچا تہا کہ مخالفین مین سے ایک شخص نے آواز دی جاتا کہان ہو کہ تارہ عمار بن یاسر واپس پہرا یمامی نے وار کیا کہ عمار کا کاسۂ سر اڑ گیا اور شرشر خون بہنے لگا تو بہی بہادر عمار نے اسی مجروحی حالت مین پلٹ کے ایک ایسا ہاتہ تلوار کا دیا کہ یمامی کی گردن اڑ گئی۔ پہر لشکر اسلام کی طرف سے حارث بن الہشام المخزومی صف مین سے نکل کے میدان مین آئے اور اسیطرح رجزیہ اشعار پڑہکے میمنہ پر گر پڑے اور چند یمامیون کو تہ تیغ کر کے بفتح و ظفر واپس چلے آئے۔

زید بن الخطاب کی بہادری بہی تعریف کے قابل ہو یکے بعد دیگرے پانچ آدمیون کو قتل کر کے سخت مجروح ہو گئے اور خون آپکے جسم سے اسقدر بہا کہ عین میدان مین شہید ہو گئے اسلام کا علم بردار سالم مولی ابو حذیفہ بہی اسی روز شہید ہوا۔ اسیطرح اور بہی کئی شجاعان اسلام مارے گئے مسیلمہ کی فوجون کی تعداد مسلمانون سے کئی درجہ زیادہ تہی دوسرا بنی حنیفہ

کے لوگ بڑے بہادر مشہور تھے۔ مسیلمہ نے اپنی کثرت تعداد پر بھروسہ کرکے یکبارگی حملہ کا حکم دیدیا حکم ہوتے ہی بجلی کی طرح دشمن اسلامی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اب دست بدست لڑائی شروع ہوئی بڑی بھاری خونریزی ہوئی تین سو صحابہ رسول مقبول شہید ہوئے۔ ظہور اسلام سے اسوقت تک یہ پہلی جنگ ہی کہ جس مین تین سو صحابہ شہید ہوئے ہون۔ دشمن مسلمانون کی صفین چیرتا ہوا سیدھا خالد کے ڈیرہ کے پاس پہنچا مسلمانون مین ایک تہلکہ عظیم برپا ہوگیا اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ مخالف خیمہ مین گھس آئے اور چاہا کہ مالک بن نویرہ کی بیوہ کو جو خالد کے نکاح مین آچکی تھی گرفتار کرلین۔ اتفاق سے مجاعہ یمامہ کا سردار اسی خیمہ مین نظربند تھا اس نے منع کردیا خبردار اس نیکبخت عورت کو ہاتھ نہ لگانا۔ اس نے مجھپر طرح طرح کی مہربانیان کی ہین اور بڑی خاطرداری سے پیش آتی رہی ہی۔ مسلمانون کے قدم اکھڑتے دیکھکر خالد دل شکستہ نہوا اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ دشمن پر گر پڑا خوب ہی گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر نتیجہ کچھہ نہ نکلا۔ اخیر شام ہوگئی اور دونون فوجون نے اپنے اپنے خیمون مین قیام کیا۔ علی الصباح پھر طرفین کی صفین آراستہ ہوئین غنیم کی فوج مین سے سب سے پہلے جو شخص میدان جنگ مین آیا وہ سپہ سالار یمامہ تھا۔ اس کا نام محکم بن الطفیل تھا۔ اس نے مسلمانون کے قریب آکے رجزیہ اشعار پڑھنے شروع کئے اور مسیلمہ کی بے انتہا تعریف کرنے لگا ثابت بن قیس انصاری اسکے مقابلہ مین آئے باہم نیزے اور تلوارین چلین اخیر محکم مارا گیا بعض مورخون کا یہ قول ہی کہ مالک یا عبدالرحمن بن ابوبکر نے محکم کو میدان جنگ مین تہ تیغ کیا تھا۔ ثابت نے محکم کے قتل کرنے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ دشمن کی صفونپر جا پڑے اور اخیر دو دو ہاتھ لڑکے شہید ہوگئے۔ آپکے شہید ہونیکے بعد بن ثابت العوام

برادر زبیر گھوڑا کُداتے ہوئے میدان جنگ مین آئے لیکن آپ کا کام دشمن کے ایک بھالے سے تمام ہوگیا پھر مسلمانون کی صفون سے برار ابن عازب شمشیر برہنہ لیکے نکلے آپنے بڑی کامیابی حاصل کی اور متعدد جنگجوؤن کو قتل کرکے پھر اپنی جگہ پر آگئے۔ دشمن نے جب یہ دیکھا کہ تنہا جنگ مین کامیابی محال ہے اُس نے یکلخت ہلہ کردیا اور اب ایک عام جنگ صفون مین چھڑ گئی۔ بڑی دیر تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمانون کی تعداد بہت کم تھی اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔ جب خالد نے یہ صورت دیکھی زور سے غل مچا کے کہا اَے مسلمانون خدا سے ڈرو اور روز جزا کا خوف کھاؤ بڑی شرم کی بات ہے تم ابوبکر کو جا کے کیا صورت دکھاؤ گے ہین تمھین کبھی التفات کی نظرون سے نہین دیکھنے کا تعجب ہے کہ تم مسلمان ہوکے دشمنون کے آگے سے بھاگتے ہو۔ یہ سُنکے مسلمانون کو جرات ہوئی وہ بڑے جوش سے پسپا ہوتے ہوتے پھر حملہ آور ہوئے۔ ایک خونریز جنگ ہوئی عبدالرحمن بن ابی بکر اسی جنگ مین شہید ہوئے۔ کشتون کی تعداد اندازہ سے زیادہ ہوگئی ایک ہزار کے قریب مخالفین مارے گئے۔ خالد نے چند سپاہیون کے ساتھ مسیلمہ پر حملہ کیا اور بڑی دقت سے اُس تک پہنچے مسیلمہ بھی خوب لڑا آخر جانبر نہ ہوسکا اُس کا سر وہین خاک و خون مین لتھڑا ہوا ملا مسلمان ایسی لڑائی آجتک نہ لڑے تھے اور نہ اس مقام پر کبھی ہیونکا اتنا کھیت پڑا تھا چونکہ یہان قتل و خونریزی بہت ہوئی تھی اسلیئے اس موضع کا نام حدیقۃ الموت پڑ گیا۔

مسیلمہ کی لاش کی تلاش جب خالد کو کامل فتح ہوچکی تو مسیلمہ کی لاش تلاش کرنے کیلئے مجاعہ کو ساتھ لیکے نکلے۔ ایک کرانڈیل شخص نظر پڑا خالد نے کہا کیا یہی مسیلمہ ہے مجاعہ نے کہا نہین یہ محکم بن الطفیل سپاہ سالار یمامہ ہے۔ پھر آگے بڑھکے ایک شخص پر نظر پڑی جو زرد رو نازک اندام اور لاغر چہرہ کا تھا مجاعہ نے دیکھتے ہی کہا یہی مسیلمہ ہے جس نے اپنا بھلا کیا

نہ ہمارا۔ خالد نے کہا افسوس ہے تم لوگون پر کہ اس حقیر شخص کے لئے تم نے دین محمدی سے روگردانی کی۔ مجاعہ نے کہا یا ابا الامیر مصلحت یہی ہے کہ اب بنی حنفیہ سے مصالحت کرلین یہ سنکے خالد پس و پیش کرنے لگے۔ پھر مجاعہ نے کہا آپ پس و پیش نہ کیجئے قلعہ مین ہزارہا جنگجو بھرے ہوئے ہین اگر جنگ چھڑ گئی تو بڑی دقت ہوگی۔ خالد نے بھی مصالحت کرنی مناسب جانی مجاعہ نے قلعہ کی دیوارون پر سب اہل قلعہ کو بلایا اور تمام فراز و نشیب سمجھا کے انہین صلح پر آمادہ کیا۔

صلح کی شرطین | معاہدہ مین یہ شرطین کی گئین کہ کل زر و سیم و اسلحہ اور نصف مویشی اور نصف خادم خالد کے سپرد کئے جائین اور خالد بغیر قبضہ یہان سے چلا جائے۔ خالد نے ان شرطون پر صلح کرنی منظور کی۔ مجاعہ قلعہ مین گیا اور پھر خالد کے پاس آیا کہ اہل قلعہ ¼ دینے پر رضامند ہین اگر آپ منظور کرتے ہین تو صلح ہوتی ہے ورنہ آپ کو اختیار ہے خالد نے بالآخر اسی پر اکتفا کیا جب عہدنامہ ہو چکا تو قلعہ کے دروازے کہولدیے گئے خالد معہ فوج قلعہ مین داخل ہوا دیکھا کہ سوائے بچون اور عورتون کے اور کوئی شخص نہین ہے یہ دیکھکے مجاعہ پر بڑا غصہ آیا خالد نے للکار کے کہا تو نے مجھسے جھوٹ بولا کہ قلعہ مین ہزارون جنگجو بھرے پڑے ہین۔ مجاعہ نے کہا جنگجو کہان رکھے ہین سب اسی میدان مین قتل ہو گئے ہین مینے تو بقیۃ السیف کے بچانے کیلئے یہ ترکیب کی تھی۔

یہ فتح مسلمانونکو بہت بڑی فائدہ مند ہوئی اس سے مسلمانون کے قدم جمگئے اور انہین ایک شوکت پیدا ہوگئی۔ مخالفونکے دلونمین ہیبت بیٹھگئی اور یہان سے انکی ترقی فتوحات کا زمانہ شروع ہوا

(حضرت ابوبکر صدیق کی وفات)

دو سال اور تین مہینے خلافت کرنے کے بعد ابوبکر صدیق مریض ہو گئے حالت مرض مین

آپنے حکم دیدیا تھا کہ میرے بجائے عمر نماز پڑھائین جب مرض کی بہت شدت ہوگئی اور آپکو
اپنی زندگی سے مایوسی ہوئی تو آپنے ایک تحریر حضرت عمر کی خلافت کے بارے مین
لکھدی اور حکم دیا کہ لوگون مین یہ تحریر پڑھکے سنا دیجائے چنانچہ وہ شخص نوشتہ لیکے
مسجد مین آیا اور مسلمانون کو جمع کرکے سنا دیا۔ اسکا مضمون یہ تھا کہ مین نے عمر کو تمہارا
والی کیا ہے تم اسکی اطاعت کرنا۔ باستثنا چند سب نے یکزبان ہوکے کہا سمعنا واطعنا لیکن چند آدمیون
نے ہون ہان کچھہ نہین کی انمین سے طلحہ بن عبیداللہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا مین نے
سنا ہے کہ تو عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنانا چاہتا ہے اور تجھے اسکے انجام کا کوئی خوف نہین ہے حضرت
ابوبکر نے جوابدیا شاید تو عمر کو خلافت کے قابل نہین جانتا حالانکہ مین نے سوچ سمجھہ کے
اُسے خلافت دی ہے وہ خلافت کے لائق ہے۔ طلحہ نے جوابدیا عمر تندمزاج اور غصیلہ ہے
تو خود دیکھہ چکا ہے کہ اسکے غصہ اور درشتی سے لوگون نے تیری ہی آنکھون کے سامنے کیا کیا
صدمے اور نقصان اُٹھائے ہین۔ خدانخواستہ اگر تو نے وفات فرمائی اور ہم تیری صحبت
سے محروم ہوگئے تو پھر ہمین دیکھئے روٹیان بھی ملتی ہین یا نہین۔ خداوند تعالی تجھسے
سوال کریگا کہ تو رعایا کو کس کے سپرد کرآیا اور انکے سردار بناکے آیا ہے تو تو کیا جواب
دیگا۔ یہ سنکے حضرت ابوبکر متغیر ہوگئے کچھہ دیر تامل کرکے فرمایا اے طلحہ تو مجھے عذاب الٰہی
سے ڈراتا اور موت سے اندیشہ مند کرتا ہے یاد رکھہ جب مین اپنے اصلی وطن جاؤنگا اور
بادشاہ لم یزلی مجھہ سے سوال کریگا کہ میرے بندونکو تو کس پر چھوڑ آیا تو مین عرض کرونگا
کہ بہترین خلائق کو انکا خلیفہ بناکے آیا ہون اور انہین ایسے شخص کے سپرد کرآیا ہون
جو آدمیون مین زیادہ تر پرہیزگار ہے"
اسکے بعد [illegible] دوات قلم منگائی اور حضرت عثمان [illegible]

چنانچہ آپنے وہ وصیتنامہ تحریر کیا جسکا خلاصہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابو بکر وصیت کرتا ہے اُسوقت کہ دنیا مین اُسکا اخیر عہد ہے اور عقبیٰ مین اسکا سب سے پہلا عہد ہے کیونکہ وہ دار فنا سے دار بقا کا کوچ کرتا ہے کہ مین نے اُمت محمدؐ پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ کیا اگر وہ سالک طریق حق اور انصاف پسند ہو اور اچھی خصلت رکھتا ہو اور راستی شعار ہو تو فبہا اور جو ظالم ہو اور اُس سے بداطواری پائی جائے اور مسلمانونکو اُسکی خلافت مین تکلیفین پہنچین تم ہرگز اُسے خلیفہ نہ بنانا۔ پھر آپنے حضرت عمر کو بلا کے ہر طرح سے سمجھایا بجھایا اور نصیحت کی باتین کین۔ جب حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے اِسلئے بلایا ہے تو آپنے حضرت ابو بکر سے صاف کہا مجھے خلافت کی ضرورت نہین ہے۔ اے خلیفہ رسول خلافت تجھہ ہی جیسے شخص کو زیبا ہے۔ حضرت ابو بکر نے محبت آمیز باتین کر کے حضرت عمر کو خلافت پر راضی کیا۔

دوسری روایت | جب حضرت ابو بکر نے حضرت عثمان سے وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا تو آپنے یہ فرمایا کہ ''ابو بکر کے بعد خلیفہ'' بیہوش ہو گئے حضرت عثمان نے کچھہ توقف کے بعد خلیفہ کے آگے لفظ عمر لکھدیا جب حضرت ابو بکر کی آنکھ کھلی تو دریافت کیا تو نے کیا لکھا حضرت عثمان نے کہا کہ عمر آپنے فرمایا کہ رحمک اللہ وجزاک اللہ خیرا اگر تو اپنا نام بھی لکھدیتا تو کیا مضائقہ تھا یہ سنکے حضرت علی نے کہا کہ ہم عمر کے ہوتے دوسرے کو اپنا خلیفہ نہین بنا سکتے۔ حضرت ابو بکر نے حضرت علی کو دعا دی اور بہت تعریف کی۔ اور کہا اے علی ہم سب تیرے کارگزار ہین اصلی سردار ہمارا تو ہی ہے ہم مثل ستارون کے ہین اور تو ہمارا ماہ منیر ہے۔ پھر آپنے جمیع صحابہ کو بلا کے نصیحت کی کہ مین نے عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ ہرگز اُس کی مخالفت نہ کرنا

اور کبھی اسکی اطاعت سے جی نہ چُرانا طلحہ جسے خلافت کی خود بڑی خواہش تھی بولا اے ابوبکر یہ کام بہت بڑا ہی آپکو سوچ سمجھکے اس کام کو کرنا چاہئے ایسے امر عظیم کے فوری فیصلے نہین ہوا کرتے۔ اسپر حضرت علی نے جواب دیا اس لیے طلحہ سوائے عمر کے ہم کسی کی ہاتھ پر بیعت نہین کرسکتے خدا کی قسم اس بارگران کا تحمل سوائے اسکے اور کوئی نہین کرسکتا پھر چند جملے حضرت عمر کی تعریف مین کہکے حضرت صدیق سے (حضرت علی نے) خطاب کیا اے خلیفہ رسول اللہ آپکا پسندیدہ ہمارا پسندیدہ ہی آپکی رضا کیساتھ ہماری رضا ہی سب لوگ جانتے ہین کہ مدت حیات احسن طریقہ سے تو نے زندگی بسر کی اور تو نے امت محمدی کو ہمیشہ پھر یا کی نظر سے دیکھا خدا تجھو اسکی جزائے خیر دے اور تیری مغفرت کرے۔

حضرت عائشہ کا بیان ہی کہ جب اصحاب اُٹھکے چلے گئے تو ہم حجرہ مین آئے حضرت صدیق پر بیہوشی طاری تھی یہ دیکھکے شور ماتم برپا ہوا غل شور سے حضرت صدیق نے آنکھین کھولدین اور اپنے بیٹے سے کہا باہر جاکے دیکھو دروازہ پر کون ہی اور یہ غل شور کا ہے کا ہی میرا بھائی باہر گیا پھر واپس آیا اور عرض کیا رسول خدا کے اصحاب باہر کھڑے ہین اور چاہتے ہین کہ انہین اندر آنے کی اجازت دیجائے حضرت صدیق نے انہین اندر آنیکی اجازت دی اُنہون نے کہا اے ابوبکر ہم نے سنا ہی کہ تو نے عمر کو خلافت پر مقرر کیا ہی حالانکہ وہ بہت تندخو ہی تو خدا کے ہان جاکے کیا جواب دیگا کہ ایسے تندخو اور درشت مزاج شخص کو مسلمانون کا سردار بناتا ہی (حضرت عائشہ کا بیان ہی) حضرت صدیق یہ سنکے ایسے غصہ ہوئے کہ مین نے کبھی انکو ایسے غصہ مین نہین دیکھا۔ کچھہ دیر تامل کے بعد بولے تم مجھے غضب باری سے ڈراتے ہو اگر خداوند تعالی مجھسے سوال کرے گا کہ حل و عقد امت کو تو کیسے سونپکے آیا ہی تو مین یہ جواب دونگا کہ بہترین مخلوق اور متقی کو مین تیرے رسول کی

اُمت پر نگران کرکے آیا ہون اور مین نے اس شخص کو متصدی امور خلافت بنایا ہی جو تیری رضا مین راضی ہی اور مخلوق کی خوشنودی کیلئے تیری خوشنودی سے ہرگز بے پروا نہین ہوگا اسکے بعد حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی توصیف وثنا کی اور ان لوگونکو سمجھایا اخیر وہ سب رضامند ہوگئے اور وعدہ کیا کہ ہم آپکی وصیت پر عمل کرینگے۔

حضرت صدیق کا قرض | جب مرض کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت صدیق نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کو بلاکے کہا "تیرا باپ چند درہمون کا مقروض ہو گیا وہ درم ادا کرکے اُس کو قرض سے خلاصی دلوائے گی یا نہین حضرت عائشہ نے کہا مین ضرور اے باپ تیرا قرضہ ادا کردونگی۔ پھر حضرت صدیق نے فرمایا اے بیٹی موت قریب آگئی اور میری عمر کا ایک

دفنانے کی وصیت | حصہ بھی باقی نہین رہا جب مین مرجاؤن اور میری تجہیز وتکفین ہوجائے تو مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر لیجائیو اور دروازہ پر رکھکے باواز عرض کیجو یا رسول اللہ ابوبکر دروازہ پر موجود ہی اور اجازت چاہتا ہی اگر اجازت ملجائے تو رسولخدا کی کروٹ مین مجھو دفن کردیجو اگر اجازت نہ ملے تو بقیع مین مجھے دفن کردیا جائے اور اُسوقت یہ کہا جائے "انا للہ وانا الیہ راجعون" یہ کلمات آپنے یکشنبہ کے روز فرمائے اور دوسرے روز دوشنبہ کو آپکی وفات ہوگئی۔

وفات | جب حضرت صدیق کی وفات کی خبر ہوئی کل صحابہ آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور مدینہ ماتکدہ بنگیا تھا غرض حسب وصیت آپکی تجہیز وتکفین کرکے روضہ مبارک کے دروازہ پر آپکا جنازہ لیگئے اور اُسیطرح پکارکے کہا یا رسول اللہ ابوبکر حاضر ہی اور اجازت چاہتا ہے فوراً آواز آئی کہ ابوبکر آئے اجازت ہی۔ اسکے بعد آپکو حضور سرور دو عالم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو مین دفن کیا۔ قبر مین حضرت عمر، عثمان اور طلحہ نے اُتارا اور سپرد

قبر کو مسطح کرکے اسپر پانی چھڑک دیا۔

وفات کا سبب | جو سبب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ہوا وہی سبب حضرت صدیق اکبر کی وفات کا ہوا یعنی حضور انور کو یہودن نے زہر آلود گوشت کھلا دیا تھا۔ اور اسی زہر کا اثر تھا کہ آپ کو بخار چڑھا اور وفات ہوگئی اسیطرح یہودیوں نے حضرت صدیق کو بھی زہر کھلا دیا تھا اگرچہ بجلدی اُسکا اثر نہیں ہوا لیکن بتدریج خون میں سرایت کرتا گیا اور خیر آپ اِس دارفانی سے کوچ کر گئے۔

اگر زہر بھی آپ کو نہ کھلایا جاتا تو بھی آپ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہسکتے تھے وجہ یہ تھی کہ رسول کریم کی مفارقت کا صدمہ آپکو بہت تھا اور آپ رقیق القلب اسقدر تھے کہ ہر وقت رویا کرتے تھے ذرا ذراسی بات پر روے روتے آپکی ہچکی بندہ جاتی تھی مفارقت رسول کا یہ صدمہ کم نہ تھا سچ عشق کی لذت وہی جانتا ہی جسکے دل پر چوٹ لگ چکی ہو۔

حضرت ابو بکر کا نسب اور بعض عادات و صفات | حضرت صدیق اکبر کا پورا نام یہ ہو ابی بکر عبداللہ بن عثمان ابو قحافہ آپ قوم قریش میں سے تھے اور آپکا سلسلہ نسب حضور انور سے ملگیا ہے۔

حضور انور نے "عتیق" کا لفظ حضرت ابو بکر کی شان میں فرمایا تھا حضرت صدیق اکبر اوّل درجہ کے زاہد تھے اور اُمت محمدیہ میں آپ سے زیادہ کوئی متواضع نہیں تھا۔ ایام خلافت میں آپ پشمین کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اکثر آپکی خدمت میں امرائے یمن زرق برق لباس پہنکے حاضر ہوتے تھے اور جب آپکو اِس سادہ لباس میں دیکھتے تھے تو فوراً آپ کی تقلید کرتے تھے اور پُر تکلف کپڑے اُتار ڈالتے تھے مثلاً ذو الکلاع حمیری جو ایک بہت بڑا سردار تھا حاضر خدمت ہوا تو لباس فاخرہ کے ساتھ قیمتی تاج سر پر رکھے ہوئے تھا جب اِس نے حضرت صدیق کو اِس لباس میں دیکھا اِسقدر متاثر ہوا

کہ اپنے کپڑے اُتار کے پھینک دیئے اور ایسی قیمتی تاج سے بھی دست بردار ہوا دوسرے ہی روز لوگون نے مدینہ کی شاہراہون مین اُسے بکری کا چمڑا کندہے پر ڈالے پھرتے ہوئے دیکھا۔ اسکے ملازمین نے کہا اے سردار یہ تو نے کیا صورت بنائی ہی ہماری عزت تیری اس ہیئت سے خاک مین ملجائیگی اُس نے جواب دیا کہ اسلام کے دائرہ مین آکے زمانۂ جاہلیت کا تکلف ہرگز نہین رہسکتا میری حمیت اسلامی گوارا نہین کرتی کہ مین اسی جاہلیت کے تکلف مین مبتلا رہون سنو بغیر تواضع کے پروردگار کی اطاعت درجۂ تکمیل کو نہین پہنچتی

حضرت علی کا قول | حضرت علی کرم اللہ وجہ حضرت صدیق کی بابت فرماتے ہین بڑے بڑے اہم معاملات مختصر الفاظ مین بیان کردیتے تھے اور مصالح جمہور کی تنظیم مین آپ اشرف بندگان مین سے تھے کسی کی محنت آپنے کبھی ضایع نہین ہونے دی جلیس صادق اور انیس موافق رسول کریم کے تھے جو کچھ آپکے پاس تھا سب حضور انور پر تصدق کردیا تھا۔ فضایل دینی خصائص ذاتی تھے اور ادراک معارف یقینی آپکی صفات تھی۔ آپکی تیغ حجت قاطع اور آپکا نور بصیرت ساطع تھا آپ بد دلی کی وصمت سے بالکل مبرا تھے اور آپکا دل نفاق سے بالکل پاک تھا۔ احکام شریعت کے اجرا مین ضعیف و قوی آپکے آگے برابر تھے۔ آپنے ایسی خلافت کی کہ کسی نے آپکے ساتھ کسی امر مین مخالفت نہین کی جسوقت آپ کلام کرتے تھے لوگون پر خاموشی طاری ہوجاتی تھی۔ آپ بہت ہی مختصر الفاظ مین اظہار بیان کرتے تھے لیکن آپکے الفاظ جامع ہوتے تھے حضور انور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر اپنی گفتگو مین موتی پروتا ہے اگر اسکا جسم ضعیف ہے لیکن خدا کے کام مین قوی ہے۔ اپنے نفس مین متواضع اور فروتن ہے لیکن خدا کے آگے بزرگ ہے کبھی کسی شخص نے اُس کی بدگوئی اور چغلی نہین کہائی خدا کی قسم کہ وہ رسول کریم کے بعد اُس سے زیادہ جانگاہ حادثہ مسلمانون کیلئے اور کوئی نہین ہوسکتا۔

آپکے اہل و عیال قتیلہ بنت عبد العزیٰ و ام رومان دختر عامر بن عمیر ایام جاہلیت مین آپکی بیویان تہین عبد اللہ و اسما ذات النطاقین قتیلہ سے پیدا ہوئے اور عبد الرحمن و عائشہ ام رومان سے پیدا ہوئے جب آپ مسلمان ہوئے تو اسما بنت عمیس سے نکاح کیا اور محمد بنت عمیس سے پیدا ہوئے۔ آپکے صاحبزادہ محمد کی تعلیم و تربیت حضرت علی نے کی محمد بہت بڑے عبادت گذار تہے اور آپکی عبادت یہانتک بڑہ گئی تہی کہ آپکو عابد قریش کہنے لگے تہے ابو قحافہ حضرت ابوبکر کے والد کا انتقال جنکی عمر ۹۷ ستانوے برس کی تہی حضرت عمر کی خلافت مین ہوا تہا۔

آپکے اعمال آپکے قاضی یا وزیر اعظم یا میر منشی عمر بن الخطاب تہے۔ آپکے کاتب عثمان بن عفان اور زید بن الحارث تہے۔ مکہ مین آپکے عامل عتاب بن اسید تہے فتح مکہ کے بعد حضور انور نے عتاب کو مکہ کا والی بنا دیا تہا حضرت صدیق نے بہی آپکو اسیطرح والی بنا رکہا جس روز حضرت صدیق کی وفات ہوئی ہے اسی روز عتاب کی بہی وفات ہوگئی۔ طائف مین عثمان ابی العاص صنعا مین مہاجر بن اُمیہ حضرموت مین زیاد بن لبید بحرین مین علا حضرمی نجران مین جریر بن عبد اللہ البجلی سواد عراق مین مثنیٰ بن حارث۔ شام مین ابو عبیدہ بن الجراح و شرحبیل بن حسنہ و یزید بن ابی سفیان یہ تینون باوجودیکہ والی اور سردار تہے لیکن خالد کے تحت مین حکومت کرتے تہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

مختصر واقعات زندگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوانح عمری اردو مین کئی لکھے جاچکے ہین اسلئے تفصیل سے آپکے حالات بیان کرنے کی ضرورت نہین ہو توبھی مین مناسب سمجھتا ہون کہ مثل حضرت صدیق اکبر کے آپکے بھی مختصر طور پر کچھ چیدہ حالات بیان ہون تاکہ "خلافت شیخین" کے پڑھنے والے کو دوسری کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔

جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپنے فرمایا کہ ابوبکر کو رسولخدا کہتے تھے اگر مین خلیفہ رسولخدا کہلایا تو نام مین طول زیادہ ہو جائیگا صحابہ نے کہا پھر اب اے عمر تجھے کس نام سے پکارین کہا تم مومن ہو اور مین تمہارا امیر ہون اس لحاظ سے تم مجھے امیرالمومنین کے لفظ سے پکارا کرو۔

خالد کی معزولی خلیفہ بننے کے بعد پہلا کام حضرت عمر نے یہ کیا (بقول بعض مورخین عرب) کہ ایک خط امراء شام کو خالد کی معزولی کا لکھا اور ایک خط ابوعبیدہ بن الجراح کو تحریر کیا جسکا یہ مضمون تھا کہ "جب تجھے میرا خط پہنچے تو فوراً سرداران فوج اور سپاہ کو جمع کر اور میری خلافت اور خالد کی معزولی کا بیان کردے۔ شام مین بکثرت فوج پڑی ہوئی ہے اس مین سے جتنی فوج بیکار ہو یعنی کام مین نہ آتی ہو اُسے یہان بھیجدے اور جو کام کے آدمی ہون اُنھین اپنے پاس رکھلے جس ایک شخص کا تو محتاج ہے وہ خالد ہے اس سے حکمت عملی سے کام نکالیو" شداد بن اوس حضرت عمر کا یہ خط لیکے شام پہنچا اور پائے تخت مین پہنچکے یہ دونون خط ابوعبیدہ کو دیدیئے ابوعبیدہ نے ان دونون خطون کو چھپا لیا اور اسیطرح خالد کی اطاعت کرتا رہا نماز بھی اُسکے پیچھے پڑھ لیتا تھا اُسے شرم آتی تھی کہ وہ کس منہ سے خالد کو اُسکی موقوفی اور اپنے کو اُسکی جگہ پر مقرر ہونیکی خبر

دیتا۔ اخیر یہ بہانہ اہوٹا اور خالد کے کانون مین یہ آوازین پہنچین۔ خالد نے سنتے ہی کہا بھلا مجھسے یہ خبر کیون چھپائی گئی معلوم ہوتا ہی حضرت ابوبکر کی وفات ہوگئی اگر وہ زندہ ہوتے کبھی میری معزولی کا پروانہ نہ آتا۔

دوسری روایت بعض مورخین یہ لکھتے ہین کہ جب پہلا حکم ابوعبیدہ کے پاس پہنچا تو انہون محض شرم سے خالد کی معزولی مشہور نہ کی اور نہ خالد سے کچھ کہا لیکن حضرت عمر نے دو فرمان دوبارہ روانہ کئے ایک براہ راست خالد کے نام اور ایک ابوعبیدہ کے نام جب خالد نے اس فرمان کو دیکھا تو ابوعبیدہ سے متعجب ہو کے کہا تم نے پہلا حکم مجھے کیون نہین دکھایا مین فوراً اُسکی تعمیل کرتا اور اب بھی مجھے تعمیل کرنے مین کچھ عذر نہین ہی۔ ابوعبیدہ نے جواب دیا وہ بات ہی کیا تھی جو مین تجھسے کہتا کیون کہ ارباب بصیرت کے امارت اور حکومت کی کچھ اصل نہین ہی کہ دو بھائی آپسمین جھگڑا کرین اے خالد تو اسکا خیال نہ کر مین نے عملی طور پر تجھ کل سوار اور پیادہ پر کمان افسر مقرر کیا۔

تیسری روایت بعض مورخین کا یہ بیان ہی کہ خلیفہ ہوتے ہی حضرت عمر نے امیران شام کو لکھا کہ خالد کو مجلس مین بلا کے دریافت کرو کہ تو نے مالک بن نویرہ کا قتل حق کیا یا ناحق اگر وہ کہے حق کیا تو فوراً بھرے مجمع مین اُسکی پگڑی اُتار لو اور اسکا نصف مال ضبط کر لو اور اگر وہ اپنی خطا کا قایل ہو تو اس سے کچھ تعرض نہ کرو حضرت فاروق کا یہ فرمان دیکھتے ہی سرداران شام نے خالد کو بلا کے یہ دونون امر دریافت کئے خالد نے کہا مین کل سوچ کے جواب دونگا۔ خالد نے گھر آ کے اپنی بیٹی فاطمہ سے جو اعلے درجہ کی ہوشیار و عقلمند تھی تذکرہ کیا اس نے کہا عمر کی یہ مرضی معلوم ہوئی ہی کہ جب تو اقرار کریگا تو متمم بن نویرہ کو قصاص کیلئے آمادہ کریگا کہ وہ اپنے بھائی کا قصاص تجھسے لے۔ غرض خالد نے کل پہلوؤن پر

غور کر کے صاف انکار کر دیا کہ میں نے مالک بن نویرہ کو ناحق قتل نہیں کیا تھا شامی سرداروں نے خالد سے کچھ نہ کہا کیونکہ فنون سپاہ سالاری میں سب آپ ہی کے دست نگر تھے۔

چوتھی روایت | جب حضرت عمر نے شداد بن اوس کو فرمان دیکے بھیجا تو خالد میدان جنگ میں کام کر رہے تھے فرمان دیکھکے اپنی ترکش میں ڈال دیا اور ذرا بھی توجہ نہ کی کیونکہ اسوقت آپ فوجوں کو لڑا رہے تھے اگر چند لمحے کیلئے بھی علیحدہ ہو جاتے تو سارے کام درہم برہم ہو جاتے اور مسلمان عام طور پر قتل کر دیئے جاتے لیکن جب آپ یہ مہم سر کر چکے تو اپنی سرداری کا چارج برضا و رغبت ابو عبیدہ بن الجراح کو دیدیا۔

یہ ساری باتیں محض بے بنیاد اور تاریخی افواہیں ہیں جنہیں نفس واقعات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے عام طور پر اس کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت عمر نے خالد کو معزول کر دیا تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بات یہ ہے کہ اسوقت صرف ایک ہی جنگی گورنر تھا جسے ملکی کام بھی سپرد تھے یعنی خالد جنگ بھی کرتا تھا خالد ہی مفتوحہ شہروں کا انتظام کرتا تھا اور خالد ہی معاہدے کیا کرتا تھا حضرت عمر کو یہ بات سناسب معلوم ہوئی سپاہ سالار انتظام شہر نہیں کر سکتا اسوقت بہت سے شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے اور اُن کا انتظام کرنا ضروری تھا خالد کی اول تو سپاہیانہ طبیعت دوسرا اُسکو فرصت کہاں تھی کہ مفتوحہ شہروں کو سنبھالتا۔

ابو عبیدہ صرف ملکی خدمت کیلئے موزوں تھے حضرت عمر نے نہایت دانائی اور دوراندیشی سے عہدوں کی تقسیم کر دی۔ خالد کو جنگی گورنر یا سپاہ سالار ہی رہنے دیا اور ابو عبیدہ کو ملکی گورنر بنا دیا کہ خالد شہر فتح کرتا جائے اور ابو عبیدہ اُن کا انتظام کرتے جائیں۔ اگر دونوں کام خالد ہی کرتے تو معاملات کی صورت بالکل بدل جاتی اور بہت خطرناک واقعہ پیش آتا۔

عام طور پر ایک خبر کا مشہور ہو جانا اور بغیر تحقیق کے اکثر مورخین کا لکھ دینا اور سخت نکتہ چینی

نہ کرنا اُس قول کی صداقت پر دلالت نہیں کرتا۔ خالد کی معزولی کا خیال بالکل غلط ہے۔ حضرت عمرؓ نے ہرگز خالد کو معزول نہیں کیا بلکہ اِن کے اختیارات کی تقسیم کردی اور اُنہیں ایک بارِ عظیم سے سبکدوش کر دیا حضرت عمر کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ خالد کو سنگسار کرنا چاہتے تھے لیکن صاحبِ اختیار ہو کے پھر وہ خیالات آپکے نہ رہے آپنے ذرا بھی خالد کو چشم نمائی نہ کی اور اُسے اپنے زمانہ خلافت میں بھی سپاہ سالار افواج شام بنائے رکھا۔

جو کچھ رنج حضرت عمر کو خالد کی طرف سے تھا وہ محض خدا واسطہ تھا ذاتیات کی بحث نہ تھی لیکن حضرت صدیق اکبر نے اُسے بری کر دیا تھا تو پھر انصافاً دوبارہ اُسے گرفتار کرکے اُسکے مقدمہ کی تحقیقات حق نہ تھی کسی قسم کا رنج آپکو خالد کی طرف سے نہ تھا اور نہ اس رنج کا اظہار ہوا۔ یہ روایت کہ ابو عبیدہ نے شرم کے مارے حضرت عمر کا فرمان خالد کو نہ دکھایا اور یہ روایت کہ حضرت عمر نے سرداران شام کو لکھا تھا کہ تم قتل مالک کی بابت خالد سے سوال کرنا محض غلط معلوم ہوتی ہے صحیح صرف اسقدر ہے کہ شداد بن اوس دو فرمان لیکے آیا تھا ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے نام تھا کہ ملکی کام سنبھالے اور ایک خالد کے نام تھا کہ تو ملکی کام ابو عبیدہؓ کے سپرد کردے اور پھر بڑی آزادی سے حریف سے جنگ کر۔ بس سوا اس کے اور کوئی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

جس طرح مالک بن نویرہ کے جھگڑے سے سنی شیعوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں اسطرح خالد کی معزولی کا رونا رویا گیا ہے جو محض افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جو جو خدمتیں اسلام کی خالد نے انجام دیں اس سے ایک بے انصاف سا بے منصف شخص بھی یہ کہدے گا کہ یہ بہت قیمتی خدمتیں ہیں اور قیامت تک اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خالد کو سیف اللہ کا خطاب دیا تھا اور آپ کو خالد سے بہت محبت

تھی۔ باینہمہ آپنے ایک دفعہ خالد کو ڈانٹا تھا اور جب اظہار واقعہ ہوا تو آپ نے کچھ نہیں کہا اُلٹا خالد ہی کو دلاسہ دیا اور شفقتیں فرمائیں۔

میدان جنگ میں کسی کا بیگناہ مارا جانا کچھ بڑی بات نہیں ہی اگر ہم فرض کرلیں کہ مالک بے گناہ مارا گیا تو بھی ہم خالد جیسے سپاہ سالار سے قصاص ہرگز نہیں دلوا سکتے ایک لایق سپاہ سالار کی جان لاکھوں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہی اور آجتک کسی قوم نے قریبکے مارے جانے پر اپنے سپاہ سالار کو پھانسی نہیں دی۔ اسیطرح حضرت صدیق اکبر نے خالد کو چھوڑدیا اور ذرا بھی اُسپر اعتراض نہیں کیا۔ اسمیں ہرگز کلام نہیں کہ حضرت صدیق کو خالد نے اپنی بیگناہی کا پورا ثبوت دیدیا تھا اور سب سے بڑی وجہ رہائی کی یہی معلوم ہوتی ہے۔

(فارس پر حملہ)

حضرت عمر کا سب سے پہلا کام عراق پر فوج کشی کرنے اور فتح ایران کو تکمیل پر پہنچانے کا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے خلافت کے پہلے ہی سال میں (لفٹنٹ) خالد بن ولید نے دریائے فرات کی طرف بڑھکر ایرانی سلطنت کے کئی شہر اسلامی حکومت میں ملالئے تھے شہر حیرہ جو برباد بابل کے مغربی طرف تھا ایک ایرانی شاہ والئے ایران کی سرپرستی میں وہاں حکومت کرتا تھا جسکے خاندان کو حکومت کرتے ہوئے چھ سو برس ہوگئے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ ایک سخت خونریز جنگ میں خالد (سیف اللہ) کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے تمام امرا نے خالد کی اطاعت قبول کی اسکا بیٹا مقید ہوکر مدینہ روانہ کردیا گیا۔ امرائے شہر نے خالد کی خدمت میں عرض کی کہ ہم ہی میں سے آپ ایک شخص کو نامزد کریں ہم باجگذار رہنا قبول کرتے ہیں خالد نے انکی اس درخواست کو منظور کرلیا اور ان ہی میں سے انکی مرضی کے مطابق ایک حکمراں نامزد کرکے ستر ہزار اشرفیاں سالانہ خراج کی مقرر کرلیں۔

اہل مین کہتا ہے۔ خالد کئی لاثانی اور یکتا لڑائیاں لڑا اسکے فتحمندانہ بازو بلا کے قوی تھے اس کے زور آور کلائیوں سے اسکی دو دھاری تلوار کے منہ پر ہزاروں عیسائیوں نے اپنے گلے رکھدئے اور جانیں اسکے قدموں پر نثار کردیں ان خونریز جنگوں میں نہ صرف اسے دولت کثرت سے ملی۔ بلکہ ان لونڈی غلاموں کی بھی کوئی تعداد نہیں کہی جاسکتی جو خالد کے ہاتھ آئے اس کے بعد مسلمانوں کو دریائے فرات کے کنارہ پر ایک بہت بھاری شکست ہوئی۔ ابھی ابو عبیدہ حیرہ نہ پہنچے تھے کہ سلطنت ایران میں عظیم الشان تغیر و تبدیل شروع ہوگئی تھی تخت کے دعویدار شہزادے اور شہزادیاں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور باہم خونریزی نے بہت طول پکڑا تھا۔ آخر ایک شہزادی نے خراسان سے رستم کو مدد کے لئے بلایا اور اُس نے شہزادی کی مدد کرکے اسے تخت پر بٹھا دیا۔ تمام حدود مفتوحہ ایران میں مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں شروع ہوگئی تھیں اور تمام رعیت علاوہ شاہی فوج اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ اور اُنہوں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ مسلمانوں کو زیر و زبر کرڈالیں مثنیٰ اسلام کی طرف سے حیرہ میں حکومت کرتا تھا جب اس نے یہ جوش دیکھا ناچار مدینہ چلا آیا۔ رستم نے دو فوجیں حیرہ پر دو جانب سے روانہ کیں ایک فوج جبان کی ماتحتی میں تھی جو دریائے فرات سے حیرہ میں داخل ہوگیا تھا۔ اور دوسری مہم نرسا کی ماتحتی میں آرہی تھی جسنے حیرہ کے قریب کسکر پر قبضہ کرلیا تھا میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ مثنیٰ پر کچھ ایسا رعب جما کہ وہ بغیر جنگ کئے شہر کو دشمن کے حوالہ کرکے مدینہ ہولیا۔ راہ میں ابو عبیدہ سے اسکی ملاقات ہوئی ابو عبیدہ کو ابھی چند روز یہاں آرام کرنا تھا وجہ یہ تھی کہ ابھی بدوؤں سے انکی خوب جنگ ہوچکی تھی۔ جب ابو عبیدہ نے بخوبی آرام لے لیا تو اپنی مشتملہ فوجوں سے جبان پر حملہ کیا وہ پریشان ہوکر بھاگا پھر دریائے فرات کو عبور کرکے نرسا پر جا پڑے۔ اسکو بھاگتے بن آئی اسکا سارا سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور

ایک بڑا گودام خالص کھجوروں کا ہاتھ آیا کہ جو شاہ ایران کے لئے بھیجی جانے کو تھیں۔ ان کھجوروں کو ابوعبیدہ نے بمنزلہ خوراک کے فوج میں تقسیم کردیا پانچواں حصہ حضرت عمر کی خدمت میں مع ایک رقعہ کے روانہ کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا ملاحظہ فرمائیے کیا خدا کی شان ہو کہ بڑے بڑے سلاطین فارس کی خوراک ہمیں کھانے کے لئے دیتا ہو آپ اسے ملاحظہ فرمائیں اور نوش کریں اور خدا کی حمد کریں کہ اسنے ہمیں یہ شاہانہ خوراک عطا فرمائی۔

جب ایرانی فوج یوں پریشان ہوگئی تو اس پاس کے جتنے رئیس تھے وہ خراج لے لیکر حاضر ہوئے اور اپنی خیرخواہی کا ثبوت دینے کے لئے انہوں نے ابوعبیدہ کی دعوت کرنی چاہی حضرت ابوعبیدہ نے انہیں کہلا بھیجا کہ جو سینہ لئے ہو میرے ایک ادنے سپاہی کے لئے ہو اگر ذرا بھی فرق ہوگا تو میں انکا شکر ادا نہیں کروں گا اور تمہاری دعوت نہ کھاؤں گا۔ وہاں کیا کمی تھی انہوں نے بڑے تکلف سے سامان کیا اور بڑی دھوم سے دعوت کا خاتمہ ہوا۔

جب یہ خبر رستم کو ہوئی تو اسے تعجب ہوا کہ مسلمان ایسے قوی اور خونخوار جنگ آور ہیں ناچار ایک جرار لشکر بہمن افسر کی ماتحتی میں مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ ایرانی سپاہ ہزبر کی کھال کے جھنڈے یا درفش کاویانی کے سایہ میں مسلمانوں پر بڑھی چلی آتی تھی۔ سامنے ابوعبیدہ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ آتے ہی اس نے فرات کے جانب شرق اپنی فوجوں کو ڈال دیا۔

یہ میدان جنگ بابل سے بہت دور نہ تھا۔ ایک پل کشتیوں کا بندھا ہوا تھا۔ بہمن نے کچھ ایسی خاموشی اختیار کی کہ ابوعبیدہ کو ہمت ہوئی کہ یہاں سے پار ہوکر بہمن کی فوج پر حملہ کرو جب ابوعبیدہ نے دریا کے عبور کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے چند صلاح کاروں نے سمجھایا کہ ایسی فائدہ مند اور موقع کی جگہ کو چھوڑنا خلاف عقل ہے۔ اسپر ابوعبیدہ نے جواب دیا ہم انکی طرح موت سے

خوف کرتے ہیں یہ کہکر اس نے یکایک حکم دیا کہ فوراً دریا کو عبور کر جاؤ۔ فوج نے حکم ہوتے ہی دریا کو عبور کر لیا۔ یہاں انہوں نے دیکھا کہ ہزاروں فوج چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئی کھڑی ہے صد ہا ہاتھیوں کی قطاریں عربوں کو خوفزدہ کرنیکے لئے کافی تھیں جسوقت ابو عبیدہ پُل سے اودھر اُترا ہے اسکے زیر کمان دس ہزار فوج تھی ماتحتی میں شیر دل مثنی کام کر رہا تھا ابو عبیدہ نے چاہا کہ سامنے کی صفوں کو چیر کر قلب لشکر پر دھاوا ماروں ابو عبیدہؓ کی یہ تدبیر کارگر نہوئی۔ قلب لشکر میں پہنچکے جب اسنے چاہا کہ بہمن کی گردن اُتار لے اتنے میں ہاتھی نے سمٹ کر ابو عبیدہ کو سونڈ میں لپیٹ کر گھوڑے پر سے کھینچ لیا اور سخت مجروح کر دیا۔
مسلمانوں کی فوج پسپا کرنے کے لئے جو جانبازی سے اپنے دلیر اور بہجگیر افسر کے پیچھے قلب میں گھسی چلی جاتی تھی یہ افسوسناک سانحہ کافی تھا۔ جوں ہی فوج نے یہ کیفیت دیکھی اُسکے دل چھوٹ گئے اُسنے پیچھے قدم ہٹا کے پھر بذریعہ پُل دریائے فرات کو عبور کرنا چاہا لیکن بدقسمتی سے پہلے ہی ایرانی فوج نے پُل کو توڑ دیا تھا۔ جو افسر کہ اب تک زندہ تھے وہ باری باری سے شہید ہوتے رہے مگر جب سپاہیوں پر خوف طاری ہوا وہ دریا میں کود پڑے یہ محض ناممکن تھا کہ اس پریشانی اور گھبراہٹ میں وہ دریائے فرات سے ہاتھ پیر مار کر نکل جاتے جو گرتے جاتے تھے دریا کی نذر ہوتے جاتے تھے۔ مثنیٰ جو جانب شمال سرگرمی سے کارزار کر رہا تھا اسنے اپنی فوج کا جب یہ نظارہ دیکھا لڑتے لڑتے پُل کے پاس آگیا اور اپنے جنگ جو رسالے کو حکم کیا کہ تم فوراً اس پُل کی مرمت کرو اور بآواز بلند کہا اے مسلمانوں اپنے اوسان درست کرو دشمن کا کچھ خوف نہیں ہے دریا میں گر کر اپنی جانیں برباد نہ کرو جب تک پُل کی مرمت ہوتی رہی آپ مسلمانوں کا پشت پناہ بنا ہوا ایرانیوں کی فتحمندانہ یورشوں کا عمدگی سے جواب دیتا رہا۔ اس نازک اور جانبازی کے وقت میں ایک ایرانی نے بڑھکر مثنیٰ کو اپنے نیزہ سے سخت زخمی کیا مگر پھر بھی

وہ اپنی حالت پر قایم رہا اور ایرانیوں کو مار کے مسلمانوں کو عبور کراتا رہا۔ جب باقی ماندہ فوج چلی گئی تو آپ اسی زخمی حالت میں پُل پر سے پار ہو کر کنارہ پر آیا۔ اسپر بھی چار ہزار آدمی تندو تیز موجوں کی نذر ہو چکے تھے پانچ ہزار آدمی صرف بچے تھے جنہیں سے دو ہزار تو مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور تین ہزار مثنیٰ کے ساتھ رہ گئے۔ یہ شکست مسلمانوں کو تیرہ ماہ شعبان ۱۳ھ میں ہوئی۔

اسی اثنا میں بہمن کو ایران میں بغاوت کی خبر پہنچی وہ پریشان اپنی کل فوج کو لیکر واپس چلا گیا مثنیٰ جس نے اپنے کو میدان جنگ میں لاثانی ثابت کر دیا تھا اپنی قوت بڑھانے کی طرف متوجہ ہوا اور جو سردار کہ پہلے اسکے ساتھ ہو گئے تھے ان سے مدد چاہی۔ جابان جو بہمن کے واپس پھر جانے سے بیخبر تھا مثنیٰ کے ہاتھوں پڑ گیا اسکا سر معہ اسکے ساتھیوں کے اُڑا دیا گیا۔ اسمیں ہرگز شک نہیں تھا کہ ابو عبیدہ کی اس بے دھڑک دلیری سے ایک مسلمان بھی جانبر ہو کر نہ آتا لیکن مثنیٰ جیسے جنگ آور شخص کی عاقلانہ شجاعت نے شکستہ فوج کی بہت کچھ مدد کی اور وہ پانچہزار آدمیوں کو ایسے قیامت خیز موقع سے صحیح سالم نکال لایا

حضرت عمرؓ نے اس شکست کی خبر کو نہایت صبر سے سنا اور جو لوگ بھاگ کے مدینہ میں آئے تھے اور کسی قدر شرمندگی سے اپنے چہرے چھپاتے تھے انہیں جمع کرکے یہ فرمایا " یقیناً میں ہر ہر مسلمان کی جو دشمن کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہوتا ہے پناہ ہوں اور اسوقت اسکی حفاظت کرتا ہوں جب اسپر کوئی مصیبت آکے پڑے خدا ابو عبیدہ پر اپنی رحمت نازل کرے کاش اگر وہ اِدھر اُدھر چٹانوں میں آکر پناہ لیتا تو میں اسکی حفاظت کرنے کے لئے پہنچتا اسی قسم کی ہمت اور دلجمعی کی باتیں حضرت عمرؓ نے اپنی بھاگی ہوئی فوج کو سنائیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوبارہ اس شکست کا انتقام لینے کے لئے پہلے سے زیادہ سرگرم دکھائی

دیئے۔ حضرت عمرؓ نے فوجوں کی پھر تیاری شروع کردی۔ مگر بہادر مثنیٰ کی دانشمندانہ حکمت عملی نے اسے ساکت نہ رہنے دیا۔ وہ اپنی شکستہ فوج کے دل بڑھاتا گیا اور نئے نئے گروہوں سے سازشیں کرنی شروع کردیں اسی اثنا میں حضرت عمرؓ نے جریر بن عبداللہ کی سرکردگی میں ایک فوج مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کی والئے ایران نے فوراً مہران بن بازان کی ماتحتی میں درفش کاویانی کے ساتھ ایک لاکھ فوج کو روانہ کیا۔ اسکی باربرداری کا سامان فوج سے بھی زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ جریر بن عبداللہ بویب پر مقیم تھا حضرت عمرؓ نے خوب تاکید کردی تھی کہ جبتک کامل فتح نہ ہو جائے کبھی پل پر سے عبور کرنے کا قصد نہ کرنا۔ جوں ہی مثنیٰ نے سُنا کہ مہران ایک لاکھ فوج سے آرہا ہے اسنے کئی سانڈنی سوار جریر کے پاس دوڑائے کہ فوراً میری مدد کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ وہ بویب کی طرف مثنیٰ کا پیغام پہنچتے ہی بڑھا یہ مقام دریائے فرات کے مغربی شاخ پر واقع ہے یہاں ایک پل بنا ہوا تھا جس سے دشمن کے اسطرف آنیکی امید کی جاتی تھی۔ ایرانی اپنی فوج کے تین حصے کرکے بڑھے ہر حصہ کے آگے ایک ہاتھی جاتا تھا۔ جسپر ایک آدمی بیٹھا ہوا غل وشور مچا رہا تھا۔ یہ خاص رمضان المبارک کا مہینہ تھا لیکن جنگ کے لئے روزے نہ رکھنے کی رخصت دیدی گئی تھی۔

مثنیٰ کی اس جنگ میں جان لڑی ہوئی تھی وہ خوب جانتا تھا کہ یہی جنگ اسلام اور زرتشتی مذہب کی فیصلہ کرنے والی ہے اوّل تو وہ خود ہی فنون جنگ سے خوب واقف تھا دوسرے اسے گذشتہ جنگ میں تجربہ بھی بہت ہو چکا تھا۔

اس نے اپنی فوج کو دانشمندی سے ترتیب دیا اور یہ کہا تمہاری بہادری آج کے دن ضرب المثل ہو جائے گی۔ موت کی طرح خاموش ہو رہو۔ اور جو تم ایک دوسرے سے کچھ کہنا چاہو تو کان میں منہ لگا کر کہو۔ ہم میں سے ایک شخص بھی آجکے دن رستہ نہ دیگا میں جلال

اور توصیف اپنے لئے نہیں چاہتا بلکہ تمہارے لئے چاہتا ہوں۔ اُنھوں نے ان ہی لفظوں میں ان کا جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا اسکی تعمیل ہم پر فرض ہے ہم با ہم گچ کی طرح جم گئے ہیں یہیں مرجائینگے اور یہاں سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹائیں گے۔

جب ایرانی فوج قریب آگئی تو مسلمانوں نے "بن بار اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی آخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی یہ فتح مسلمانوں کو سنہ ۱۳ ہجری مطابق ماہ نومبر ۶۳۴ء میں ہوئی۔ میور صاحب لکھتے ہیں اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ اُنکی ہڈیاں مقام بویب میں مدت تک دیکھنے میں آئی ہیں۔ میور صاحب فخریہ تحریر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں نے بھی اس جنگ میں مسلمانوں کی مدد کی۔ بدو سوداگروں کا گروہ بیچنے کے لئے گھوڑے ساتھ لیکر ادھر آنکلا اور ایرانیوں سے اس نے بڑی دہشتناک بہادری سے مقابلہ کیا ان میں کا ایک نوجوان لڑکا قلب لشکر میں گھسکر سردار فوج کا سر اُتار لایا اور فخراً اس نے آواز دیکر یہ کہا کہ میں بنی تغلب میں سے ہوں وہ میں ہوں کہ جس نے سردار کو قتل کیا ہے۔

گو یہ عظیم الشان فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی لیکن مسلمانوں کا بھی اس میں بہت نقصان ہوا۔ مثنیٰ اپنے جانباز بھائی کے شہید ہونے پر خون کے آنسو بہاتا تھا۔ وہ بہادر جسنے سخت کاری زخم لگنے کے بعد دم واپسین سے کچھ دم پہلے مرتے ہوئے آواز میں گرج کر عین کارزار کے موقع پر یہ کہا تھا "بہادر سپاہیوں اپنا جھنڈا بلند رکھنا۔ خدا اسکے صلہ میں تمہیں بلندی دیگا میری شہادت سے تم پراگندہ خاطر نہ ہونا" یہ آواز ایک زخمی شیر کی دنیا سے رخصت ہوتے وقت جنگ کے میدان میں سپاہیوں کے دلوں پر یکساں زبردست اثر کرنے والی تھی مثنیٰ کو دو دو غم تھے ایک اپنے پیارے بھائی کی شہادت کا اور دوسرے

اپنے مددگار مسیحی افسر کا جو مسلمانوں کی جانب داری میں لڑا تھا۔ مثنیٰ نے ہر شہید کی نہایت عزت کے ساتھ تجہیز و تکفین کی اور پھر یہ کہا گو ان شہدا کی صورتیں دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رونے کو جی چاہتا ہے لیکن مجھے یہ بات اطمینان دیتی ہے کہ انہوں نے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور پہاڑ کی طرح دشمنوں کے مقابلہ میں قدم جما کر جان دی اور شہدائے بویب ہو گئے۔

لوٹ کی تعداد نہ تھی۔ لاکھوں من غلہ و مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جو بدو کہ مسلمانوں کے معاون ہوئے تھے حصہ رسد مال غنیمت میں سے ان کو بھی دیا گیا اور وہ بخوشی اپنے مسکنوں کو واپس چلے گئے۔ مثنیٰ کی بہادری نے اس بدنما دھبہ کو جو گزشتہ جنگ میں مسلمانوں کے دامن پر لگا تھا بالکل دھو دیا۔ اپنے بلند حوصلہ کی وجہ سے اسی اس فتح پر کچھ ناز نہ تھا بلکہ وہ شکر اس بات کا کرتا تھا کہ خدا نے دوبارہ عزت رکھ لی۔ جو زخم گزشتہ جنگ میں اسے لگا تھا اس سے روز بروز مضمحل ہوتا چلا گیا اور آخر چند روز کے بعد اپنے دوست شہدا سے عالم ارواح میں جا ملا۔

فتوحات شام میں سب سے پہلی فوج خالد بن سعید کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی گو پہلے پہل تو اسے کئی فتوحات حاصل ہوئیں لیکن پھر وہ مخالفین کی زیادہ یورش سے گھبرا گیا۔ آخر اس کی مدد کے لئے عکرمہ اور ذوالکلاع حمیری کی ماتحتی میں کچھ فوج روانہ کی شامیوں کو پے در پے سخت بے عزتی کے ساتھ شکست پر شکست ملی۔ جب یہاں کی نوبت پہونچی تو ہرقل جو ایران سے بڑی بازی جیت کر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا تھا بیدار ہوا اور مسلمانوں کی فتوحات کی لین دوڑی بڑھتی ہوئی دیکھ کر وہ اپنے پر شوکت محلات سے روانہ ہوا اور حمص میں آکر اس نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا بڑے حصہ کو اپنے بھائی تھیوڈرک کی ماتحتی میں روانہ کیا جس میں ایک لاکھ سے کچھ اوپر سپاہ تھی۔ مسلمانوں نے بھی اپنی

فوجوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور سب پلٹنیں یرموک کے میدان میں جمع ہو گئیں۔ تھوڑے
دن تک یوں ہی دور سے حملے ہوتے رہے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ ایک خوف دو طرف تھا اِدھر تو
تھیوڈرک کی فوج مسلمانوں کی تیز و تند اور لاثانی بہادری کی خبریں سُن سُن کر کانپی جاتی تھی
اور اسے خوف تھا اگر ہم نے عام جنگ کر دی تو نتیجہ اچھا نہ ہوگا اُدھر مسلمانوں کو خیال تھا
اگر ہم نے پہلے حملہ کیا اور اِن پر جا پڑے تو وہ ہم سے کہیں تعداد میں زیادہ ہیں ایسا نہ ہو
چشم زخم اُٹھانا پڑے۔ ڈھائی تین مہینے اسی کشمکش میں گزر گئے نہ وہ اپنی جگہ سے ہلتے
ہیں نہ یہ روزانہ جنگ کی خبریں حضرت ابوبکر کو پہنچ رہی تھیں آخر مشورہ یہ قرار پایا کہ خالد بن
ولید کو عراق سے وہاں بھیجا جاوے خالد کے پاس جوں ہی حکم پہنچا وہ اپنی فوج کو لیکر سیدھا
یرموک کی طرف بڑھا۔ اس نے آتے ہی میدان کو دھواں دھار کر دیا بجلی کی طرح دشمن
کی بے تعداد فوج پر آناً فاناً میں گر پڑا۔ اِن کو اتنا بھی ہوش نہ آنے دیا کہ وہ سنبھلتے
اتنی بے تعداد فوج اور مقابل میں مٹھی بھر آدمی کیا کمال کر گئے ایک ایک دلیر سو سو آدمیوں
کا مقابلہ کر رہا تھا اور اسے کچھ ہراس نہ ہوتا تھا۔

اِس جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں یونانی بھی اپنی جانیں کھپا رہے تھے یہ سب
کی متشملہ فوجیں یرموک کے میدان میں جو قدرت نے خصوصاً اسی لئے موضوع کیا تھا کوسوں
اور فرسنگوں پڑی پڑی تھیں یہ لڑائی بھی ایک عظیم الشان مقابلہ تھا شامی بھی جان کھپا کھپا کے
جنگ کر رہے تھے۔ اِس خونخواری سے جنگ ہوئی جسکا نظیر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ خالد
کل فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا ایک خونریز اور انتہائی
میدان کے بعد اخیر مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

یرموک کا دمشق اور بصرہ کے درمیان واقع ہونا کئی سیاسی معاملات کے لحاظ سے

مسلمانوں کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس شکست پر بھی سلطنت مشرقی کا غرور نہ گیا تھا لاکھوں فوجیں اس کے ہاں ابھی بھری پڑی تھیں بحری قوت کا وہ ناز اور فخر جو ان کو مدت سے ہوتا چلا آیا تھا ذرا بھی کم نہ ہوا تھا۔ گو اس شکست سے ایک دیکا سلطنت کے ستون میں لگنی شروع ہوگئی تھی لیکن وہ اندرونی رخنہ اندازی تھی جسکا بظاہر ستون پر کوئی اثر نہ معلوم ہوتا تھا جس وقت خالد کی تلوار میدان یرموک میں چمک رہی تھی ایک یونانی نوجوان نے آگے بڑھکر اپنی فوج کو مخاطب بناکر یہ کہا تھا "کیا آج ہم وحشیوں کے مقابلہ میں دنیا کی فتح کے اس تاج کو اتار دینگے جو سکندر اعظم نے ہمیں پہنایا تھا یہ کہکر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھا اور سکندر اعظم کی ظفریاب روح سے مدد چاہی اور ایک پرحسرت آواز میں یہ کہا "کیا تو نہیں دیکھتا ہماری قومیں کیسی پسپا ہوتی چلی جاتی ہیں اور ہماری کیا حالت ہے اپنی نصرت نصیب قسمت کا ایک حصہ فیاضی سے اسوقت بخشدے"

فتح دمشق ایک مضبوط دستہ فوج کا یرموک میں اس غرض سے چھوڑکر کہ خدا نخواستہ کا سلسلہ بند نہ ہو مسلمانوں نے شمال کی جانب اپنا رخ کیا رستہ میں انہیں خبر لگی کہ دمشق کو مدد پہنچ رہی ہے اور کثرت سے فوجیں شہر کی حفاظت کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں اُدھر بیت المقدس میں شکستہ اور پراگندہ آدمی جمع ہو رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے عقب میں چھاپہ مارکر انہیں تہ و بالا کر ڈالیں یہ معاملہ سخت اہم تھا ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو ساری کیفیت لکھی کہ اب ہم کیا کریں آپ نے حکم بھیجا کہ شہر دمشق پر ایک انقطاعی حملہ کرو پھر شام کا قبضہ میں آجانا کوئی بات نہیں ہے کیونکہ دراصل اسکو شام کی شہر پناہ سمجھنا چاہیئے۔

یہ حکم دیکھتے ہی ایک دستہ فوج کا جردان روانہ کیا گیا اور ایک قوی لشکر دمشق کی طرف بڑھے۔

شہر دمشق کی فصیل بیس فیٹ بلند اور ۱۵ فیٹ چوڑی تھی ہنوز وہاں ایسے جگادری پتھر دیکھنے میں آتے ہیں جو سنہ مسیحی سے کتنے ہی پہلے کے ہیں۔ اس شہر کو اپنی قدامت اور اسکے ساتھ بزرگی پر جتنا فخر ہو وہ تھوڑا ہے دروازوں پر اور ادھر اُدھر دشمن کی مدافعت کے لئے اب تک برج بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو قدیمی سنگ تراشی کے کمال کی شہادت دیتے ہیں سینٹ جان کے بڑے گرجہ کی چھت ہنوز موجود ہے گو یہ پلیٹس مذہب کا گرجہ بالکل تباہ ہو گیا۔ اس کے کھنڈر اب بھی کسی قدر صحیح وسالم ہیں اور عیسائیوں کی عام شوکت کا نقشہ افسردگی کے ساتھ کھینچتے ہیں اس بڑے گرجہ کے علاوہ پندرہ اور گرجے دمشق میں بنے ہوئے تھے جب مسلمانوں نے خالد کی ماتحتی میں ہوکر اسپر حملہ کیا تھا۔ ایرانیوں کی شکست نے گو صلیب کے جھنڈے کو سینٹ جان کے سب سے بڑے منارے پر سے جھکا دیا تھا پھر بھی اس کے قائم رکھنے کا دمشقیوں میں دم خم بنا ہوا تھا۔

یہ کیفیت شام کے دارالخلافہ کی بیان ہوئی جو شہروں کی شہزادی کہلاتا تھا۔ اسکے اردگرد بلند بلند پہاڑ جو آجکل برف سے سفید ہو رہے تھے مسلمانوں کی سرگرمانہ کوششوں کے فرو کرنے کے لئے سخت مخالف کا کام دے رہے تھے پہاڑوں پر سے برف برابر گر رہی تھی اور ایسا چلہ کا جاڑا پڑ رہا تھا کہ دانت بجنے لگے تھے۔ پھر بھی یہ قدرتی مخالف مسلمانوں کی شجاعانہ خون کی حرارت کو سرد نہ کر سکی گو یہ گرم ملک کے باشندے ایسی سردی کے عادی نہ تھے پھر بھی ان کی صعب گزار روح اور بھڑکتے ہوئے پرجوش ارادوں نے اس سردی کو نہ گردانا اور باگیں اُٹھائے ہوئے بڑھتے چلے آئے۔ ابو عبیدہ نے اپنا لشکرگاہ مغرب کی جانب قائم کیا اور خالد نے مشرقی دروازہ کی جانب جسکا دروازہ کہنہ عبادت گاہ کے کھنڈروں سے دشوار گزار بن رہا تھا اپنا ڈیرا ڈنڈا ڈالا۔

اسی طور سے دوسرے دروازوں کی بھی حفاظت کی گئی تھی۔ مسلمانوں کا پہلے اُس یونانی فوج سے مقابلہ ہوا جو شہر کی حفاظت کے لئے پڑی ہوئی تھی دو تین خونریز میدانوں کے بعد وہ بالکل پسپا کر کے فصیل شہر میں محصور کر دی گئی اِس فصیل کو دمشقی اپنے زعم میں بڑا مضبوط جانتے تھے اور انہیں یہ معلوم تھا کہ مسلمان کبھی ہم پر فتح نہیں پا سکتے اِدھر قیصر حمص میں آ کر مسلمانوں کی قوت توڑنے کے لئے چاروں طرف سے فوج جمع کر کے یہاں روانہ کر رہا تھا لیکن مسلمانوں نے یہ بڑی عقلمندی کی تھی کہ تمام رستے فوج آنے کے روک دئے تھے ہر چند قیصر کی فوج نے چاہا کہ ہم دمشقیوں کی مدد کو پہنچیں لیکن اِن کی یہ کوشش محض بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے کوئی ناکا بھی خالی نہ چھوڑا تھا کہ وہ ادھر سے آ سکتے چیل کی طرح اوپر ہی اوپر منڈلاتے رہ گئے۔ پھر بھی محصورین کو کچھ ہراس نہ تھا وہ یہ جانتے تھے کہ موسم کی سرد مہری اور ہماری فصیلوں کی استواری کبھی مسلمانوں کا قدم آگے نہ بڑھنے دے گی مسلمانوں نے ٹھان لی تھی کہ جب تک دمشق کو فتح نہ کر لیں گے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹائیں گے گو موسم کی سختی کا وہ بہادری سے مقابلہ تو کر رہے تھے لیکن پھر بھی انہیں اپنی پوری جسارت سے کام لینے میں تامل کرنا پڑتا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے سردی کا موسم رخصت ہوا اور گرمی آ گئی اس گرمی نے مسلمانوں کی حمیتی کو اور بڑھا دیا اور اب انہیں اپنی خوفناک بیجگری کو کام میں لانے کا موقع ہاتھ آیا۔ اِدھر مسلمانوں نے اپنی پوری سرگرمی اور قوت سے کام کرنے کا ارادہ کیا اور اِدھر دمشقیوں پر مایوسی چھا گئی اور اس یاس نے ان کے دلوں کو توڑ دیا۔

ایک دن گورنر دمشق نے اپنے افسروں کی دعوت کی وہ اس قدر شراب پی گئے کہ انہیں اپنے جان و تن کا ہوش نہیں رہا۔ خالد کو یہ کیفیت کھل گئی وہ ساری رات نہ خود

سو یا نہ اور دن کو سو نے دیا ایک دستہ اس بہادر فوج کا جو عراق میں اس کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا منتخب کر کے تیار کیا چشم زدن میں کمندیں تیار ہو گئیں صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے خالد نے خاموشی سے بغلوں میں خالی پھولی ہوئی مشکیں دبا کر معہ اپنے جان نثار شیر دل سپاہیوں کے پانی میں اپنے کو پھینکا اور نہایت تیزی سے فصیل تک پہنچ گئے اور بے تامل کمندیں ڈالکر ان پر چڑھ گئے ابھی تک شہر میں کسی کو خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے جو لوگ کہ دمدموں اور برجیوں پر پہرہ پر تھے وہ قتل کر دیئے گئے کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی اس کے بعد دروازے کھولدئے گئے دائیں بائیں جتنے سنتری تھے وہ سب قتل ہو چکے تھے نعرۂ اللہ اکبر بلند ہوا قلعہ والوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے۔ وہ پراگندہ ہو کر دروازوں کی راہ سے بھاگے مگر یہاں شیر دل خالد کی سپاہ کھڑی ہوئی تھی جس نے انکو نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیا اور پھر ابھرنے نہ دیا۔ گورنر دمشق نے جب دیکھا کہ اب کوئی تدبیر نجات کی نہیں ہے اور شہر ہرگز نہیں بچ سکتا وہ دوڑا ہوا مغربی جانب ابو عبیدہ کے پاس آیا اور صلح کی بمنت درخواست کی۔ ابو عبیدہ کی نرم دلی اور رحیم طبیعت نے اُسے صلح کرنے پر مجبور کیا اسی جگہ پر اسیوقت معاہدہ ہوا اور اسپر دستخط کئے گئے دروازے کھولدیئے گئے اور مسلمانی فوج بلا مزاحمت مغربی جانب سے قلعہ میں داخل ہوئی۔

جب ابو عبیدہ فوج لئے ہوئے آگے بڑھا تو اسکے کانوں میں آدمیوں کی واویلا و بکا کی صدائیں آنے لگیں اور ابو عبیدہ کو معلوم ہوا کہ خالد مشرقی سمت حملہ آور ہوا ہے اس نے فوراً حکم بھیجدیا کہ اپنی تلوار کو میان میں کر لو گورنر نے ہمیں اپنے حوالہ کر دیا ہے۔ خالد یہ سنکر کچھ مایوس سا ہو گیا اور اس نے ناچار یہ عذر پیش کیا کہ شہر کی فتح میں باقی ہی کیا رہا جو آپ صلح کرنے پر راضی ہوئے ایک ہی تاخت میں ابھی سب کا فیصلہ تھا۔

بیک تاختن تا کجا تاختیم — چہ گردن کشانرا سرانداختیم

مگر خالد کا یہ تمام عذر بیفائدہ تھا ابو عبیدہ معاہدہ کر چکا تھا اور وہ اپنے معاہدہ پر سچا تھا اسکا انصاف اسکا رحم اور اس کی ایمانداری معاہدہ سے ایک انچ بھی اسے پیچھے نہ ہٹنے دیتی تھی اس نے خالد سے کہلا بھیجا کہ جو شرطیں کی گئی ہیں وہ ضرور پوری ہونگی۔ چنانچہ دمشقیوں کو امان دی گئی اور تمام شام میں اپنے کو غنیم کے سپرد کرنا گویا مغلوب ہو جانے کی علامت سمجھی گئی۔ نصف حصہ عام و خاص مال میں سے فاتحوں کو دیا گیا۔ ذرا سی چیز کی بھی نصف تقسیم ہو گئی جو کچھ موجود تھا خواہ کسی نوعیت کا ہو اسمیں سے نصف فاتحان اسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ علاوہ اس خراج کے جو یہاں سے سلطنت مشرقی کو دیا جاتا تھا یہ طے پایا کہ جو شخص اسلام قبول نہ کرے بشرطیکہ بالغ ہو ایک اشرفی سالانہ خراج کی مسلمانوں کو ادا کرے اور ہر کھیت میں سے اسیطرح غلہ کا بھی کچھ پیمانہ مقرر ہو گیا جو مسلمانوں کو دیا جاتا تھا مسلمانوں کے ہاتھ نہ صرف اتنی بھاری غنیمت اور یہ خراج ہی لگا بلکہ دمشق کے بہت سے مکانات پر بھی اپنے مسکن کے لئے انہوں نے قبضہ کر لیا جو انکے آرام اور کاموں کے لئے کافی تھے اور اسطرح یہ خوبصورت شہر چشم مشرق ہرقل کے ہاتھ سے نکلکر خلیفہ کے مبارک قبضہ میں آکر اسلام کا عدن ہو گیا۔ یہ فتح سنہ ۱۴ ہجری موسم گرما میں وقوع میں آئی شہر کے گرجوں کی بھی اسی طرح تقسیم کیگئی کچھ مسلمانوں کے حصہ میں آئے اور کچھ عیسائیوں کو دیدئے گئے بڑے گرجے سینٹ جان کے بھی دو حصے کر دیئے گئے نصف حصہ میں عیسائی آزادی سے انجیل سناتے تھے اور ان کی گھنٹیاں بجتی تھیں نصف دوسرے حصہ میں پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا اور خوب زور شور سے قرآن پڑھا جاتا تھا اور دینی وعظ ہوتے تھے ایک طرف حضرت عیسیٰ کے دین کی تلقین ہوتا اور دوسری

جانب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک دین کا وعظ ہونا مسلمانوں کی انتہا درجہ بے تعصبی اور رحم ظاہر کرتا تھا۔

زمانہ محاصرہ میں ابوالعور بڑی بہادری سے یونانیوں کے جنوب جانب حملہ کو روکے رہا ہرچند یونانی کثیر التعداد لشکر نے جنوب کی طرف حملہ کرنا چاہا مگر ابوالعور کی شائستہ اور جاں نثار فوج کے مقابلہ میں انکی ہمتیں پست ہوگئیں اور وہ پیچ پچکر رہ گئے مخل میں یونانی لشکر بٹا پڑا تھا۔ اور جروان میں جو اسی کے قریب ہے ابوالعور اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ قائم تھا۔ مخل جہاں یونانی سپاہ مقیم تھی پہاڑی کے مشرقی نشیب میں واقع ہے اسکی بلندی سطح آب سے چھ سو فیٹ پیمائش ہوئی ہے۔ اسی مقام میں سلطنت مشرقی کی شکستہ فوج نے پناہ لی تھی اور یہیں انھوں نے تازہ دم فوج کی مدد سے اپنے کو خوفناک لشکر کی صورت میں بدل لیا تھا۔ پہاڑوں میں سے جو پانی بہتا تھا اسکے سبب سے دلدل بہت ہوگئی تھی اسلئے ابوالعور کو موسم گرما کا رستہ دیکھنا پڑا تاکہ دلدل خشک ہوجائے۔ اسی ہزار فوج یونانیوں کی خیمہ زن تھی۔ روزمرہ ان کے سامنے انجیل پڑھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے خلاف جوش دلایا جاتا تھا۔ ایک چھنڈا صلیب لشکر میں بڑی شوکت سے اڑایا گیا تھا اور پادری سپاہیوں کو جوش دلاتے اور انکے دم خم بنانے کے لئے زیادہ سرگرمی کر رہے تھے۔

اب گرمی خوب پڑنے لگی تھی اور دمشق سے مسلمانوں کی فوج روانہ ہوچکی تھی۔ ابوعبیدہ نے چاہا کہ بڑھکر ہرقل پر حملہ کریں مگر حضرت عمر نے منع کر دیا کہ جبتک یونانی عقب میں ہیں براہ راست ہرقل پر حملہ کرنا مناسب نہیں ہے جوں ہی حضرت عمر کا یہ فرمان پہنچا ابوعبیدہ یزید بن ابی سفیان کو گورنر دمشق کرکے آپ سیدھا مخل کی طرف بڑھا

فوج ہراول کی خالد کمان کر رہا تھا اور ایک طرف ابوعبیدہ بذات خود ایک پلٹن کو لئے ہوئے

جما ہوا تھا۔ عمرو بن العاص دوسرے دستہ کا اعلیٰ افسر نامزد ہوا اور مشہور جنگ آور ضرار رسالہ کی کمان پر مقرر تھا۔ اِس لشکر نے یرموک کو عبور کیا اور فحل پر جہاں اسی ہزار سپاہ یونانیوں کی پڑی تھی مقیم ہوا۔ یونانی فوج نے چاہا کہ بھلاوا دیکر دھوکے سے عربوں پر چھاپہ ماریں لیکن وہ یہ نہ جانتے تھے کہ شرجیل شب و روز اپنی فوج کو لئے ہوئے جنگ پر مستعد رہتا ہے یونانیوں نے اپنے خیال میں مغالطہ دیکر یکایک مسلمان لشکر پر حملہ کیا یہ پہلے ہی سے جنگ کے لئے مستعد تھے اِس خوفناکی اور خونریزی و تندی سے دونوں لشکر جان توڑ کر لڑے کہ پہلے کبھی ایسی سخت جنگ نہ ہوئی تھی۔ شام تک یونانی اپنی جگہ سے نہ سرکے مگر شب کو خالد اور ضرار کی جانبازیوں اور خوفناک مقابلوں نے اِنہیں جگہ چھوڑنے اور فرار ہونے پر مجبور کیا۔

سلطنت مشرقی کا بہادر کپتان جنگجو ضرار کی تلوار کی نذر ہوا۔ فوج بالکل پراگندہ ہو کر بھاگی اکثر تو دلدل میں پھنسکر گرفتار ہوئے اور اکثر بچکر نکل گئے۔ اِس جنگ نے گویا صدیوں تک شام کی قسمت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں دیدیا۔ اس خونریز جنگ میں مسلمانوں کا اتنا نقصان نہیں ہوا لیکن مال غنیمت انہیں اسقدر ہاتھ لگا جسنے اور زیادہ فتوحات کا اِنہیں شوق دلایا اب کوئی دشمن اِدھر اُدھر نہ رہا اسلیئے شیر دل خالد کی فوج کی ملک شام میں زیادہ ضرورت نہ خیال کر کے حضرت عمرؓ نے اس فوج کے عراق جانے کا حکم دیا کیونکہ حضرت ابوبکر نے اپنی زندگی میں فوج کو خصوصاً عراق روانہ کیا تھا اس خواہش کی ضرورت نکل جانے کے بعد اب حضرت عمرؓ نے تکمیل فرمائی۔

اور اب اِس فوج کا سرکردہ بجائے خالد کے ہاشم بن عتبہ مقرر ہوا۔ یہ چُستی سے صحرائے لق و دق کو طے کر کے جنگ قادسیہ میں حصہ لینے کے لئے بڑھا۔ ابو عبیدہ خالد کے ساتھ حمص پر بڑھنے کی نظر سے دمشق واپس چلے گئے۔ عمرو بن العاص اور شرجیل کو حوران کے صوبہ

کے لئے چھوڑا گیا کہ وہ بالکلیہ اپنا قبضہ کر لیں۔

شام کی حب الوطنی کی آگ پھر کبھی روشن نہ ہوئی اسلئے کہ وہ سلطنت مشرقی کی بیجبر کم ہمتی سے بجھ چکی تھی۔ بدؤئی قوم جو رومیوں کے ظلم وستم سے تنگ آگئی تھی عربوں کی حکومت میں آنا انہیں نامبارک نہ معلوم ہوا۔ یہودی بھی خوشی خوشی اسلامی حکومت کو قبول کرتے جاتے تھے اور عیسائی تو سب سے زیادہ مسلمانوں کی حکومت کے شایق تھے وجہ یہ تھی کہ رومیوں کے مظالم نے انہیں جان اور مال سے تباہ کر دیا تھا سالانہ انکے خوبصورت بچے پکڑے جاتے تھے اور وہ وہ سلوک کئے جاتے تھے جو انتہائے ظلم قرار دئے جا سکتے ہیں۔

غرض شہر پر شہر فتح ہوتا چلا گیا اور آخر مسلمانوں کی سلطنت تجردان سے صحرا کی مشرقی جانب پھیل گئی اور عمدگی سے اسکی حفاظت کردی گئی دمشق سے یزید نے اپنی حکومت تدمور تک پھیلا دی اسکے بھائی معاویہ نے سیدان اور بیروت کو یوں ہی سی مخالفت کے بعد فتح کرکے اپنی فتوحات کی لین ڈوری کو طرابلس تک بڑھا دیا

شام کا ملک دریائے فرات سے ساحل سمندر تک فتح ہو گیا تھا۔ اور تمام رعایا خوشی خوشی مسلمانوں کو خراج دینے لگی تھی۔

ہرقل کی حالت کا نقشہ مسلمان مورخوں نے افسوس سے کھینچا ہے۔ وہ حمص میں اسلئے آیا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دے اور جو فوجیں ادھر ادھر روانہ کرے وہ اپنے شاہ کی پشت پناہی میں جان توڑ کر کام کریں مگر افسوس ہے اسکی یہ مراد بر نہ آئی اور حمص کو جہاں اسنے اپنا لشکر گاہ بنایا تھا ابوعبیدہ اور خالد کو سونپنا پڑا۔ ناچار بیچارہ یہاں سے بھاگ کر انطاکیہ میں مقیم ہوا مگر وہاں بھی خالد تلوار لئے ہوئے قضا کی طرح اسکے پیچھے پہنچا۔ اسکے بھائی تھیوڈر کے نے بہتیرا جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن خالد کی تلوار کے آگے اسکی تمام جانبازی نقش برآب ہوگئی اور

آخر ہرقل انطاکیہ چھوڑ کر دوسرے شہر میں گیا وہاں بھی بلائے بے درماں کی طرح خالد نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا پھر وہ تیسرے شہر میں جاکر پناہ گزین ہوا یہانتک کہ قسطنطنیہ میں جاکر اس نے پناہ لی۔ اب ہم ابوعبیدہ اور خالد کو شمال کی طرف انکے لشکروں کو تازہ دم کرنے کے لئے چھوڑتے ہیں اور پھر کچھ بیان عراق عرب کا کرتے ہیں۔

جنگ قادسیہ | ہم نے مثنیٰ کو عظیم الشان جنگ بویب کے بعد کالدیا کے کناروں پر چھوڑ دیا تھا کہ اگر کسی قسم کا خطرہ پایا جائے تو اسکا تدارک کرے۔ لیکن اس بدقسمت زمین کی تقدیر میں اور ایک بڑی خونریز جنگ لکھی تھی۔ مدائن میں انتظامی صورت تغیر و تبدیل ہوگئی تھی۔ امرائے مدائن رستم کی کمزوری اور ملکہ کی کم طاقتی سے درہم ہوگئے تھے اور اُنھوں نے شور مچانا شروع کردیا تھا کہ سلطنت تباہ ہوئی جاتی ہے جبتک کہ کوئی حوصلہ مند شاہ تخت نشین نہوگا سلطنت کبھی نہ سنبھلے گی۔ اب یہ تحریک عام میں پھیل گئی اور ہر شخص اسبات کا خواہشمند معلوم ہوا کہ کوئی عالی ہمم شہزادہ تخت نشین کیا جائے۔ اخیر یزدجرد ملا جو خسرو کی ظالمانہ قتل سے کہیں چھپ چھپا کر بچ رہا تھا اس کی عمر پوری ۲۱ برس کی تھی بظاہر دل چلا اور اولوالعزم معلوم ہوتا تھا سب کی صلاح سے یہی تخت پر بٹھایا گیا۔ نوجوان شاہ کے گرد بڑے خیرخواہانہ جوش سے امرائے سلطنت جمع ہوئے اور کسی قدر حب الوطنی کی آگ اِنکے دلوں میں پھر بھڑک اُٹھی تھی۔ فوجیں جمع ہونے لگیں عراق عرب پر دوبارہ قبضہ کیا گیا اور حیرہ تک کل شہر عمدگی اور مضبوطی سے محفوظ ہوگئے۔

تمام ارکان سلطنت معہ نوجوان شاہ کے اپنی دیرینہ حشمت و دولت کی آگ دوبارہ روشن کرنا چاہتے تھے اور اپنے بزرگوں کی غفلت اور عیاشی کی مکافات اپنی سرگرمی سے ہوجانی تصور کرتے تھے۔ جب ایرانیوں نے اپنے ہاتھ پیر اس سختی سے کشادہ

کئے تو لوگوں نے مثنیٰ کی اطاعت سے سبکدوشی حاصل کرنی چاہی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوکر سلطنت مدائن کے سایۂ عاطفت میں آگئے۔ مثنیٰ نے جب دیکھا کہ معاملہ بگڑ چلا مجبوراً اسے پھر پسپا ہوکر فرات کے پیچھے قیام کرنا پڑا۔ ایرانی فوج روز بروز تعداد میں زیادہ ہوتی گئی اور جو لوگ مسلمانوں کی حکومت سے سبکدوش ہوئے تھے ایرانیوں کا ساتھ دینے میں اور بھی سرگرم دکھائی دیتے تھے یزدجرد کی تخت نشینی گو بظاہر سلطنت مدائن کے لئے نیک شگون معلوم ہوتی تھی مگر اصل ساسانی سلطنت حکومت اور زرتشتی مذہب کا خاتمہ کرنے والی تھی مثنیٰ نے فوراً ایک نامہ حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کیا جسمیں ایرانیوں کے مظالم کا بھی ذکر تھا اُس خط کو دیکھ کے حضرت عمر بہت خفا ہوئے۔

آپ نے اپنے اسی جوش میں یہ مستقل ارادہ کرلیا کہ میں بذات خود اس جنگ میں شریک ہونگا آپکے اس ارادہ کا غلغلہ تمام مدینہ اور نئی فوجوں میں ہوگیا ہر شخص اس ارادہ پر سرگوشی کرتا دکھائی دیتا تھا کہ خلیفہ بذات خود جنگ پر روانہ ہوتا ہے حضرت علی اور بہت سے صحابہ رسول اللہ آپکو سخت مانع آئے اور کہا آپ کا تشریف لیجانا کسی طرح قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا حضرت عمر نے بہتیرا چاہا کہ صحابہ اجازت دیدیں لیکن ایک بھی راضی نہ ہوا اور سب نے متفق اللفظ یہ کہا "تیرے جانے سے اے عمر ہم ہلاک ہوجائینگے سب سے زیادہ حضرت علی اصرار کررہے تھے کہ آپ ہرگز نہ جائیں اور اِس ارادہ کو قطعاً موقوف کردیجئے مجبوراً حضرت عمر نے اپنے ارادہ کو ملتوی کیا۔ پھر بھی اتنے سے قصد کرنیکا نئی فوج پر یہ اثر ہوا کہ ان میں اپنے خلیفہ کی اس سرگرمی سے اور بھی جوش پیدا ہوگیا۔

چار ہزار فوج یکلخت جمع ہوگئی اب بحث یہ ہوئی کہ اِس فوج کی کمان کسے سپرد کیجائے یہ گفتگو ہی ہورہی تھی کہ سعد بن ابی وقاص کا نامہ لیکر قاصد آیا اس میں یہ مذکور تھا کہ میں نے

اپنی قوم ہوازن میں سے ایک ہزار نیزہ والے آدمی جمع کر لئے ہیں۔ اس کا نام سنتے ہی جماعت نے پکارا بس یہی ایک شخص ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا "کون" انھوں نے جواب دیا صحرائی شیر سعد کو شیر کہا کرتے تھے۔ یہ امر طے پاگیا کہ سعد افسر فوج بنایا جائے حضرت عمر نے فوراً سعد کو طلب کیا یہ شخص بچپن میں مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور وہیں اسنے پرورش پائی تھی نبی اکرم کی جنگوں میں اس نے تیراندازی میں بڑا نام پایا تھا۔ پستہ قد اور سیاہ فام تھا اسکی بہادری اور شجاعت کی دھاک تمام عرب میں بیٹھی ہی تھی لیکن کسی قدر سخت گیری میں بھی مشہور تھا۔ حضرت عمر نے اسے اس امر کی اطلاع دی کہ تو سپاہ سالار افواج اسلامیہ کا بنایا گیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا "خدا جوہروں اور نیک کاموں کو دیکھتا ہے اسکی نظر کسی کی پیدایش پر نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں سب برابر ہیں"۔

فرمان دیکھتے ہی چار ہزار آدمیوں کو لیکر عراق روانہ ہوا۔ عربوں کے بال بچے بھی انکے قاعدہ سفر جنگ کے مطابق ساتھ تھے۔

جوں جوں فوج آتی گئی حضرت عمر سعد کے ساتھ شریک ہونے کے لئے روانہ فرماتے گئے حضرت عمر نے جہاں تک آپ سے ممکن ہوا فوج جمع کرنے میں جان لڑا دی جتنے قبائل عرب تھے انکے پاس خط دوڑا دئے نہ کوئی شاعر بچا اور نہ کوئی سردار نہ شیخ قبیلہ نہ فصیح غرض جس کے پاس ہتیار اور گھوڑا ہوا اسکو طلب کر لیا۔ ہوتے ہوتے بیس ہزار فوج جمع ہوگئی جسکی کمان سعد کر رہا تھا وہ فوج جو شام سے آرہی تھی جب سعد کی فوجوں سے عراق میں ملی تو ان کی مشتملہ تعداد بیس سے تیس ہزار ہوگئی۔ سعد یہ فوج لیکر مثنٰی کی طرف بڑھا۔ اس سے بیسیوں درجہ زیادہ فوج کالدیا کے میدان میں ایرانیوں کی جمع تھی جو اپنے پرجوش دشمن کا انتظار کر رہی تھی۔

جب سعد حیرا سے پندرہ یا بیس میل جنوب جانب رہ گیا تو اس نے مثنیٰ کے انتقال کی خبر کو نہایت حسرت سے سنا۔ جو اس مرحوم کا بھائی معہ ایک وصیت نامہ کے لایا تھا۔ سعد آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اسکے بھائی کی تشفی کی اور اس وصیت نامہ کو پڑھا جسمیں یہ قیمتی فقرہ لکھا تھا جو اسکے دم واپسیں کے ساتھ اسکی زبان سے نکلا تھا "عربوں کو حدود صحرا پر جنگ کرنا مناسب ہوگا وہاں سے وہ دشمن کو بھگا دینگے اور پھر فتحمند ہونگے اگر شکست بھی کھائی تو ویران صحرا انکی پناہ کے لئے بہت موزوں ہے وہاں ایرانی کبھی نہیں جا سکتے اور پھر عرب تازہ دم ہو دہیں سے حملہ کر سکتے ہیں" جوں ہی سعد نے یہ وصیت نامہ پڑھا جنرل اعظم مثنیٰ کی اس یادگاری پر رحمت بھیجی۔ اس کے بے وارث خاندان کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور عربوں کے قاعدہ کے مطابق اس کے بیوہ سلمہ نامی سے آپ نکاح کر لیا نئی طرح سے سعد نے فوج کو ترتیب دیا۔ ہر کمپنی دس آدمیوں کی مقرر کی اور اس پر ایک افسر نامزد کیا جو لوگ کہ بڑے جنگجو تھے انکو جھنڈا دیکر آگے کیا الگ الگ قوموں کے جدا جدا دستے بنا لئے اور اسی ترتیب سے انہیں میدان جنگ میں لایا۔ چند محکمے اسلئے بھی مقرر کئے کہ اگر عین جنگ میں فوج کو کسی قسم کی ضرورت پڑے تو ان محکموں کے ذریعہ سے وہ ضرورت رفع ہو جائے خاص خاص کمانیں اُن آزمودہ کار سپاہیوں کو دی گئی تھیں کہ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس جھنڈے کے نیچے مشرکین عرب سے سینہ سپر ہو چکے تھے ان مبارک انفاس میں ۹۹ خاص وہ بزرگ تھے جو جنگ بدر میں شامل تھے اور ۴۰۱ وہ صحابہ تھے جنہوں نے نبی اکرم کا مختلف جنگوں میں ساتھ دیا تھا۔ سعد نے مثنیٰ کی قیمتی وصیت پر عمل کیا۔ اور آہستہ آہستہ اس دشت خونخوار کے کناروں کی طرف بڑھا۔ وہاں کچھ عورتوں اور بچوں کو چھوڑا اور انکی نگہبانی کے لئے ایک رسالہ مقرر کر دیا اور قادسیہ کی طرف باگیں اٹھائیں یہ وہ میدان ہے جس کی

تقدیر میں زرتشتی اور محمدی مذہب کا عظیم الشان فیصلہ کرنا لکھا تھا جو فارس کی قسمت کی ڈانواڈول کشتی کو اسلامی مصفا سمندر کے کنارہ لگانے والا تھا کچھ فوج تو دریائے فرات کے مغربی کنارہ پر ڈالدی اور ایک مضبوط لشکر قادسیہ کے میدان میں لاجما یا۔ یہاں سعد نہایت صبر سے حریف کی فوجوں کی شوکت اور جنبش کو دیکھتا رہا۔ اس نے حضرت عمر کی ہدایت کے بموجب یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ پہلے آگے بڑھکر حملہ آور نہ ہونگا اور جبتک حریف خود نہ بڑھے گا جنگ نہ کرونگا۔

رستم جو یزدگرد کی طرف سے سپاہ سالار ہوکر آیا تھا اسی ترتیب سے اسنے بھی چال چلنی چاہی اسی اثنا میں عربوں نے براہ دریا عراق عرب پر چھاپہ مارا اور امرا کے ایک محل پر حملہ کرکے اسکی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایک برات کو حیرا کے پاس گرفتار کر لیا۔ دلہن جو حاکم یا صوبہ دار کی لڑکی تھی معہ براتی جاہ وحشم کے اسلامی لشکرگاہ میں پہنچادی گئی موسم بہار گزر گیا اور خوب گرمی پڑنے لگی۔ تمام مویشی چراگاہوں سے ہکادئے گئے اور اکثر بار مسلمانوں کی خوراک مہیا کرنے اور اپنے حریفوں کو سزا دینے کے لئے تاخت کی گئی۔ ادھر اُدھر کے گاؤں کو لوٹ لیا اور اپنے لشکر کے لئے خوب سامان رسد مہیا کر لیا۔

سعد کی اس تاخت وتاراج سے دو حکمتیں تھیں پہلی حکمت تو یہ تھی کہ اپنی فوج کیلئے بخوبی رسد کا سامان جمع ہوجائے گا دوسری حکمت یہ تھی کہ جب یہ زمیندار تنگ ہوکر شاہ ایران سے فریادی ہوں گے تو مجبوراً رستم کو ہمپر حملہ کرنے کا جوش پیدا ہوگا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ زمینداروں نے واویلہ وشور مچایا اور یزدجرد کے پاس جاکر کہا اگر آپ ہماری پشتی نہیں لیتے تو ہم مسلمانوں کی حفاظت میں چلے جاتے ہیں۔ جب یہ شور مچا تو یزدجرد کی بیچین طبیعت اور بھی پریشان ہوئی اور اس نے باصرار رستم کو آگے بڑھنے کا حکم کیا۔

اسی عرصہ میں حضرت عمر اور سعد کی خط و کتابت ہوتی رہی حضرت عمر نے سعد سے قادسیہ کی جغرافیائی کیفیت دریافت کی اس نے لکھدیا کہ قادسیہ ایک خندق سیر نامی اور دریا کے مابین واقع ہے اسکے سامنے ایک گہری آبجو ہے۔ جو بائیں جانب چکر کھاتی ہوئی ایک شاداب اور سرسبز وادی میں ہوکر شہر حیرا کے نیچے تک چلی گئی ہے۔ ایک نہر اسی راستہ سے جھیل نجیف میں چلی جاتی ہے اسکے کناروں پر ایک محل خوادنامی بنا ہوا ہے۔ اسکی داہنی جانب غیر قابل گزر دلدل سے محفوظ ہے اور اسکی پشت پر صحرا واقع ہوا ہے۔ جب یہ رپورٹ حضرت عمر کو پہنچی آپ مطمئن ہوئے لیکن آپکی یہ رائے ہوئی کہ پہلے یزدجرد کو دعوت اسلام کی جائے چنانچہ چند جنگجو بہادر آدمیوں کو اس پیغام لیجانے کے لئے منتخب کیا جن میں سے نعمان بن مقرالمزنی و بشر ابن ابی حازم حرملہ بن صفوان۔ حنظلہ بن الربیع۔ عدی بن سہل۔ مغیرۃ بن سقبیۃ۔ عطارد بن حاجب سبت الکہدی۔ معن بن الحارث الشیبانی بڑے مشہور لڑاکو اور دلیر تھے اور انہیں کئی کئی زبانیں بھی آتی تھیں۔ یہ دلیر سفیر صحرائے لق و دق کو طے کرکے مدائن میں پہنچے۔ شان و شوکت ملاحظہ کی۔ ایک قوی ہیکل گارڈ سے قلعہ کو محفوظ پایا۔ انکے ابلق گھوڑے سب ایک ہی رنگ کے تھے زنار کی صورت میں سونیکی موٹی موٹی زنجیریں ان کی کمر میں پڑی ہوئی تھیں۔ زرہ بکتر اور خود فولادی نے انکی صورتوں کو خواہ مخواہ پرخوف بنا دیا تھا مگر ان صحرائی اسلامی بہادروں نے انکی اس پرشان ہیبت کو بھی نہ جانچا اور حقارت کی نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔ یزدجرد کو اس سفارت کی اطلاع کردی گئی تھی۔ کچھ دیر باہر کے درجہ میں اسکا انتظار کرنا پڑا۔ پھر یزدجرد نے انہیں اپنے سامنے بلایا۔ محل کی دولتمندانہ اور شاہانہ صورت دیکھکر عرب دنگ رہگئے لاکھوں روپیہ کے جواہر جڑے ہوئے اور ہزاروں من سونیکا کام تمام در و دیوار پر جگمگ کر رہا تھا۔ یزدجرد نے اپنے وزیر کے ذریعہ سے انکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے دعوت اسلام

کی اور آزادانہ یہ تقریر کی "ہم ظلمت کفر میں صدیوں سے گرفتار تھے نیکی اور بدی کی شناخت نہ رہی تھی تمام انسانی اخلاق اور روحانی برکتیں زایل ہوگئی تھیں جب ہماری نوبت حد سے زیادہ بری ہوئی تو خدا نے ہم ہی میں سے برگزیدہ نبی مبعوث کیا اس نے تمام روحانی برکتوں اور انسانی فضایل سے ہمیں حصہ دیا کفر کی ظلمت سے نکال ایمان کے روشن میدان میں لے آیا۔ اب اسکی وفات ہوگئی ہے اسکی جگہ اسوقت عمر خلیفہ ہیں جو اسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں ہم میں سے ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی ہدایت کے بموجب سب کو دعوت اسلام کرے اگر اس نے اسلام قبول کرلیا تو وہ ہمارا بھائی ہے اور نہیں اسے اختیار ہے تو مسلمان ہوجا تو پھر ہم میں سے تو بھی شمار کیا جائے گا اور اگر تو مسلمان نہیں ہونا چاہتا تو جزیہ دینا قبول کر تاکہ ہم تجھے اپنی حفاظت میں لے لیں اگر اس سے بھی تو نے انکار کیا تو سمجھ لیجو تیری سلطنت کے دن قریب آن لگے ہیں" انہیں آدمیوں نے یکے بعد دیگرے اسی مضمون کو بڑی دلیری اور بیباکی سے ادا کیا۔ نوجوان شاہ نے اس سیدھی سادی مودب گفتگو کا جواب نہایت بے ادبی اور گستاخی سے دیا۔ وہ جواب یہ تھا "تم محض ناچیز ہو۔ ایک غیر مزروعہ زمین کے خانہ بدوش ہو تمام عمر تمہاری صحرا در صحرا پھرتے ہوئے گزر گئی اس حالت میں تم تاج کیانی کی آرزو کرتے ہو تمہیں اب معلوم ہوجائیگا کہ یہ خبط تمہیں کسقدر تباہ و برباد کرتا ہے" یہ سنکر انہوں نے جواب دیا "اے شاہ تو سچ کہتا ہے ہم بیشک غریب اور بھوکے ہیں خدا ہمیں دولتمند اور سلطان بنادے گا۔ بہتر ہے اگر تو نے تلوار کو پسند کیا ہے یہی ہمارا تیرا فیصلہ عمدگی سے کردیگی" یہ سنتے ہی نوجوان شاہ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا "تم اگر ایلچی نہوتے تو سبکو قتل کرڈالتا۔ تم میں ایک بھی زندہ بچکر نہ جاتا۔ پھر اپنے ارکان دولت کی طرف مخاطب ہوکر کہا انہیں ایک ڈھیلا مٹی کا دو اور شہر کے دروازہ کے باہر نکال دو۔ چنانچہ فوراً ایک ڈھیلا منگا یا گیا اور کہا اسکو

اٹھا کر لے جاؤ یہی تمہارے قابل ہو۔ عاصم نے اس ڈھیلے کو اٹھا لیا اور شہر کے باہر مع اپنے ساتھیوں کے چلا۔ اتنے میں رستم دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس سے کیفیت بیان کی کہ میں نے اسے ذلیل کرنے کے لئے یہ کارروائی کی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر جواب دیا "تو نے انہیں ذلیل نہیں کیا تو خود ذلیل ہو گیا" پھر اس نے سوار دوڑائے کہ عربوں سے جا کر اس ڈھیلے کو چھین لائیں۔ عرب کبھی کے اپنے منزل مقصود پر پہنچ چکے تھے عاصم نے اس ڈھیلے کو سعد کے آگے رکھکر کہا "اے سعد خوش ہو کہ خدا نے تجھے زمین ایران بخشی" پھر بڑی سخت جنگ کے بعد ایران فتح ہو گیا اور قریب قریب تمام ایرانی زمین پر قابض ہو گئے۔

عظیم فتوحات کے بعد ۶۳۹ء مطابق ۱۸ھ میں بصرہ کی بنیاد پڑی اور پھر حضرت عمر نے حکم دے دیا کہ کوفہ آباد کیا جائے اور آپ نے یہ بھی حکم بھیجا کہ سپاہی کوئی مدائن میں رہیں یا کوفہ میں آکر قیام پذیر ہو۔ کوفہ کا موسم عربوں کو پسندیدہ معلوم ہوا وہ غول کے غول وہاں جا کر آباد ہونے لگے پہلے یہاں مکانات سرو سخت سرکنڈوں کے بنائے گئے جیسے بصرہ میں بنے تھے مگر شب و روز کی آتشزنی نے شہریوں کو بولا دیا پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں میں اینٹوں کے پختہ مکانات بنائے جائیں حکم ہوتے ہی بڑے بڑے مکان تیار ہو گئے۔ لاکھوں روپیہ تجارتی سامان سے شہروں کو رونق ہو گئی اور کوفہ ایک بارونق اور دلچسپ جگہ رہنے کی ہو گئی

مرکز شہر میں ایک مسجد بنائی گئی جس کے ستون سنگ مرمر کے تھے جو حیرا سے لائے گئے تھے سعد نے بھی اپنے لئے ایک بہت بڑا محل تیار کرایا اور اسکا ایک وسیع احاطہ گھیر کر ایک بہت بڑا دروازہ بنایا تا کہ کوئی بازار میں پھرتا ہوا انجان آدمی بغیر پوچھے گچھے مکان میں چلا آئے جب حضرت عمر نے اس دروازہ کی کیفیت سنی تو آپ کو سخت رنج ہوا آپ نے فوراً سعد سے کہلا بھیجا کہ اس دروازہ کو گرا دے اور بھائیوں کو اپنے پاس آنے سے منع نکر حضرت عمر نے یہ لکھکے بھیجا

اِس امر کی مجھے اطلاع گزری ہی کہ تونے اپنے لئے ایک محل بنوا کر تیار کرایا ہی اور لوگ اسے حصار سعد کہتے ہیں اور تونے اسکا بہت بڑا دروازہ بنایا ہی یہ تیرا حصار نہیں ہی غالباً یہ حصار تباہی و بربادی کا ہی خزانہ کے لئے اسکی کیا ضرورت ہی جبکہ تو خود اسکی حفاظت کر سکتا ہی اور اسے مقفل کر سکتا ہی لیکن یہ دروازہ جسنے آدمیوں کو تیرے پاس آنے اور اپنی عرض معروض کرنے سے بند کر دیا ہی تو ضرور اسکو گرا دے " یہ نامہ خلیفہ کا دیکھتے ہی سعد نے تعمیل حکم کی مگر اسنے از روئے ایمان یہ تحریر کیا جس غرض سے میں نے دروازہ بنایا تھا اسکے خلاف حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا میری ہرگز یہ رائے نہ تھی کہ لوگ میرے پاس التجا لیکر نہ آئیں حضرت نے اسکے عذر کو قبول فرمالیا۔

اِس قطع کا انتظام کرنا یہ دوسرا مقصد تھا اس بار آور صحرا کو عرب انعام جنگ کہتے ہیں حضرت عمر نے اِن کاشتکاروں کو جو ہنگامہ عراق میں پریشان اپنی زمینیں چھوڑ چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگ گئے تھے یہ اعلان دیا کہ وہ بدستور یہاں آکر آباد ہوں اپنے اپنے ملکوں پر قبضہ کرلیں اور ہلکا سا خراج زمین اپنے محافظین کو ادا کرتے رہیں مگر اِن شہزادوں اور امرا کی ملکیں جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور اِن کے تمام آتشکدے یا وہ ملکیں جو شاہی تھیں سب حضرت عمر کے حکم سے ضبط کر لی گئیں۔ تمام ضرورتیں جن سے عامہ خلائق کی بہبودی اور آسایش متصور ہو سکتی تھی خلیفہ کے حکم سے پوری کی گئیں۔ مثلاً جابجا سڑکوں کا بننا۔ نہروں کا دریاؤں سے کاٹکر لانا اور کھیتوں میں چھوڑنا۔ ڈاکخانہ کا انتظام۔ لنگرخانوں کا جاری ہونا یہ ساری باتیں بطرز حسن عمل میں آئیں۔ پھر حضرت عمر نے یہ حکم دیدیا کہ عرب مستقل طور پر سوائے میدان جنگ کے کہیں حکمران نہ رہیں اور نہ کاشتکاری یا زراعت کریں کیونکہ اس سے انکی جنگی قوت میں فرق آجائے گا جتنی کہ زمینیں سپاہیوں کے حصہ میں آئی تھیں انہیں چھوڑنی پڑیں اور اِن پردیسی کاشتکاروں

کا قبضہ ہوگیا۔ جو لوگ ان زمینوں کے مالک تھے انکو وہ زمینیں سونپ دی گئیں ادھر محصول کی کثرت اور ادھر آبادی کی بہتات اور پھر عربوں کی جنگی قوت کی سلامتی نے شام کی حدود سے ایران کی پہاڑی سلسلوں تک تمام باشندوں کو مالا مال بنا دیا۔ تمام ملک مفتوحہ اسی کے کاشتکاروں کو بالکلیہ سونپ دیا گیا اور انکو محفوظ رعیت قرار دیدیا گیا انکا نام ذمی مشہور ہوا جس کے لئے یہ حکم ہے کہ ذمی کا خون مومن کے برابر ہو۔

وہ ضبطی کی زمینیں جو تاج کی مقبوضہ تھیں چاہییں ان کے انتظام کے لئے تاج کی طرف سے ایجنٹ مقرر ہوئے مگر یہ ایجنٹ بھی زیادہ تر وہی اصلی کاشتکار ہوتے تھے جو قدیم سے اس ملک کے رہنے والے تھے اور جو کچھ محصول آتا تھا وہ عامۂ خلایق کے منافع میں خرچ کردیا جاتا تھا۔ کوفہ کی ملکیت کا حاصل بصرہ سے کہیں زیادہ تھا۔ کوفہ کے بنیاد پڑنے کے چند روز کو بعد بصریوں نے اپنے وکلا حضرت امیر المومنین کی خدمت میں روانہ کئے اور التجا کی کہ ہمارے اوقات بڑھائے جائیں اور آمدنیاں ہماری ذمہ واریوں سے زیادہ مناسب کی جائیں۔ ان وکلا میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کوفہ ایک تر و تازہ باغ ہے کہ جو موسم میں کھجوروں کی فصل بہتات سے دیتا ہے اسکے مقابل میں ہماری زمین شور ہے۔ ایک طرف سے تو صحرا کے کنارے پر ہے جس وقت کوئی طوفان آتا ہے تو دریا کا شور پانی اسکی شور زمین کو اور رہا سہا تباہ اور برباد کردیتا ہے اب آپ کوفہ سے مقابلہ فرمائیں ہمارے ہاں غریب کثرت سے ہیں اور امیر بہت کم ہیں۔ اپنی جود و کرم سے ہمیں حصہ بخشا دے۔

آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت کز عین التفات بریں بصرہ بنگری

حضرت عمر نے جب انکی عرضداشت پر غور فرمایا تو نہایت فیاضی سے تاج کی زمینوں میں سے ان کے اوقات ان کی مرضی کے موافق زیادہ کردیئے بعد ازاں جو کچھ بصرہ کو ترقی

ہوئی وہ کوفہ سے کم درجہ پر تھی ۔ اگر ہم بصرہ اور کوفہ کی بے نظیر قسمتوں پر ایک نظر ڈالیں گے تو ہمیں بخوبی کھلجائے گا کہ یہ دونوں شہر بہت جلدی کیسے آباد ہوئے ۔ تمام اطراف سے لوگ آ آکر آباد ہوگئے تھے تجارت کی گرم بازاری جابجا مدارس کا جاری ہونا اور علم کا چرچہ ۔ فوجوں کی آمدورفت نے کچھ زمانہ تک خصوصًا کوفہ کو بڑا خوشنما شہر بنائے رکھا حضرت علی نے اپنا دارالخلافہ علاوہ اور سیاسی اسباب کے کوفہ کو اسلئے بھی بنایا تھا کہ اسکی تروتازگی اور سرسبزی روح کو تازہ رکھتی ہے یہاں کی آب و ہوا صحت بخش تھی شہر شش عرعرو حجر شش مرمر کا حکم رکھتے تھے مگر اسکی بہبودی اور تروتازگی کو حضرت عمر جیسے قوی اور مضبوط بازو سہارا دئیے ہوئے تھے مگر جب آپکی وفات ہوگئی اور یہ کمزور ہاتھوں میں پڑا بس پھر جو کچھ اسکی تقدیر ہوئی تھی وہ آنکھوں کے آگے آگئی ۔

شمالی شام کی مہم شامی جنگی سلسلہ تازہ کرنے کے لئے ہمیں ذرا پیچھے سنہ ۱۵ھ سنہ ۶۳۶ء جردان کے کناروں کی عظیم الشان فتح کی طرف ہٹنا چاہئے سنہ ۱۵ھ کے اختتام پر ابو عبیدہ نے عمرو بن العاص کو حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کرے یزید بن ابی سفیان گورنر دمشق اپنی باقیماندہ فوج لیکر حمص کی شمالی جانب بڑھا ۔ جہاں شہنشاہ بیٹھا ہوا اپنے حریف کی حرکت کو دیکھ رہا تھا ۔ راہ میں یزید کی فوج کا ہنیوڈرک برادر ہرقل سدّراہ ہوا اور اس نے چاہا کہ دمشق پر حملہ کرکے اسکو چھین لے مگر خالد کی فوج نے اسکی بڑھتی ہوئی سپاہ کو شکست دیکے بھگا دیا اس سے فارغ ہوکر عربوں نے بعلبک کا رخ کیا تھا ۔

ابو عبیدہ سیدھا حمص کی طرف بڑھا چلا گیا تھا ۔ ہرقل ہنیوڈرک کی شکست پر اڈیسا بھاگ کر چلدیا تھا جہاں اس نے بدؤں کو مسلمانوں سے بھڑکا کر آمادہ جنگ کردیا ۔ مگر ان بدؤں کی کچھ دال نہ گلی اور سعد نے انکو تباہ کردیا پھر ابو عبیدہ نے حمص کا محاصرہ کرلیا ۔ لیکن ایسی دقت ہوئی کہ حمص کے فتح ہونیکی امید جاتی رہی اور عربوں نے ارادہ کرلیا کہ یہاں سے پھر کر چلے جاویں اس لئے

کہ جاڑے کی سختی ناقابل برداشت تھی۔ یکایک اسی اثنا میں اسی طرح خطرناک دلیری سے حملہ کیا گیا جیسا دمشق پر کیا گیا تھا اور آخر حمصیوں سے نصف نصف مال پر صلح ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو حکم دیدیا تھا کہ تو برابر اپنی فوج کی رفتار کو جاری رکھیو اور آگے بڑھتا چلا جائیو تاکہ تو کناروں کی قوی قوموں کو حاصل کر کے اپنے لشکر کو قوی بنا سکے۔

حمص میں کچھ فوج چھوڑ کر ابو عبیدہ شمال کی جانب روانہ ہو گیا تھا چھوٹے چھوٹے شہر برابر مطیع ہوتے چلے جاتے تھے۔ ہاں لیوڈیسیا نے بہت سختی سے مقابلہ کیا اور عربوں کو ناک چنے چبوا دئے مگر عربوں کے جوش نے دھاوا کر کے اسکو بھی فتح کر لیا اور اسکی تمام بہادر فوجوں کو کاٹ ڈالا۔ ہنوز شمال کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے۔ خالد نے قنسرین کے پاس یونانیوں کی ایک بڑی جمعیت کو شکست دی اور آگے بڑھکر الیپو کو بڑی خونریز جنگ کے بعد فتح کر لیا جب یہاں سے فراغت پائی تو ابو عبیدہ انطاکیہ میں پھرا۔ یہاں شکستہ سلطنت کی فوجیں جمع ہونے لگی تھیں اور انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو حکومت شام کی سرداری سے بالکل سبکدوش کر دینا چاہئے۔ ہرقل نے یہاں فوج جمع کرنے میں جان لڑا دی اور اسکو خوفناک مضبوطی سے آراستہ کیا۔ لیکن ہرقل کی ساری کوششیں محض بیکار گئیں۔ انطاکیہ کی دیواروں کے نیچے ایک عظیم الشان اور خونریز جنگ کے بعد ہرقل کی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور مسلمان فتحمندانہ جھنڈا اڑاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے یہ مختصر بیان ہے جسمیں نہ صرف شمالی شام کی قسمت کی کیفیت درج ہے بلکہ دمشق سے ایشیائے کوچک کے پہاڑی سلسلہ کا حال بھی بیان ہوا ہے۔

مشرقی طرف یونانیوں نے آخری کمزور کوشش دوبارہ اپنا ملک حاصل کرنیکے لئے کی وہ دوبارہ سخت بیعزتی اور مایوسی کی حالت میں پسپا کر دئے گئے۔ ان کا رہنما قتل ہو گیا اور انکی بڑی تعداد قیدی بنائی گئی۔ سلطنت کے لشکر کے جسم میں رعشہ پیدا ہو گیا تھا اور شام کے باشندوں سے نفرت

سمندر کے کناروں تک مسلمانوں کا تنگا رہنگیا تھا۔ ان حدود کی تمام قومیں مطیع کر لی گئی تھیں اور ان کو اس کام پر مقرر کر دیا تھا کہ مفتوحین کی تیاری یا حرکت کی کل خبریں مسلمانوں کو پہنچاتی رہیں اب بدو بھی مسلمان ہونے شروع ہو گئے تھے۔

ہر قلعہ اور ہر گھاٹی میں محصور ہو کر ہرقل نے جان توڑ توڑ کر جنگ کی اور قدم قدم پر اپنی فوج کو نثار کیا مگر سب کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوتا گیا جب وہ مجبور ہو کر قسطنطنیہ بھاگا ہی تو جاتے وقت اس نے بیت المقدس کو مخاطب بنا کر یہ کلمے کہے "اے پاک زمین اور اے مقدس معبد میں تجھسے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ کیا پھر بھی میں تیری مبارک چوکھٹ میں کھڑا ہو کر تیری طرف سجدہ کروں گا!"

فتح فلسطین ۱۵ھ ۶۳۶ء | عرب جغرافیہ دانوں کے مطابق فلسطین وہ قطعہ ہے جو بحر لوط کے مغرب میں واقع ہے۔ اسکی شمالی حدود ایک خط ہے جو سمندر سے کارمیل پہاڑی تک کھنچا چلا گیا ہے۔ اس شمال میں پھر جس ملک کو دریا سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اسکو ملک فردان کہتے ہیں پہلے عربوں نے حارن کی طرف یورش کی تھی جو شام کے شمال اور جردان کے مشرق میں واقع ہے۔ عرب سے نکل کر ان کا شمالی رستہ شاہ راہ دمشق تھی جہاں سے موجودہ زمانہ میں حاجی آتے جاتے ہیں۔ جو بحر لوط کے مشرق کی طرف واقع ہے۔ شام میں مسلمانوں نے جابیہ پر ہو کر جنگ کی۔ جابیہ سے بڑے بڑے زبردست لشکر دمشق کے شمال۔ مغرب کی طرف جردان اور فلسطین پر روانہ ہو سکتے تھے۔ محاصرہ دمشق اور جنگ فحل کے بعد فوراً جردان کا ایک بہت بڑا صوبہ عمرو بن العاص کی فوجوں کا شکار ہو گیا۔ قیصر کی حکومت فلسطین ہی میں متزلزل نہ ہو گئی تھی بلکہ مصر میں بھی اسکی بنیادیں ہل گئی تھیں فلسطین اور اسکے پاس کے دو مقام اس عظیم الشان لشکروں سے مضبوط ہو رہے تھے۔ بظاہر یہ امید نہ کی جاتی تھی کہ مسلمان اسے بہت جلد فتح کر لینگے۔ عیسائی سمجھتے تھے کہ مسیحی دین کی عزت

اور بقا صرف فلسطین کے قائم رہنے پر منحصر ہی اسلئے عیسائیوں کی کل قومیں فلسطین میں جمع ہوئیں بطریق ارطبون فلسطین کی کمان کرتا تھا جس نے خاص ایک حصہ لشکر سے بیت المقدس کی سختی سے محافظت کی اور باقیماندہ فوج سے اجنادین پر مقیم ہوا تاکہ مسلمان حملہ آوروں کو روکے اس چالاک شخص نے یہ چال چلی کہ عمرو بن العاص کو تنہا کچھ گفتگو کرنیکے لئے بلایا اور کمینگاہ میں چند آدمی چھپا دئے جو راستہ ہی میں اسکا فیصلہ کردیں مگر یہ تدبیر کچھ کارگر نہ ہوئی اور اجنادین کے میدان میں ایک خونخوار جنگ ہوئی جسنے فی الحال فلسطین کی قسمت کا فیصلہ کردیا۔ سخت خونریزی کے بعد ارطبون واپس بیت المقدس بھاگا پہلے عمرو بن العاص نے چھوٹے چھوٹے شہر فتح کر لئے اور اب صرف رملہ اور بیت المقدس رہ گیا۔ بیت المقدس کی طرف آخر عمرو بن العاص نے قدم بڑھایا ارطبون میں اتنا بھی دم نہ رہا تھا کہ وہ وہاں مقابلہ کرتا بیت المقدس کو چھوڑ کر مصر چلا گیا۔ بطریق نے صلح کی درخواست کی لیکن قید یہ لگائی کہ خود امیر المومنین حضرت عمر تشریف لائیں تو انکے ساتھ معاہدہ ہو۔ حضرت عمر کو اسکی بابت لکھا گیا گو آپکے مشیروں کی رائے نہ تھی لیکن پھر بھی مدینہ سے جابیہ کی طرف روانہ ہوئے یہ ایک یادگار دن ہی کیونکہ یہ پہلا ہی وقت تھا کہ خلیفہ نے حدود عرب سے قدم باہر نکالا۔ ابو عبیدہ، خالد بن ولید، یزید بن ابی سفیان مشرق سے حضرت عمر کے استقبال کیلئے دوڑے سوار ونکا ایک پرا وردیوں سے سجکر اعلٰے درجہ کے گھوڑوں پر سوار ہوکر حدود عرب تک شام سے اپنے امیر کی پیشوائی کیلئے روانہ ہوا انکے زریں تاج اور جواہر نگار کلغیاں، سونے اور چاندی کی موٹی موٹی زنجیریں انکے گلوں میں پڑی ہوئیں ہر قسم کے جواہرات سے انکی وردیاں جھم جھم کر رہی تھیں جوں ہی حضرت عمر نے انکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپکو اپنی فوج کا زریں لباس برا لگا آپ نے جھنجلا کر فرمایا۔

" دور ہو میرے پاس سے تمنے دو ہی برس میں اپنی پوشاک بدل لی اسی لباس نے کسریٰ اور قیصر کو

برباد کردیا اگر دو سو برس میں تمہارے لباس میں اتنا تغیر آجاتا جب بھی ایک بات تھی اُنہوں نے اپنے زرین جواہر نگار کوٹوں کے بٹن کھولکر دکھائے اور عرض کیا اے امیر المومنین ہنوز وہ ہی ہمارے قدیمی ہتھیار ہمارے زیب تن ہیں۔ یہ دیکھکر حضرت عمر کو کسی قدر اطمینان تو ہوگیا تاہم آپ ناخوش رہے اور ان کے یہ زریں لباس پسند نہ کئے حضرت جابیہ میں مقیم ہوئے کہ اتنے میں ایک سفارت بطریق کے پاس سے آئی جو شروط کہ بطریق نے کی تھیں منظور کرلی گئیں شہادتیں ہوگئیں اور حضرت عمر کی مُہر ثبت کی گئی۔ سفارت کو وہ عہدنامہ دیدیا گیا وہ اپنے مالک کے پاس لیکر چلی گئی۔ بعدازاں بیت المقدس اور رملہ کا دروازہ حملہ آوروں کے لئے کھلگیا عمرو بن العاص اپنی فوج لیکر جابیہ میں جہاں حضرت عمر مقیم تھے حاضر ہوا حضرت عمر کو دیکھتے ہی وہ دُور سے اُتر آئے اور اُنہوں نے امیر المومنین کی رکاب کو بوسہ دیا۔ حضرت عمر بھی گھوڑے پر سے اُترے اور عمرو بن العاص کو بہت محبت سے گلے لگایا اور جنرلوں کو ان کی کمان کی جگہ پر رخصت کرکے حضرت عمر عمرو بن العاص کو ہمراہ لیکر بیت المقدس کیطرف بڑھے عمرو بن العاص نے حضرت عمر کی خدمت میں ایک یابو سواری کے لئے حاضر کیا اِسکے گلے میں گھنگرؤں کی ہیکل پڑی ہوئی تھی اور جسوقت وہ چلتا تھا تو وہ چھن چھن کرنے لگتی تھی۔ یہ شام کے طریقہ پر مٹکر اور ناچ کرچلتا تھا (جیسا آجکل مہاجنوں کے گھوڑی گھوڑے پھرتے چلتے ہیں) حضرت عمر چند قدم تک اسپر سوار گئے لیکن بعدازاں اُتر آئے اور عمرو بن العاص سے دریافت فرمایا کہ اس قسم کی چال گھوڑے کو کیوں سکھائی جاتی ہے۔ عمرو بن العاص نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے اسکی خبر نہیں کہ گھوڑوں کو شام میں ایسی چال کیوں سکھائی جاتی ہے آپ اس یابو پر سے اُتر آئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوگئے۔

جب حضرت عمر بیت المقدس میں تو آپنے بطریق اور باشندگان شہر پر نہایت مہربانی فرمائی

آپ نے انہیں اجازت دیدی کہ وہ خفیف سا محصول ادا کریں اور انکی تمام عبادتگاہیں اور گرجے آزاد چھوڑ دئے گئے سب پر ان ہی کا قبضہ رہا اور انہیں اسبات کی آزادی دیدیگئی کہ جس طرح پہلے اپنی عبادت اور تلقین دین کرتے تھے اسیطرح اب بھی کریں۔ ملکی اور مذہبی حقوق انکے اسیطرح برقرار رکھے گئے بیت المقدس صرف یہودیوں اور عیسائیونکا معبد نتھا بلکہ مسلمانونکا بھی اسیطرح معبد تھا۔ پہلے مسلمانونکا یہی قبلہ تھا اور اسکی طرف سب سجدہ کیا کرتے تھے۔ پاک پہاڑی کی چوٹی پر ایک نشان ہنوز بنا ہوا ہے جسکو حضرت یعقوب علیہ السلام کا بالین کہتے ہیں۔ اسی مقام پر حضرت عمر نے مسجد کی بنیاد ڈالی جو اتک موجود ہے۔

مسلمان مورخوں نے اور زیادہ حضرت عمر کے بیت المقدس تشریف لیجانیکی بابت تحریر نہیں کیا مگر جو کچھ مسیحی مورخوں نے لکھا ہے وہ درج کیا جاتا ہے۔ مسیحی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بطریق کے ساتھ تمام زیارتگاہوں کو جا جا کر ملاحظہ فرمایا اور ہر ایک عمارت کی نہایت متانت سے تاریخ دریافت فرماتے رہے۔ نماز کی مقررہ ساعت میں بطریق نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ اس گرجہ میں (جسمیں انکے عقیدہ کے موافق قیامت کے دن خداوند تعالی لوگوں کے اعمال کا فیصلہ سناویگا) نماز پڑھ لیں حضرت عمر نے باہر گرجہ کی سیڑھیوں پر جانماز بچھا کر نماز پڑھ لی اور کہا "میں نے اسلئے اندر جا کر نماز نہیں پڑھی مبادا مسلمان عیسائیوں کے گرجوں میں نماز پڑھنا شروع کر دیں اور پھر مسیحیونکو تکلیف پہنچے"

مسٹر امیر علی نے اس واقعہ کو بعینہ اسیطرح اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں لکھا ہے لیکن میور صاحب یوں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے اسلئے انکار کیا تھا کہ مسلمان اس معبد میں کہیں قبضہ نہ کرلیں اور پھر آپنے قسطنطین کے گرجہ میں جانماز بچھا کر نماز پڑھی۔ اور اس خیال سے کہ قسطنطین کے گرجہ میں مسلمان قبضہ نہ کرلیں ایک مسجد اسی کے پہلو میں تعمیر کرا دی جو ہنوز موجود ہے۔

حضرت عمر نے زیادہ یہاں قیام نہیں فرمایا جس لئے آپ تشریف لائے تھے وہ کام ہو چکا تھا

صرف آپ نے اتنا اور کیا کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک حصہ میں تو بیت المقدس اور
دوسرے حصہ میں رملہ نامزد کیا گیا۔ پھر آپ جس راستہ سے تشریف لائے تھے اسی راہ سے
مدینہ منوّرہ واپس تشریف لیگئے اِسطرح شام شمال سے حدود مصر تک تین سال کے عرصہ میں
عیسائیوں کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کا ہوگیا۔ ہر شخص تعجب کریگا کہ مسلمانوں کی یہ شتابانہ
فتوحات کیا ایک معجزہ تھیں جو آناً فاناً میں اِدھر سے اُدھر پہنچ گئیں۔

فاتحانِ شام نے کیلدیا کی طرح اپنے ہاتھ پیر شام میں نہیں کشادہ کئے۔ انہوں نے اپنے
لشکرگاہ اور عربوں کے رہنے کی معقول جگہ بصرہ اور کوفہ سے بہتر نہیں دیکھی۔ ملک اور موسم بھی
موافقت میں کمی کرتا تھا۔ عرب شام میں فتح کرنے والوں کی صورت میں آئے اور انہوں نے زیادہ تر
اپنا زور دمشق، حمص اور دوسرے حصوں پر انتظام کے لئے قائم رکھا کیونکہ وہ خوب جانتے تھے
کہ یہی شہر شام کے دروازے ہیں ان پر قبضہ ہوجانا کل شام کے ملک کا فتح کرلینا ہے گو مسلمانوں
نے اتنی عظیم الشان فتوحات کیں اور بڑے زور شور سے حکومت کی لیکن عیسائیوں یا یہودیوں
یا مجوسیوں کو اُنکے دین چھوڑنے کیلئے مجبور نہ کیا گیا یہی کیفیت عیسائیوں کی ہوئی جو صدیوں
سے اپنے اسی آبائی مسیحی مذہب پر چلے آتے ہیں کیا اس سے بھی زیادہ کوئی قوم انصاف
پسند اور آزادی بخش ہوسکتی ہے۔

قسطنطنیہ کے مسیحی مصنفوں نے شام کی کیفیت اِس سے زیادہ کہ دو سطریں بھی پوری ہوں
نہیں لکھی انہوں نے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے "عیسائیوں کی قلم بزدلی اور شرم کی بھری
ہوئی حکایت لکھنے سے انکار کرتی ہے"۔ یہ لکھکر وہ سہل چھوٹ گئے۔ میں ہرگز اِسکا قائل نہیں ہوں
کہ شامیوں نے بزدلی سے کام کیا۔ کیونکہ حمص۔ دمشق اور یرموک کی خونخوار لڑائیاں شامیوں
کی بزدلی ثابت نہیں کرتیں بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حق و باطل کی جنگ میں حق ہی غالب آیا

اور اسی کو فروغ ہوا اور الہامی کتاب کی وہ پیشین گوئی پوری ہوئی "غیر مختون خدا کے پاک گھر میں آئندہ سے نہ جائیں۔

شمالی شام میں بغاوت
سنہ ۱۷ھ سنہ ۶۳۸ء

حضرت عمر کی خلافت کے چھٹے سال یونانیوں کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا جس طرح ہو سکے شمالی شام سے مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ جوش ان کی طبیعت میں بُرے طور سے اُٹھا اور اب وہ پریشان شیر کی طرح مسلمانوں پر جست کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

یونانیوں نے بلندی عراق عرب کی قوموں سے فریاد کی اور شہنشاہ ہرقل سے التجا کی کہ یہی وقت یاری کا ہے اگر حضور نے دستگیری کی تو شمالی شام میں ایک مسلمان کا بچہ بھی نہ دکھائی دیگا گو سعد نے عراق عرب کو استواری سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور اسکی فتح کے ہاتھ بہت دور دور تک کشادہ ہو گئے تھے پھر بھی بلندی صوبہ کی وہ بدوی قومیں جو عیسائی تھیں ایرانی اور قسطنطنیہ کی سلطنت کا ساتھ دینے کے لئے انہیں کچھ انکار نہ تھا۔ یونانیوں کی اپیل سُنکر وہ خوش ہو گئیں اور انہوں نے مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

شہنشاہ قسطنطنیہ کو گو بڑی شکستیں مل چکی تھیں لیکن ابھی بحری لشکروں کا دم خم باقی تھا اور اسے اپنی بحری فوجی قوت پر بہت بڑا ناز تھا اِسنے یونانیوں اور بلندی عراق عرب کی بدوی اقوام کو دلاسا دیکر کہا کہ میں تمہیں بحری مدد دوں گا فوراً ایک مہم اسکندریہ سے انطاکیہ روانہ ہوئی اور بدوی بے تعداد حمص کے ارد گرد جمع ہونے لگے اس پرجوش طریقہ پر کثرت سے فوجیں جمع ہونے سے ابو عبیدہ کو بہت اندیشہ ہوا اس نے اپنی ادِھر اُدھر کی فوجوں کو ایک جگہ جمع کیا پھر بھی حریف کی قوت اپنے سے کئی گنی دکھائی دی ناچار نہایت جلد حضرت عمر سے مدد کی درخواست کی۔ امیر حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ فوراً ایک لشکر قعقاع کی سرکردگی میں کوفہ سے حمص کی

حفاظت کے لئے روانہ کرا سی عرصہ میں یونانی اپنے جہازوں سے اُتر آئے انطاکیہ جو مسلمانوں کی حفاظت میں آچکا تھا اور جس پر مسلمانوں نے سب سے زیادہ مہربانی کی تھی وہ بھی باغی ہوگیا اور اس نے یونانیوں کے لئے اپنے دروازے کھولدئے۔ قنسرین اور الیپو اور شمال کے کل شہروں میں مسلمانوں کے خلاف آتش بغاوت بھڑک اُٹھی۔ کوئی جگہ مسلمانوں کی پناہ کی نہ تھی چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی مسلمانوں سے شمشیر آزمائی کرنے کو تیار ہوگئے تھے۔ ابوعبیدہ نے ایک مجلس کی اور مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے سب کی یہی مرضی تھی کہ جبتک کوفہ سے قعقاع فوج لیکر نہ آئے ہرگز جنگ شروع نہ کی جائے مگر خالد نے ہرگز اسے گوارا نہ کیا اور وہ اسبات پر آمادہ ہوگیا کہ انکی جمعیت کا ذرہ برابر بھی خیال نہ کرنا چاہئے اور فوراً شمشیر بدست ہونا لازم ہے۔ ہرچند خالد نے ابوعبیدہ کو یقین دلایا کہ آپ ہراساں نہ ہوں میں خونریز میدانوں میں اس کثیر جمعیت کو پراگندہ کردونگا مگر ابوعبیدہ نے فی الحال خالد کی درخواست کو قبول نہیں کیا اور قعقاع کے آجانیکا منتظر رہا۔ جب حضرت عمرؓ نے مدینہ میں یونانیوں۔ شامیوں۔ رومیوں اور مسیحی بدؤں کی جمعیت کا خوفناک حال سنا۔ آپ سیدھے جابیہ روانہ ہوئے۔ ابھی آپ سفر ہی میں تھے کہ اس خوفناک منظر میں ایک تغیر پیدا ہوگیا۔ ایک قومی مغالطہ نے بدؤں کو شہنشاہ بحر و بر ہرقل کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کیا وہ عراق عرب اپنے صحرائی گھروں کی حفاظت کے لئے بھاگے انہیں خیال ہوا کہ ہم یہاں جنگ کریں اور وہاں ہمارے گھروں پر دوسروں کا قبضہ ہوجائے اور پھر یہاں بھی شکست ملے تو پھر سوائے جانیں ضایع ہونیکے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ابوعبیدہ ہنوز قلعہ میں محصور تھا جب اس نے دیکھا کہ فوج کا ایک بازو ٹوٹ گیا ہے وہ فوراً قلعہ کے باہر نکل آیا قلعہ کے دروازے کھولدئے اور اب دست بدست تلواروں کی جنگ شروع ہوگئی۔ یونانی شامی رومی ایک جگہ جمع تھے اور ابوعبیدہ ایکطرف تھا

ابو عبیدہ نے اِن تینوں مشتملہ فوجوں کی کمروں کو توڑ ڈالا اور صفوں کی صفوں کے دھوئیں اُڑا دئے اتنے میں قعقاع بھی آگیا اب کیا تھا بھیڑوں کی طرح سے ان تینوں مشتملہ قوموں کو سخت شکست دی۔ جب یہ فتح ہوگئی تو حضرت عمر مدینہ واپس تشریف لیگئے اور آپ نے قعقاع کو دعا دی "اے قعقاع خدا تجھے اِسکا صلہ عنایت کرے گا تو نے اِس پھرتی اور تیزی سے اپنے بھائی کی حمص پر آکر مدد کی"۔ سلطنت قسطنطنیہ کی یہ آخری کوشش مسلمانوں کو شمالی شام سے نکال دینے کی تھی اور جب اسمیں بھی ناکامی ہوئی تو اب اِس نے ہمیشہ کیلئے شام کی طرف نظر اُٹھانے کی بھی قسم کھالی۔

سعد نے بعد ازاں عراق عرب کی انتہائے حدود تک اپنی فتوحات بڑھانی شروع کیں وہ تجربہ کار جنگ آزمودہ خوب جانتا تھا کہ جبتک یہ بدوی مسیحی قومیں جنہوں نے ہرقل اور یونانیوں کی مدد کے لئے یہ شور وشغب مچایا تھا بالکلیہ مطیع نکرلی جائیں گی ان سے ہمیشہ خوف ہی رہے گا چنانچہ اِس نے اس ملک کو ایں کونہ سے اُس کونہ تک فتح کرلیا ہزاروں بدوی فرقوں نے جو عیسائی تھے اِسلام قبول کرلیا۔ ایشیائے کوچک کے مشہور مقامات فتح کرلئے گئے اور نصیبین اور رہا وغیرہ قلعے جو اپنی مضبوطی میں مشہور نام تھے مسلمانوں کے دست تصرف میں آگئے۔ جن بدوی قوموں نے مسلمانوں کے خلاف یہ شورش مچائی تھی اِن کو مسلمانوں نے ذرا بھی تکلیف نہ دی اور آزاد اِنکے مسکنوں میں رہنے دیا ان ہی فتوحات کی رُو میں آرمینیا کا بہت سا حصہ بھی قبضہ اسلام میں کرلیا گیا تھا۔

شام میں آخری مقام ایک قیساریہ رہ گیا تھا کہ جو حضرت عمر کی خلافت کے پانچویں سال مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ عمرو بن العاص مدتسے یہاں مقیم تھا۔ عمرو بن العاص اور معاویہ برادر یزید نے اپنی زبردست اور خطرناک دلیریوں سے اِس شہر کو دو تین دھاووں میں فتح کرلیا پانچہزار قیدی

مدینہ روانہ کئے گئے اور مال غنیمت کی حسب معمول تقسیم عمل میں آئی افسوس ہے حضرت عمرؓ کی خلافت کے آٹھویں سال خالد کا انتقال حمص میں در دگردہ سے ہوگیا۔ گبن صاحب لکھتے ہیں کہ حوالی حمص میں ہنوز سیف اللہ یعنی خالد بن ولید کی قبر موجود ہی پھر گبن خالد کی بابت یہ تحریر کرتا ہی اسکی الیسے دھڑک دلیری اور بے تحاشا شجاعت جس نے عرب اور شام کی سلطنتوں کو اسلام میں شریک کردیا صرف آئندہ زندگی کے صلہ پر موقوف تھی۔ وہ اپنی بیش بہا کوششوں کا کسی پر احسان رکھنا نہ چاہتا تھا بلکہ اس نے جو کچھ عرقریزی اور جانفشانی کی وہ صرف خدا کے لئے تھی اور اسکی کوئی مراد نہ تھی جب وہ میدان جنگ میں جھپٹ کر جاتا تھا تو اسکے سر پر وہ ٹوپی ہوتی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اُسے عطا فرمائی تھی ٹوپی پہنکر وہ اپنی عزت کے آگے کسریٰ و قیصر کو حقیر جانتا تھا!!

دیوان اور ملکی انتظام سنہ ۱۵ ہجری سنہ ۶۳۵ء

سب سے پہلے حضرت عمر نے ان عربی قبایل نصاریٰ اور یہود کو سرزمین عرب سے خارج کردیا جو بار بار بغاوت کر چکے تھے اور جنکا عرب میں رہنا ہمیشہ امن کے لئے بُرا تھا اس کے بعد اپنے فوجی عربوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔

یعنی آپنے یہ قاعدہ مقرر فرمادیا تھا کہ کوئی عرب نہ تو مفتوحہ ممالک کو اپنا وطن بناکر رہے اور نہ کسی زمین کا مالک ہو نہ تجارت کرے نہ کوئی محنت کرے جتنے ملازم انکے لشکرگاہ میں کام کاج کرتے رہتے تھے انمیں دیسی آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے جاتے تھے جسمیں چار تو وہیں فوج کو تقسیم ہوجاتے اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کردیا جاتا۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں تو یہی رسم جاری رہی لیکن حضرت عمر کی خلافت میں شام اور ایران کی غنیمت جو بے تعداد چلی آتی تھی خزانہ مدینہ میں داخل ہوتے ہی سب میں تقسیم ہوجاتی تھی مگر حضرت عمر کو اسکی بابت خیال پیدا ہوا کیونکہ پہلے آسانی صرف مال کی کمی کی وجہ سے تھی اور

اِس قدر خرچ کی ضرورت بھی نہ رہتی تھی مگر اب دونوں باتیں جاتی رہیں آخر دوسرے سال یا تیسرے سال فوج کو ایک خاص اور مقررہ مقدار کی آمدنی سابق کے طور پر تقسیم کیجاتی تھی مگر اسمیں اتنا فرق کیا گیا کہ مدارج کی تقسیم بھی ہوگئی اس کارروائی کے لئے تین باتیں سوچی گئی تھیں

(۱) تقدیم قبول مذہب اسلام (۲) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری (۳) جنگی ملازمت یا خدمت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج مطہرات کی دس ہزار روپیہ مہینہ تنخواہ مقرر کیگئی اور آپکے تمام رشتہ داروں کو ایک ہی سلسلہ میں انکے رشتہ کے مدارج کے مطابق وظیفے ملنے لگے۔ نبی اکرم کے تین سو صحابہ جنہوں نے جنگ بدر میں بڑا نام پایا تھا ان میں سے ہر صحابی کا پانچ پانچ ہزار روپیہ مہینا مقرر کیا گیا۔ اور جو صحابہ حدیبیہ اور بیعت رضوان میں موجود تھے ان میں سے ہر ایک کے چار چار ہزار قرار دیئے۔

بغاوت اور مفسدہ کے فرو کرنے میں جو شریک ہوئے تھے انکو تین تین ہزار۔ جو لوگ شام اور کالدیا کے بڑے بڑے خونریز میدان لڑ چکے تھے اور ان صحابہ کے بچے جو پاک جھنڈے کے نیچے نبی کے پہلو بہ پہلو جنگ کر چکے تھے ہر ایک کے دو دو ہزار قرار پائے اور جنہوں نے یرموک اور قادسیہ کی جنگوں میں شرکت کی تھی انکے ایک ایک ہزار مقرر ہوئے اور جنہوں نے اپنی بہادری کے امتیازیہ نمونے ان مذکورہ جنگوں میں دکھائے تھے انہیں علیحدہ انکی تنخواہوں سے پانچ پانچسو اور بطور انعام کے مقرر کئے گئے۔ عورتوں کو مرد کا دسواں حصہ دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں کی بیویوں اور بیواؤں کی الگ تنخواہ مقرر کی گئی اور آپنے یہ قاعدہ بھی مقرر فرمایا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دس روپیہ ماہواری کر دئیے جاتے تھے جبتک وہ بالغ نہ ہو جاتا اسے دس روپے برابر ملے جاتے عربوں کے غلاموں کی تنخواہیں بھی مقرر ہو گئیں۔

اس طرح گویا ہر درجہ کے شخص کی ایک خاص قیمت مقرر ہو گئی تھی لیکن حقوق خصوصاً عربوں ہی

کے لیئے محدود تھے۔ ایرانی سرداروں کے لئے چند باتیں مستثنیٰ کر دیگئی تھیں جنگجو عربوں

انکے بچوں انکی عورتوں کے حقوق وسیع تھے۔

وہ قریش مکہ جو مکہ کی فتح کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے کم تنخواہوں پر جو تقدیم و

تاخیر کے مطابق دی گئی تھیں ناراض ہوئے اور انھوں نے حضرت عمر سے یہ کہا کہ ہم اشراف

قوم قریش ہیں اپنے کم درجہ کے آدمیوں سے کم تنخواہ ہرگز نہ لینگے۔ حضرت عمر نے جواب دیا

"یہ صحیح ہو کہ تم اشراف قوم میں سے ہو لیکن جن لوگوں کو تم سے زیادہ تنخواہ ملی ہو وہ تم سے

پہلے دائرہ اسلام میں آئے اسمیں شرافت اور غیر شرافت کی بحث نہیں ہے" یہ سنکر انکا اطمینان

ہوا اور جو کچھ انہیں دیا جاتا تھا اسپر وہ راضی ہو گئے۔

اس عظیم کام کی بطریق احسن انجام دہی کے لئے ایک بڑے دفتر مرتب کرنیکی ضرورت ہوئی

اور فوراً اسکا ظہور ہوا اس دفتر کا نام دیوان رکھا گیا۔ تمام آمدنی کا حساب معقول طریقہ پر

کیا گیا مال غنیمت کی جدا فہرست طیار کی گئی۔ اور جزیہ کا الگ گوشوارہ بنایا گیا غرض آمد و

خرچ کو اس سہل طریقہ سے حساب میں لے آئے کہ اسکے سمجھنے پر کسی قسم کی دقت نکرنی پڑے

پہلا کام جسکی طرف خصوصیت سے توجہ کی گئی وہ محاصل اور ملکی انتظام تھا۔

دوسرا جنگی مقصود تھا۔ جو بہت جلد ایک دائمی اور مستقل صورت میں نہایت عمدگی کے ساتھ

بنکر تیار ہو گیا۔ بڑا مقصود فوج کی برہوتری کا تھا ہزاروں عرب آرہے تھے اور انکا خوشی سے

خیر مقدم ہو رہا تھا اور درحقیقت ایسی حالت میں لشکر کی زیادتی ایک لازمی امر تھا تمام مسیحی بڑی

بڑی سلطنتیں منہ کھولے ہوئے بیٹھی تھیں اور ہر کروٹ یہ چاہتی تھی کہ مسلمانوں کا نام تو بڑا اوندھا

کر دیں اس نازک وقت میں بھی بہت بڑی مصلحت تھی کہ فوج کی جہاں تک ہو سکتا ترقی ہوتی۔

تمام سلطنتوں کے محاصل کے آنے کی دیر تھی اور خرچ ہونے کی دیر نہ تھی۔ لشکر اتنا بڑھ گیا تھا

کہ لاکھوں روپیہ چٹکیوں میں اُڑ جاتا تھا۔

مختلف صوبوں کا حساب کتاب دیسیوں کے ہاتھ میں تھا شام میں یونانی ریونیوکمشنر اور وزیر خزانہ تھے اور کالدیا میں ایرانی ان معزز عہدوں پر مقرر تھے۔ حجاج تک یہی کیفیت رہی لیکن بعد ازاں تعلیم پا پا کر عرب ان تمام کاموں پر مقرر ہونے لگے

تنخواہیں ماہ بماہ بٹ جایا کرتی تھیں اگر مدینہ میں کوئی بیمار ہوتا اور نہ آسکتا اسے حضرت عمر خود جا کر دے آتے تھے۔ جہاں تک مسلمانوں کی عملداری تھی سب جگہ ایک ہی تاریخ تنخواہ بٹ جاتی جو بیوائیں کہ مدینہ میں رہتی تھیں ان کو تو حضرت عمر آپ جا کر ان کی پنشن دے آتے تھے اور جو کسی اور شہر میں رہتی تھیں، آپ کا حکم تھا اس صوبہ کا گورنر اُن کو جا کر تنخواہ دے اور اُس سے رسید لیکر دیوان میں بھیجدے۔

بچوں کی تنخواہ کی بابت جو آپ نے مقرر کی تھی جس کی نسبت ہم ابھی اوپر اشارہ کر آئے ہیں اس میں مورخوں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ پانچ روپیہ ماہوار بچہ ہوتے ہی ہو جاتے تھے کوئی لکھتا ہے دس روپیہ ماہوار جیسا میں نے اوپر لکھا کوئی تیس روپیہ ماہوار بتاتا ہے میرے خیال میں اس میں ایک بڑی غلط فہمی پڑ گئی ہے اور اسی لئے کل مورخوں میں اختلاف ہو گیا ورنہ معاملہ بہت صاف ہے ہر درجہ اور ہر قبیلہ کے بچے کے پیدا ہوتے ہی جیسا کہ قاعدہ تھا ایک ہی تنخواہ ہونی خارج از فہم ہے۔ ضرورت ہے کہ عربوں کے مدارج کے لحاظ سے انکے بچوں کی بھی تنخواہ ہوتی ہوگی مثلاً جو صحابہ جنگ بدر اور احد میں لڑ چکے تھے اور جو جنگ قادسیہ اور قادسیا کے میدانوں میں لڑائی مار چکے تھے کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ دونوں کے بچوں کا ایک ہی وظیفہ مقرر ہوگا؟ ادنے درجہ بچہ کی تنخواہ پانچ روپیہ تھے دوسرا درجہ دس پہلا بیس اور خاص تیس روپیہ۔

قحط - وبا سنہ ۱۸ھ ۶۳۹ء حضرت عمرؓ کی خلافت کا پانچواں سال وبا اور قحط سے یاد رہے گا اس سال کو سال رمادہ کہتے ہیں - نہریں خشک ہو گئی تھیں اور ہرے بھرے بار آور باغ سوکھ کر ٹھنٹ ہو گئے تھے جزیرہ نمائے عرب کا نصف شمالی حصہ تو بہت ہی مصیبت میں تھا اس میں کچھ ایسا امساک باراں ہوا تھا جس کی نظیر پہلے کبھی بیان نہیں کی گئی - وحشی اور صحرائی ڈرپوک جانور جو انسان کی پرچھائیں سے بھاگتے تھے صرف خشک سالی کی مصیبت سے ایسے انس پذیر ہو گئے کہ آدمیوں کے ہاتھ سے آ آ کر کھانے لگے تھے مویشی اور بھیڑ بکریوں کے گلے بھوک کے مارے چلے جاتے تھے - یا انسان انہیں مجبوری اپنے بچانے کے لئے اپنی خوراک بنا لیتا تھا - بازار خالی ہو گئے تھے - غول کے غول بدو لوگ مدینہ کی طرف چلے جا رہے تھے حضرت عمرؓ سے جہاں تک ہو سکتا تھا انکی مدد کرتے تھے اور ہر ایک شخص کو حتی الوسع بھوکا نہ سونے دیتے تھے آپ نے قسم کھائی تھی کہ مجھے مکھن گوشت دودھ روٹی حرام ہے جب تک کہ میں کل مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے آگے سیر نہ دیکھ لوں آپ نے سونا اٹھنا بیٹھنا سب ترک کر دیا تھا اور تمام مدینہ میں لوگوں کے کھانے کا انتظام کرتے پھرتے تھے ایک دن آپ کا غلام ایک مشکیزہ دودھ سے بھرا ہوا اور دوسرا مکھن سے بھرا ہوا لایا اور عرض کیا یا امیر المومنین آپ نے کئی دن سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ہے اس کو تناول فرمائیں آپ نے اس سے یہ کہا "تم یہ دونوں چیزیں لیجا کر محتاجین کو دے آؤ میں انہیں نہیں کھانے کا اگر میں اپنی تن پروری کی فکر میں رہونگا اور یہ چیزیں کھاؤں گا تو مجھے میرے عام مسلمان بھائیوں کی مصیبت کی تکلیف کا کیونکر اندازہ ہو سکے گا - سوائے زیتون کے تیل اور کچے پکے برے کھانے کے آپ اور کچھ نہ کھاتے تھے اور وہ بھی نصف پیٹ آپ کا چہرہ اس فکر اور سختی سے زرد پڑ گیا تھا گو آپ کی طاقت روز بروز زائل ہوتی چلی جاتی تھی لیکن ہمت اور عملی ہمدردی میں زیادہ جوش بڑھتا جاتا تھا -

حضرت عمرؓ شاید دو یا تین گھنٹے بمشکل رات کو سوتے ہوں گے اور نہیں صبح و شام پھیر کو چکر رہتا

تھا جتنی تدبیریں ممکن ہوئیں اس مصیبت کے رفع کرنے کے لئے عمل میں لائی گئیں دارالخلافہ
کے بیت المال اور رعودی خانہ ہی سے مدد نہ لیجاتی تھی بلکہ مفتوحہ ممالک سے بھی برابر غلہ آنا
شروع ہوگیا ۔ ابوعبیدہ شام سے چار ہزار خچر غلہ کے لدے ہوئے لایا جو اس نے آپ
قحط زدہ اشخاص میں تقسیم کر دیئے ۔ عمرو بن العاص نے فلسطین سے بذریعہ اونٹوں کے غلہ
روانہ کیا اور بحری راستہ سے بھی ایک معقول تعداد غلہ کی بوریوں کی روانہ کی ۔ اسی طرح کالدیا
سے بھی لاکھوں من غلہ آنا شروع ہوگیا جن جانوروں پر غلہ آتا تھا وہ بیس روز کے حساب سے
ذبح کئے جاتے اور اُن کا گوشت بھوکوں کو تقسیم ہوجاتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت عجیب
بیان ہوئی ہے آپ کے کندھے پر روٹیوں کا تھیلا خام روغن زیتون کا مشکیزہ لئے ہوئے
ہے اور سب کو دیتے پھرتے ہیں ۔ ایک دن سرِ شام بعد نماز مغرب چمڑے کا تھیلا کندھے پر
ڈالے ہوئے روٹیاں بانٹ رہے تھے اتنے میں چند بچوں اور ان کے ساتھ ایک ماں کے
کراہنے کی آواز آئی آگے جا کر پوچھا کہ تو کچھ بھوکی ہے اُس نے کہا ہاں حضرت عمر نے کچھ
روٹیاں اور روغن زیتون اُسے دیا اُس نے کہا کہ میں اور میرے بچے زیتون کا روغن کھاتے
کھاتے بیمار پڑ گئے اگر دودھ اور مکھن کہیں سے دستیاب ہو تو وہ لاؤ ۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضؓ
نے تلاش کر کے اُسے دودھ پلایا اور یہ آئندہ کے لئے التزام کر لیا کہ روزمرہ دودھ اور مکھن
چاہئے کہیں سے ممکن ہو اُس کے لئے خود پہنچا دیا کرتے تھے ۔ ایک دن ایک عورت نے
کہا مجھے بچے چین نہیں لینے دیتے میں روٹی کیونکر پکاؤں ۔ میرا خاوند جانتا نہیں آٹا اور کل
سامان یوں ہی رکھا ہوا ہے ۔ مگر کوئی تدبیر اسکے پک جانے کی بتاؤ ۔ حضرت عمر رضؓ نے اپنے ہاتھ سے
اُسکی روٹی بیٹھکر پکا دی اور جب تک اس نے اور اس کے خاوند اور بچوں نے نہ کھالی وہاں
سے نہ سرکے آئندہ سے حکم دیدیا کہ اُسے پکا کر روٹیاں دی جائیں ۔ ابوہریرہ روایت کرتے

ہیں کہ شاید کم سے کم حضرت عمرؓ دو سو تین سو تھیلے غلہ اور روٹیوں کے بھرے ہوئے اپنے کندھے پر رکھکر دن اور رات میں تقسیم کرتے تھے اور جب کوئی بھوک کی شکایت نہ کرتا تو اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے اِس وقت کوئی سوکھا کڑا گرا یا ٹکڑا کسی قدر سہارے کے لئے کھالیا کھالیا - یا نہ کھایا نہ کھایا - مدینہ کا خزانہ اور مودی خانہ مطلق خالی ہوگیا تھا یہانتک کہ حضرت عمرؓ نے اپنی گرہ کا بھی سب خیرات کر دیا تھا -

قحط کم ہونے نہ پایا تھا کہ وبا نے اپنا منہ نکالا - اور وہ آناً فاناً میں دیکھتے دیکھتے حجاز کے بازاروں اور شام میں تاخت و تاراج کرنے لگی اور براہ سمندر مصر پہنچی ہنوز قحط بھی موجود تھا جو اس کے ہمراہ ہمراہ چل رہا تھا - ہاں اتنا بیشک ہوتا تھا کہ اگر حمص میں وبا موجود ہے تو فلسطین میں قحط ہے اور اگر قاہرہ میں کال ہے تو اسکندریہ میں وبا ہے لوگ کال سے ابھی بچنے بھی نہ تھے کہ کمبخت وبا نے انہیں آکر دبا لیا اور ہزاروں کا لقمۂ خام کرنے لگی وبا نے جھنجھلا کر حملہ کیا اور حمص دمشق وغیرہ میں عربوں کو تباہ کرتی ہوئی صحرا کو پھلانگ بصرہ میں پھیل گئی - اس وبا نے قحط سے بھی زیادہ پریشانی سب میں ڈالدی تمام مہلک حالات کی خبریں حضرت عمرؓ کو برابر پہنچ رہی تھیں - آپ نے ابو عبیدہ کو بلایا کہ تم وبا کے ہونے تک مدینہ چلے آؤ مبادا وبا تمہیں اپنا شکار بنائے ابو عبیدہ نے ایسی حالت میں مدینہ آنا تسلیم نہ کیا مگر حضرت عمرؓ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ لکھ کر بھیجا کہ تم سے ایک ضروری کام ہے تم فوراً مدینہ چلے جاؤ - ابو عبیدہ نے اسکا جواب دیا - ایسی نازک حالت میں یہ شایاں نہیں ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو اس خوفناک مرض میں چھوڑ کر چلا آؤں - جب یہ خط حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو آپ رونے لگے لوگوں نے عرض کیا کیا ابو عبیدہ کا انتقال ہوگیا - حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں - خدا اسے سلامت رکھے مجھے تمام مسلمانوں کی مصیبت پر رونا آتا ہے -

آخر جوشِ ہمدردی نے قرار سے مدینہ نہ رہنے دیا فوراً حضرت عمر اپنے بھائیوں کی مصیبت کا حصہ بٹانے کے لئے شام روانہ ہوئے۔ ابو عبیدہ اور بڑے بڑے جنگی افسر سرحد شام تک اپنے ہمدرد امیر کا استقبال کرنے کے لئے حاضر ہوئے کئی دن حضرت عمر نے وہاں قیام فرمایا اور بڑی صلاح و مشورہ سے یہ امر طے پایا کہ فی الحال فوج صحرا کی اس حصہ میں مقیم ہو کہ جہاں وبا کا منحوس قدم نہ گیا ہو صرف اسی لئے آپ تشریف لائے تھے اپنا کام کر کے پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

ابو عبیدہ نے خلیفہ کے حکم کے مطابق حوران کے بلند حصہ میں جا کر اپنی فوج کے کوچ کیا ابو عبیدہ بمشکل جابیہ پہنچے ہونگے کہ آپ کی اور آپ کے صاحبزادہ کی وہاں وفات ہو گئی اسلامی لشکر کو ابو عبیدہ جیسے رحیم الطبع بہادر سپاہ سالار کی وفات اور وہ بھی ایسی حالت میں سخت درد دینے والی تھی۔ جابیہ میں لشکر پہنچا ہی تھا کہ وبا مطلق جاتی رہی۔ اس وبا میں جتنی جانیں ضائع ہوئیں وہ اختلاف سے بیان کی جاتی ہیں۔

زمانہ کی اُلٹ پھیر اور تاریخی گردش نے ہمیں بتا دیا ہے کہ جو کچھ دین کی بابت حضرت عمر کی پولیسی تھی وہ ایسی صحیح اور بے داغ تھی کہ جس پر ہر مسلمان کو عمل کرنا چاہئے۔ اگر ہم بغور حضرت عمر کی سوانح عمری پڑھینگے تو ہمیں بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ آپنے دنیوی معاملات کو دین سے بالکل علیحدہ کر لیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان روحانی تعلیمات اور ربانی ہدایات کو دنیاداری کا ناموزوں جامہ نہ پہنایا تھا اور آپ کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی تھی کہ دین اور دنیا کو کہیں غت ربود نہ کر دیں۔ ایسے موقع پر کہ شام میں وبا پھیل رہی تھی آپنے حضرت ابو عبیدہ کو اسی لئے جگہ چھوڑ دینے کو لکھا تھا مبادا انہیں کوئی چشم زخم پہنچے ان باتوں کو دینی تعلیم سے کیا علاقہ نہ مذہب اس کے لئے کوئی کافی و وافی حکم پیش کر سکتا ہے۔ اگر ایک چھت گرنے کو ہو اور وہاں چند

آدمی بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک شخص اُن آدمیوں کو یہ کہہ کر بلاوے کہ اس چھت سے باہر نکل آؤ تمہارے دب جانے کا خوف ہی کیا ہم اس پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اس نے خلاف خدا اور رسول یہ بات کی۔ استغفر اللہ۔ یہ عین مصلحت ہے اور ہمیں اسپر عمل کرنا چاہیئے خدا نے جو قانون قدرت مقرر فرما دیئے ہیں ان سے کسی حالت میں تجاوز نہیں کرنا چاہیئے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن پھر بھی وہ اپنی بات پر قائم ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پر غور کرو اور سمجھو کہ آپ نے کس قدر قوانین قدرت کی متابعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل ہمارے لئے ایک ناصح مشفق ہے اور ہمیں حکمت کی اعلی درجہ کی تعلیم دیتا ہے۔

جب ابو عبیدہ کا سے صاحبزادہ انتقال ہوگیا تو سارے لشکر میں ایک تہلکہ پڑگیا اور یہ تہلکہ ہونا ہی ضرور تھا حضرت ابو عبیدہ ایک بہت بڑے صحابی نبی اکرم کے تھے اور آپ خاص ان صحابہ میں سے جنہیں نبی اکرم نے بہشتی ہونے یا آخرت میں نجات پانے کی بشارت دی تھی اور آپ ایسے جلیل القدر صحابی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کے لئے رائے دی تھی اسپر بھی ابو عبیدہ نے منظور نہ کیا تھا اور پھر جو کچھ کارنمایاں ان سے ملک شام میں ہوئے انکی قدر حضرت عمر جیسا خلیفہ بخوبی کر سکتا تھا خراب موسم کی پریشانی اور وبا کی اس مہلک آفت نے تو ایک تہلکہ مچا ہی رکھا تھا دوسرا غضب مسلمانوں پر ابو عبیدہ کے وفات پانے سے ٹوٹ پڑا تمام مسلمان اپنے سپاہ سالار سے بہت محبت رکھتے تھے دوست تو دوست دشمن بھی اس بہادر کی حمیدہ خصائل اور برگزیدہ فضائل کے ثناخواں تھے ایسے شخص کا یکایک مسلمان فوج کے سروں پر سے اُٹھ جانا کتنا غضبناک تھا ملک کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اپنی جان کے خوف سے ادھر اُدھر پریشان تکتا تھا۔ اور فوج کے افسر کے اچانک انتقال نے یہ خوف دلایا کہ کہیں رومی حملہ نہ کریں حضرت

ابو عبیدہ کی وفات کے بعد یہ گفتگو شروع ہو گئی کہ سپاہ سالار کون بنایا جائے۔ اس کشمکش کے علاوہ اور بھی بہت پیچیدگیاں اور غلط فہمیاں معاملات سیاسیہ میں پڑ گئی تھیں، انکے لئے یہ ضرور تھا کہ حضرت عمرؓ تشریف لاکر فیصلہ کریں۔

دم دم کی خبریں مدینہ چلی آرہی تھیں پیچیدگی طول پکڑتی جاتی تھی اسلئے حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ میں خود جاکر تمام غلط فہمیوں کو مٹادوں حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا پہلے مدینہ سے عراق عرب جاؤں اور وہاں سے ماوراء النہر ہوتا ہوا شمال سے شام میں داخل ہوں لیکن اس سفر میں دن زیادہ لگتے تھے اور آپکو شام میں جلد پہنچنا تھا۔ آخر یہی رائے طے پائی کہ اپنے قدیمی راستہ سے سیدہا شام کی جانب روانہ ہوں۔ راہ میں کئی بستیاں عیسائیوں کی پڑتی تھیں۔

جب آپ ان بستیوں میں پہنچے ہیں تو عیسائیوں نے بڑے جوش سے خلیفہ رضی اللہ کا استقبال کیا۔ جو جو مہربانیاں حضرت عمرؓ نے ان پر کی ہیں وہ تیمور کی قلم سے بھی رک نہیں سکیں اور آخر اسے ظاہر کرنا پڑا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی سچی رعایا پر زیادہ نوازشیں کیں جو کچھ انہوں نے عرض کیا وہ فوراً قبول کرلیا گیا۔ انکے حقوق وسیع کردئے گئے اور انکی آسائش کی صورتیں زیادہ مہیا ہوجانے کا حکم دیدیا۔ اکثر عیسائیوں کی تنخواہیں کردیں اور بہت سے نادار عیسائیوں سے ٹیکس لینا بند کردیا۔ حضرت عمرؓ کی رحیمانہ قلب اور کریم فطرت نے عیسائیوں کو اپنا فریفتہ بنا لیا جب عیسائیوں کا شہر قریب رہگیا تو صرف اس خیال سے کہ کوئی مجھے نہ پہچانے حضرت عمرؓ نے اپنے غلام کو اونٹ کے آگے بٹھادیا اور خود اسکے پیچھے بیٹھ گئے ہزاروں آدمی منتظر تھے کہ خلیفہ رضی اللہ سے ملاقات کرینگے انہوں نے آکر نہایت وفادارانہ جوش سے گھیر لیا اور کہا کہ عمر کہاں ہے۔ حضرت عمرؓ نے ذومعنی جواب دیا تمہارے آگے آتے ہیں۔ نہ اونٹ کیساتھ کچھ جلو کا سامان تھا نہ جاہ وحشم تھی۔ نہ خلیفہ کے کپڑے زریں اور قیمتی تھے نہ نقیب بچو بچو کرتے

ہوئے آگے دوڑ رہے تھے نہ اردلی کے سوار باگین اُٹھاتے ہوئے پیچھے آرہے تھے تو
جب کسی قسم کا کوئی سامان نہ تھا وہ لوگ کیونکر پہچانتے وہ یہ سمجھے کہ شاید خلیفہ بھی اللہ
پیچھے آتے ہونگے اونٹ کو اُنہوں نے جانے دیا اور آپ رستہ مین سے ہٹ گئے حضرت
عمر سیدھے بڑے پادری کے مکان پر قیام پذیر ہوئے حضرت عمر کا کوٹ رستہ مین پھٹ گیا
تھا آپ نے بطریق کو دیا کہ پھر سے اس کوٹ کو سلوا دو اسنے ایک نفیس کوٹ موسم کے موافق نیا
سلوا کر پیش کیا حضرت عمر نے پھر بھی اپنا ہی پیوند لگا ہوا کوٹ زیب تن کیا۔

یہان سے حضرت عمر شام کیجانب روانہ ہوئے جو جو مقامات بیچ مین پڑتے گئے اُنکے
گورنرون کو ملکی معاملات مین ہدایتین کرتے گئے انکے کل جھگڑون کو چکا دیا۔ چونکہ ابو عبیدہ
اور یزید دونون وبا کے شکار ہو چکے تھے اسلئے حضرت عمر نے معاویہ کو سپاہ سالار افواج
اسلامیہ شام کا مقرر کیا یہان سے گویا خاندان اُمیہ کی بنیاد پڑگئی ولیم میور لکھتے ہین کہ
معاویہ لامحدود حوصلہ کا شخص تھا اور بہت بڑا قابل اور لایق تھا اس نے اپنے عہدہ کے
فرائض کی انجام دہی اس خوش اسلوبی سے کی جیسا ایک قابل سپاہ سالار کو شایان ہو سکے
بعد حضرت عمر مدینہ تشریف لاکر حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے حدود عرب سے نکلنے کا بس
آخری سفر تھا حضرت عمر ہر سال حج بیت اللہ کو ضرور تشریف لاتے تھے جتنے فرائض کہ خلعت خلافت
زیب تن کرکے لازم ہوگئے تھے جس عمدگی اور تندہی سے اُنہین حضرت عمر نے انجام دیا زمانہ
کی پیشانی پر ہنوز لکھے ہوئے ہین۔

فتح مصر سنہ ۱۹ ہجری ۶۴۰ء | اس سال اسلام کو نسبتاً زیادہ آرام ملا تھا۔ چارونطرف امن کی سلطنت
پھیل گئی تھی کسی قسم کا مرض اور امساک باران مطلق نہ تھا۔ رعیت خوشحال تھی مسلمان اپنی حدود
مفتوحہ فارس پر مقیم تھے مگر ایرانی برابر فوجین جمع کر رہے تھے اور مسلمانون سے

ان کی چھیڑ چھاڑ چلی جاتی تھی اسلیے مسلمانون نے بھی مصمم ارادہ کر لیا کہ ان کو اس کونے
اُس کونے تک فتح کر لیا جائے تاکہ مخلوق اللہ شاہان ایران کے ظلم و ستم سے نجات پاسکے۔
اپنی حفاظت کیلیے پھر انہون نے آگے سرحد ایران کی طرف باگین اٹھائین۔ پہلے اسکے کہ
ہم ایران کی بابت کچھ لکھین مصر کی طرف رجوع ہوتے ہین اور اسکے فتح کی کیفیت لکھتے ہین
مصر پر چڑھائی کے حالات شروع کرنے سے پہلے اسکے اندرونی انتظام کا مختصر حال لکھ دیا جاتا
ہے تاکہ بخوبی اندازہ ہو جائے کہ آیا وہان کا انتظام اس قابل تھا کہ مسلمان وہان حملہ آور ہون
یا مسلمانون کی فتح ایک ظالمانہ فتح تھی۔

قسطنطنیہ جسکو مصر پرورش کرتا تھا پادریون کے ہاتھ سے سخت ناگفتہ بہ حالت مین تھا پادریون
کے حقوق وسیع کر دیئے گئے تھے اور روز بروز وسیع ہوتے جاتے تھے کوئی انہین محدود کرنے والا
نہ تھا۔ انکے حقوق یہانتک وسیع تھے کہ پادری کے ہاتھ سے کسی شخص کا مارا جانا مبارک سمجھا
جاتا تھا گرجون کی پاک زمین انسانی خون سے رنگی جا رہی تھی عیسائیونکے تمام معبد چکلے
بن رہے تھے۔ امیرونکے گھر دن دہاڑے لوٹے جا رہے تھے مصر کی بھی خاص یہی کیفیت تھی
اس سرسبز ملک کی زمین بھی پادریونکی ریشہ دوانیون سے نہ بچی تھی ممکن نہ تھا کہ پادریونکے خلاف
کوئی کچھ کہہ سکتا غلامون سے گرجے پٹے پڑے تھے اور وہ بھیڑ بکریون کی طرح ہنکا کر ایک جگہ سے
دوسری جگہ بند کر دیئے جاتے تھے۔ قماربازی کی گلی گلی دھوم تھی شراب خوری کی کوئی انتہا ہی نہ تھی
ہر سال کئی حسین حسین لڑکیان دریائے نیل کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھین۔ نہ پولیس کا انتظام درست
تھا نہ رعیت کا کوئی سرپرست نہ تھا۔ فریاد سننے کے دروازے بند ہو گئے تھے پردیسی تاجرون کا
مال دن دہاڑے لوٹ لیا جاتا تھا۔ اسکندریہ جیسی دیسی آبادی تھی پھر بھی ملک کے ہر حصہ کے
لوگ اسمین بستے تھے۔ یہان تجارت علم و ہنر کا بہت چرچا تھا۔ مگر جب حضرات پادری

صاحبان کا دور دورہ ہوا ہی ظلم وستم یہان بہی ہونے لگا۔ لوگونکا جرم کفر مین بیگناہ پادریون
کے ہاتھ سے مارا جانا اور شریف خواتین پر دست درازی کرنے کا عام طریقہ پادریون مین رائج
تہا اس شہر مین رومی عیسائی۔ یونانی۔ عرب۔ یہودی بت پرست غرض کل قومین آباد تہین
اس وسیع شہر اور اسکی کثیر التعداد آبادی مین تماشہ گاہین۔ حمام اور دل لگی کی چیزین بہی موجود
تہین۔ یہان چھ لاکھ کی آبادی تہی۔ اسکے بندرگاہ مین ہر وقت جہازون کا بیڑا حفاظت کے
لئے کھڑا رہتا تہا اور تجارتی اشیا کی آمد و رفت براہ تری برابر جاری تہی پہر بہی عیسائی پادریونکے
ظلم وستم سے لوگ تنگ آگئے تھے اور یہان ہر وقت ایک عظیم ہنگامہ کھڑا ہونے کا خوف تہا
قسطنطنیہ کی سلطنت کے بازو کچھ ایسے کمزور ہوگئے تھے کہ وہ اسکے انتظام کو سنبھال نہ سکتے تھے
باین ہمہ مصر کی حالت نہ خودمختاری کی اور نہ پابندی کی تہی ایک عجیب ڈہنگی صورت مین ملک
کا انتظام تہا جسکی لاٹھی اسکی بھینس ہو رہی تہی کوئی پوچھنے والا نہ تہا کہ آخر یہ ظلم وستم کیون ہوتا ہے
اور اسکا روکنے والا کوئی ہو یا نہین جب مصر سے ان مظالم کی خبرین گزرنے لگین تو عمرو بن العاص
حضرت عمر کا حکم لیکر فلسطین سے مصر کیطرف بڑہا عمرو بن العاص جسکی فوج مین زیادہ تر بدو تھے
کل چار ہزار تعداد مین تہی حضرت عمر کو خیال ہوا کہ صرف چار ہزار فوج مصر کیلئے کافی ہوگی
چونکہ عمرو بن العاص روانہ ہوچکا تہا اسلئے آپ مصلحتاً اسکے پیچھے زبیر کو ایک قوی لشکر کی
سرکردگی مین روانہ مصر کیا۔ اب ابن العاص کی فوج کی تعداد پندرہ ہزار ہوگئی جس مین اکثر بڑے
برشتہ نام آور جنگجو بہی تھے۔

عمرو بن العاص ایش سے داخل مصر ہوا اور پہر بائین جانب پہر کر صحرا مین ہوتا ہوا دریائے نیل
کے دہانہ پر پہنچ گیا یہان سے آپ نے بلندی مصر کا رخ کیا جہان کا حکمران مقوقس قبطی تہا ادہین
بڑی بڑی فوجین عمرو بن العاص کی سد راہ ہوئین لیکن آگے بڑہنے مین مزاحمت نہ کرسکین

لیکن آگے بڑہنے مین مزاحمت نکرسکین۔ اسی اثنا مین ارطفول جو فلسطین سے بھاگ کر یہان پناہ گزین ہوا تہا ایک قوی لشکر کے ساتھ مقابلہ مین آیا ایک دن کی خونریز جنگ مین ارطفول مارا گیا۔ عمرو بن العاص وادی نیل مین ہوتا ہوا ہیلیو پولس مین پہنچگیا یہان کا حاکم مقوقس قبطی تہا۔ اس نے چار دن کی مہلت مانگی۔ فوراً مشورہ کرنے اور جنگ کی تیاری کیلئے اسے چار دن کی مہلت دی گئی۔ پانچوین دن سخت جنگ شروع ہوگئی قبطی ایسے جان توڑ کر لڑے کہ مسلمانون کے چھکے چھوٹ گئے۔

عمرؓ اپنی فوج سے آگے تہا اور دشمن کو برابر دباتا ہوا چلا جاتا تہا قبطیون نے اپنی بہادری کی بانگی عرب جنگ آورون کو پوری پوری دکہا دی جب عرب بڑہتے چلے گئے تو قبطی پسپا ہوگئے اور ان کے افسرون نے یہ کہا جو لوگ کسریٰ و قیصر کو شکست دے چکے ہین ان سے ہم کبہی مقابلہ نہین کر سکتے۔ پسپا ہوتے ہوتے وہ قلعہ مین محصور کر دیے گئے محاصرہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تہا کہ زبیر کی شجاعت نے بہت جلد محصورین کی قسمت کا فیصلہ کر دیا زبیر کنڈین اٹہا کر قلعہ کی دیوارون پر چڑہنا چاہتا تہا کہ مقوقس کے پاس سے ایک سفارت صلح کی درخواست لیکر آئی فوراً ان کو امان دیگئی۔ یہ طے پاگیا کہ جو شخص مسلمان نہین ہے بشرطیکہ وہ مانع ہو دو دینار جزیہ کے ادا کرے اور باقی ماندہ شرطین وہی تہین جو شامیون سے لیگئی تہین بہت سے قیدی مسلمانو کے قبضہ مین تھے۔ قاعدہ کیموافق غنیمت کا پانچوان حصہ مدینہ شریف بہجوا دیا گیا یہی کیفیت یونانیون اور اہل نیوبیا سے ظہور مین آئی اور انہین شروط پر انہین بہی امان دیگئی۔ یونانی مفتوحہ اقوام کیساتھ ہمراہ رہنے کو پسند نکرتے تھے اسلئے وہ ساحل سمندر کیطرف چلے گئے مسٹر گبن نے اس قصہ کی بابت یون تحریر کیا ہے جنکو ہم بلفظہ درج ذیل کرتے ہین مقوقس ایک شریف اور نجیب مصری جنگ ایران کے بعد آزاد ہو گیا تہا اس نے چاہا تہا کہ ملک کا انتظام بطور خود کرکے ہرقل کے ظلم و ستم سے اسے نجات دے دون کہ اسی اثنا مین

مسلمانون سے اسکا مقابلہ ہوگیا جب وہ محصور ہوکر تنگ آ گیا اور اپنا قلعہ فتح ہوتا دیکھا تو اس نے چاہا کہ مین اپنے کو مسلمانون کے سپرد کردون اول ہی مکالمہ مین اس نے عمرو بن العاص کی زبانی سنجیدہ پیشانی بلا غضب و غصہ یہ دو لفظ سنے "جزیہ یا تلوار" یہ سنکر مقوقس نے جواب دیا "یونانیون نے مصمم ارادہ کرلیا ہو کہ تلوار کو مسلمانون کے مقابلہ مین نہ اٹھائینگے لیکن میری یونانیون سے سنگت اور کچھ میل جول نہین ہو۔ نہ اس دنیا مین مین ان سے تعلق رکھنا چاہتا ہون نہ آئندہ زمانہ مین قسطنطنیہ کے ظالم شاہون۔ ان کی کیلدی انجن اور بحیانث غلامون سے ہمیشہ کیلئے قطع تعلق کرتا ہون کیونکہ مین اور میرے بھائی حضرت عیسی کے دین اور موجودہ انجیل اور مذہب تثلیث مین زندہ رہنا اور اسی مین مرجانا چاہتے ہین ہمارے لئے یہ ناممکن ہو کہ ہم آپکے نبی کا دین قبول کرلین لیکن صلح کے خواہشمند ہین ہم آپکو خراج سال بسال بھیجتے رہینگے اور آپکے خلفا کی اطاعت کرنی ہمارا فرض ہوگا" عمرو بن العاص نے انہین انکے مذہب پر رہنے کی آزادی دیدی اور باہم معاہدہ ہوگیا عمرو بن العاص کی پرشوق طبیعت نے ایک جگہ چین نہ لینے دیتی تھی اس فصیل کے بعد چند روز بھی یہان آرام نہین لیا اور سیدھا اسکندریہ کی طرف روانہ ہوگیا جو آجکل مصر کا دار الخلافہ تھا عمرو بن العاص کے پاس گو اسقدر فوج نہ تھی پھر بھی وہ ارادہ کا پورا باگین اٹھائے ہوئے سیدھا اور اپنے بازو کے بھروسہ پر اسکندریہ کی طرف بڑھا چلا جاتا تھا مقس سے اسکندریہ تک سفر مین عمرو بن العاص نے اپنی حفاظت مصریون کی خیرخواہانہ جوش پر منحصر رکھی پل اور سڑکونکی فوراً مصریون نے مرمت کردی اور ہر منزل پر مسلمانون کیلئے اس کثرت سے رسد کا سامان جمع کردیئے تھے کہ پھر انہین کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی یونانی جنگی تعداد مصریون سے دسوان حصہ تھی اس عالمگیر بغاوت سے مغلوب ہوگئے مجسٹریٹ یونانی اپنی عدالتون سے کافور ہوگئے اور یونانی بشپ گرجون سے بھاگ کر چلے گئے اور جو کرسیان دور دراز تھین وہان وہ اپنی بے خبری کی حالت مین گھر گئے اگر انہین سمندر رستہ نہ دیتا تو ایک بھی یونانی بچہ مصریون کے ہاتھ سے بچکر نہ نکلتا

مسلمانونکے حملے سے پہلے مصری یونانیون سے تنگ آگئے تھے گبن لکھتا ہو کہ جب مصری مسلمانون کی حفاظت مین آگئے ہین تو اسی دن سے یونانی پادریون اور رومی بشپونکو مظالم سے انہون نے رہائی پائی مصریون نے سینٹ سرل کا گرجہ توڑ ڈالا اور پادریون کی پاک عمارتونکی اینٹ سے اینٹ بجا دی یہ موقع انتقام کا مسلمانونکی سرپرستی مین انہین بہت اچھا ملگیا کہ انہون نے اپنے جانی دشمنونسے مدت کے بعد انتقام لیا۔

ممفس مین جب قبطیونکے بڑے مقتدی نے جو یونانیون اور رومیونکے ظلم سے صحرا نشین ہوگیا تھا عمرو بن العاص کی فتح کی خبر سنی وہ دوڑا ہوا عمرو بن العاص کے پاس آیا اور آتے ہی اسنے یہ فقرہ کہا "ہم تمہارے ممنون ہین کہ تم نے ہمین وحشی بھیڑیونکے پنجون سے نجات دی" پھر باہم بڑی دیر تک باتین ہوتی رہین عمرو بن العاص کہتا ہو مین نے ایسا خلیق اور شائستہ پادری اپنی عمر مین نہین دیکھا۔ اسکا نام بنجمن تھا۔

بلندی مصر کے صوبون سے یونانیونکی مفروری نے جزیرہ ڈلٹا مین ایک ہی لشکر جمع کر رکھا موقع دریائے نیل کے فطری اور مصنوعی نالیون اور دیوارون سے مدافعت کیلیے مضبوط مقامات کا سلسلہ قایم کر رکھا تھا اسکندریہ کا رستہ بائیس دن مین مسلمانون نے تلوارون سے صاف کر دیا جو رستہ یا دشمن کی پلٹن مقابلہ مین آئی وہی تیغ کی گئی اسکندریہ کا دھاوا ہوا اور اسکا محاصرہ مسلمانونکی تاریخ مین مشہور و معروف ہو گیا یہ پہلا تجارتی شہر تھا اسکی فصیلون اور بڑی بڑی گہری کھائیون سے محفوظ تھا۔ بظاہر اسکی صورت غیر قابل فتح معلوم ہوتی تھی۔ سکندر نے جب اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت بڑی ہوشیاری سے کی تھی کہ کوئی دشمن یکایک اس پر قبضہ نہ کر سکے۔ وہ بیشمار باشندے جنکے حقوق کو اسکندریہ مین بڑی فراخی کے ساتھ وسعت دی گئی تھی انہین تنفس شہر بدست تھا اور مسلمانونکے خلاف جنگ کرنیکو تیار تھے سمندر کا رستہ ہمیشہ

کھا۔ تھا۔ اتنے مین ہرقل دوبارہ بیدار ہوا اور اپنی سلطنت کے دوسرے دار الخلافہ کو بچانے کے لیے اس نے کئی جہاز لشکر جرار سے بھرے ہوئے اسکندریہ کی حفاظت کیلئے روانہ کئے۔ یہ وہ بحری فوج تھی جسپر تمام سلطنت قسطنطنیہ کو ناز تھا۔ دس میل چوکور زمین مین یونانیونکی فوجین پٹی پڑی تہین۔

مگر ابن ادیہ قایمہ بنانیوالے جیع کی مستطیل دو طرفین سمندر اور جہیل میریوٹس سے ڈہکی ہوئی تہین اور اسکی ہر تنگ نہتا کے آگے دس فرسنگ سے زیادہ زمین بچھوئی تھی۔ عربون کی لاثانی کوشش اور جانبازیان صرف دین خدا کی اشاعت اور مظلومین کا انتقام لینے پر منحصر تہین انکو اسکا یقین تھا کہ خدا نے ہمین مظلومین کی سرپرستی کیلئے پیدا کیا ہے اور انکی حمایت کرنی ہمارے فرائض مین داخل ہے۔ حضرت عمر کی آنکھین مدائن سے شہر اور لشکر گاہ کی طرف برابر لڑی تہین گو بظاہر آپکے آگے اسقدر عرصہ حائل تھا پھر بھی شب و روز کی خبرون نے ان تمام حائل چیزون کو صاف اُڑا دیا تھا اور اب مدینہ سے بخوبی شہر اسکندریہ اور اسکے لشکر گاہ کو دیکھ سکتے تھے اسکندریہ کی مظلومین کی آہ وزاری کی دردناک صداؤن نے حضرت عمر کے رحم کو جنبش دی اور پھر اشارہ ہوتے ہی فلسطین سے عمرو بن العاص روانہ ہوا۔ اس پاک جنگ کا مفہوم بے نواؤن اور مصیبت زدون کی حمایت تھا۔

مسلمان اسکندریہ کی دیوارون کے نیچے اُترے تھے روزمرہ جنگ ہوتی تھی اور کوئی نتیجہ طرفین کو حاصل نہوتا تھا اسکندریہ والے مسلمانون کی جانبازی دیکھ رہے تھے کہ کیسے وہ موم وہام سے لڑ رہے ہین اور نہین ایسے زبردست قلعہ کے فتح کر لینے کی کتنی امیدین ہین جتنے مورچے اسکندریہ والون نے قلعہ کے باہر بنائے تھے وہ سب مسلمانونکے قبضہ مین آگئے اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے خاص قلعہ مین جاکر محصور ہو گئے عمرو بن العاص کی بے نہایت دلیری

فتح مین اتنی دیر ہونے سے بیچین تھی اخیر ایک دن اس نے کھائیون کو پھلانگ کر چپکے
قلعہ مین چلا جاؤن - یہان عمرو بن العاص کو اس کی بے دہڑک دلیری نے دہوکا دیا وہ
گرفتار شدہ صحرائی شیر کی طرح کئی دن سے بیچین ہو رہا تھا اخیر ایکدن اس نے مصمم ارادہ
کر لیا کہ آج شب کو قلعہ مین داخل ہونا چاہیے اپنے چیدہ چیدہ سپاہیون کو لیکر کھائی مین
کود پڑا اور سیدھا قلعہ کی دیوار کے بند مین کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور بعد ازان خطرناک دلیری سے
معہ سپاہیونکے قلعہ مین اتر گیا عمرو بن العاص کی خطرناک شجاعت نے اسے بہی دہوکا
دیا تھا کہ وہ آدمی زیادہ نہ لیگیا۔ وہان ایک لاکھ سے زیادہ بہرے پڑے تھے ان حملہ آورون
کی جتھا شمار صرف انگلیون پر تھا دال نہ گلی وہ وہان سے پسپا کر دیے گئے صرف عمرو بن العاص
اور ان کا ایک غلام اور ایک ساتھی گرفتار ہو گئے - عمرو بن العاص کو یہ خیال نہ رہا
کہ مین کھڑا کہان ہون اور میری کیا حالت ہے آپنے اسی سردارانہ جوش سے اپنی سپاہ سالاری
کی ہوا مین کڑک کر بولا اور کچھ توہین آمیز الفاظ منہ سے نکالے - یہ سنتے ہی ایک یونانی
نے گردن اڑانے کیلئے تبر اٹھایا ہی تھا کہ عمرو بن العاص کے غلام نے چالاکی سے
ایک مکا اپنے آقا کے گلے پر مارا اور کہا تو بھی بڑا بے ادب ہے ابن لش زبانی سمجھ گیا
سرکار تو معمولی ایلچی ہے - رموز مملکت خاص خسروان دانند جو تجھے کہنا ہو اپنے آقا کے
آگے عرض کر اور بہت جلد یہان سے چل کیونکہ ہمارا آقا راستہ دیکھ رہا ہوگا یہ سنتے ہی
عمرو بن العاص نے خطرہ کے وزن کو پہچانا اور اب اس نے ایلچیون کی سی معمولی گفتگو کی بیوقوف
یونانی دہوکے مین آگئے اور فوراً معمولی باتونکے بعد ان کو جانے کی اجازت دیدی جب عمرو بن العاص اپنے
لشکر مین پہنچ گیا تو مسلمانون نے اپنے سپاہ سالار کے بچکر آنے سے بہت خوشی کے نعرے مارے اور یونانیونکی نادانی
پر قہقہے اڑائے چودہ مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان غالب ہو گئے یونانی بہی اسقدر جان توڑ کر لڑے

لڑے کہ جس کی تنہا نہین اُنھون نے مسلمانون کو اپنی بہادری کے پورے نمونے دکھا دیئے مگر ان کی قابل توصیف بہادری مسلمانون کی تلوار کے آگے کچھ نہ چلی اور وہ کٹ کٹ کر وہین ڈھیر ہو گئے۔ اسلامی پھریرا مصر کے دارالخلافہ کے جگر مین لہلہانے لگا فتح اسکندریہ کے بعد عمرو بن العاص نے جو نامہ حضرت عمر کو لکھا حسب ذیل ہی۔

مین نے مغرب کا بہت بڑا شہر فتح کیا۔ مین اس شہر کی خوبصورتی اور دولتمندی کی تعریف نہین کرسکتا مین یہ دیکھکر خوش ہوا کہ اس مین چار ہزار محل چار ہزار حمام۔ چار ہزار تھیٹر اور دل لگی کے مقامات ہین۔ بارہ ہزار دوکانین غلہ ترکاری اور میوہ جات کے فروخت کرنے کی ہین علاوہ اور قومون کے چالیس ہزار یہودی آباد ہین صرف تلوارون کے منہ پر اس شہر کو فتح کیا ہے اور دست بدست جنگ کرنے کے بعد ہم اس خوبصورت مقام پر قابض ہوئے ہین مسلمان فتح کا پھل حاصل کرنیکے لئے تڑپ رہے ہین۔"

اس نامہ کا حضرت عمر نے فوراً یہ جواب دیا کہ ہرگز لشکر کو واپس ہونیکی اجازت نہ دینا جسقدر مال ہو وہ سب محفوظ کر لیا جائے کیونکہ علاوہ خلائق کے فائدہ کے کامون مین وہ صرف کیا جائیگا ہرگز کسی باشندے کو مت ستانا اور محاصل ملک کی جمع بندی ہمارے مقرر شدہ قواعد کے موافق کی جائے۔ اسکندریہ کی موجودہ سرسبزی اور بہبودی مین کچھ فرق نہ آئے۔" جون ہی یہ خط عمرو بن العاص کو پہنچا اس نے فوراً خلیفہ کے خط کی تعمیل کی اور کل ہدایتون کیموافق بندوبست کر لیا۔ ہرقل نے اسکندریہ کے مسلمانون کے قبضہ مین چلے جانے کی خبر سنی اور کلیجہ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا تمام جہان اسکی آنکھون کے آگے اندھیرا ہو گیا زمین پیرون کے نیچے سے

نکل گئی اور اسکا دل کچھہ اس شکست سے کچھہ ایسا سو سا گیا کہ پھر وہ پلنگ سے نہ اُٹھا اور اسکندریہ
کی فتح کے سات ہفتے بعد مرض استسقا مین انتقال کر گیا۔

ہرقل کے پوتے کی ماتحتی مین جب لوگ خوراک سے عاجز ہو گئے کیونکہ انکی پرورش صرف مصر سے ہوتی تھی تو انہون نے جمع ہو کر اسے
مجبور کیا کہ یون بھوکے مرنے سے تلوار کے منہ پر مرنا بہتر ہے فوراً دار الخلافہ مصر مسلمانون سے واپس لینے کیلئے آمادہ ہو جائے چار برس
کے عرصہ مین ایک لشکر جرار مسلمانون سے مصر نکالدینے کیلئے پھریرے اڑاتا ہوا پہلو سمندر مین دکھائی دیا سمندر جہازون سے ایسا
پٹا ہوا تھا گویا پانی مین کوئی جزیرہ اُٹھا ہو نکل آیا ہو اور ایک شہر بسا ہو عمرو بن العاص اسوقت طرابلس و نابیہ کی خونخوار جنگون مین
مشغول تھا وہ خبر پاتے ہی جھپٹا اور اس نے قسطنطنیہ والون کا سارا جوش تلوار کے پانی سے بجھا دیا کل جہاز انکے گرفتار کر لئے گئے

اسکندریہ کا کتبخانہ — اگر مین؎ اسکندریہ کے کتبخانہ کی قسمت پر منہ مین گھنگنیان ڈالون گا تو گویا
مین نے میری کتاب کے پڑھنے والے کو دھوکا دیا فاضل ابو الفرج نے اسپر اچھی رائے دی ہے عمرو بن العاص
کی طبیعت اپنے اور ساتھیون کے مقابل مین ایک عجیب ادب آزاد فطرت کی تھی وہ اپنے فرصت
کی ساعتون مین جان سے جو بہت بڑا فلاسفر اور عالم صرف و نحو تھا باتین کیا کرتا جب اسنے سپہ سالار
کا رجحان اپنی طرف دیکھا اور اسکی خلق آمیز گفتگو سے مطمئن ہوا تو یہ التماس کیا کہ یہ شاہی کتبخانہ
جسپر حضور کا ابھی تصرف نہین ہوا ہے مجھے بخشدیا جائے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہمارے آگے یہ کتبخانہ ہمول ہے مسلمانون کے آگے
اسکی ساری کتابین فضول ہین ضرور میری استدعا قبول ہوگی اور پھر اس کتبخانہ پر کچھہ آنچ نہ آئیگی۔

عمرو بن العاص چاہتا تھا کہ اسکی استدعا قبول کر کے کتبخانہ اسے واپس دیدیا جائے لیکن
اسکی یہ مجال نہ تھی کہ حضرت عمر کے حکم بغیر ذرا سی بھی کوئی بات کرنے پاتا اس نے فوراً حضرت

؎ اسکندریہ کے کتبخانہ کی بابت کئی رسالے اور مضمون شایع ہو چکے ہین اسلئے مین اسے زیادہ طول دینا نہین چاہتا
صرف مورخ اعظم گبن کا قول نقل کر دیا گیا ہے جو بڑی تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے ۱۲

عمر کی خدمت مین اسکی بابت تحریر کیا وہان سے یہ جواب آیا۔ "اگر یونانیون کی یہ کتابین قرآنی مطالب سے مطابقت کھاتی ہین تو وہ فضول ہین ان محفوظ رکھنا بالکل غیر ضروری ہو اگر یہ ربانی احکام سے خلاف ہین تو سخت مضر ہین ان کو فوراً برباد کردینا چاہیئے" اس حکم کی اندھی نافرمانی سے تعمیل کیگئی۔ چار ہزار حمامون مین وہ کمائے ہوئے چمڑے جنپر لکھا ہوا تھا معہ تحریری کاغذی کتابون کے تقسیم کر دیئے گئے۔ اتنی کثرت سے کتابین تہین کہ چھے مہینے تک حمامون مین ان کا ایندھن کافی ہوا جبتک ابوالفرس کے خاندان مین لاطینی زبان رہی یہ کہانی پے در پے نقل ہوتی چلی گئی اور ہر ایک طالبعلم خدا پرستی کے طیش مین علوم و فنون کی اس توہین و بیقدری اور لعنت پر داشت پیتا رہا لیکن مجھے اس سے بالکل انکار ہے اور مین دعوی سے کہتا ہون کہ مسلمانون نے یہ کتبخانہ نہین جلایا۔ اسکی وجہ بہی بہت بڑی عجیب ہے پڑھو اور تعجب کرو۔ خود مورخ کہتا ہے اور تنہا رپورٹ ایک پردیسی کی جس نے چھ صدی کے اختتام پر چدو سیدیا پر لکھا جو مصریون اور عیسائیون کی خاموشی کے باعث سے زیادہ وزن رکھتا ہو ان مین سب سے زیادہ قدیمی طریق ایوتی چیئس ہو جس نے اسکندریہ کی فتح کی کیفیت پوری پوری لکھی ہو اسکے علاوہ حضرت عمر کا نا ملایم حکم مسلمانون کے مذہبی احکام سے متناقض پڑتا ہو وہ کھلم کھلا اثبات کا دعوے کرتے ہین کہ یہودیونکی مذہبی احکام کی کتابین اگر غنیمت مین آجاوین تو کبھی نہین ضایع نکرنا چاہیئے مورخون شاعرون طبیبون فلسفیون کی کتابین بخوبی مسلمانون کے استعمال مین آسکتی ہین شاید مسلمانون کو کفار کی ہر چیز برباد کرنے کا جوش آیا ہوگا اسلیئے نبی عربی نے یہ حکم صادر فرمایا مین نہ تو اسکندریہ کے کتبخانہ کی تباہی کا حال بیان کرونگا اور نہ اس شعلہ کی نسبت کچھ کہونگا کہ جو قیصر نے اپنی مدافعت کے لئے روشن کیا تھا۔ نہ مین عیسائیونکے ضرر رسان تعصب کو دوہراؤنگا جنہون نے بت پرستی کی ایک بہت بڑی یادگار کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینکدیا

لیکن اگر ہم رفتہ رفتہ زمانہ بٹلی ٹوئنس سے تھیوڈوسئس پر ملاحظہ کرین تو ہم معصر شہادتون کے ایک سلسلہ سے یہ پائینگے کہ شاہی محل اور سرے پیس کا عظیم الشان مندر جسمین چھ سات لاکھ سے کم کتابین نہ تھین جو ٹولیمیون کی اولوالعزمانہ کوششون کی وجہ سے لگگئی تھین شاید گرجے اور بطریقون کی جگہ اس خزانہ کتب سے دولتمند بنجاتی لیکن آرین اور مونوفیزائٹ کے بڑے بڑے علمی ڈہیر حماموں کو سونپ دیئے گئے تھے ایک فلسفی اس صورت مین مسکراکر یہ کہسکتا ہو کہ یہ کتابین آخرالامر تو انسان کے فائدہ ہی کیلئے قربان کردیگئین مین ایمانداری سے ان قیمتی کتبخانون کے برباد ہوجانے کا افسوس کرتا ہون جو رومتہ الکبریٰ کی سلطنت کے ساتھ تباہ ہوگئے۔

ایکدن جان عمروبن العاص کو اسکندریہ کے عجائبات دکھارہا تہا کہ ابن العاص کی نظر جلے ہوئے کھنڈرون پر پڑی جو بربادی کیحالت مین بہی اپنے بانیونکی شوکت ظاہر کررہے تھے عمروبن العاص نے دریافت کیا کہ یہ عمارت کونسی تہی۔ کس نے بنائی اور کس نے تباہ کی" جان نے آنکھون مین آنسو بہر کر جواب دیا "اے امیرالمومنین یہ بہت بڑا کتبخانہ تہا جسکی بنیاد ٹولیمی جنرل افواج سکندر نے (جو گجرات پر سکندر کیساتھ پورس سے لڑا تہا اور جو بہت بڑا حکیم تہا) ڈالی تہی۔ مدت تک اسکی نسل اس کتبخانہ کو نئی نئی کتابون سے رونق دیتی رہی ہین کمبخت بہی اسی کی مین ہونیکا فخر کرسکتا ہو۔ مگر چارسو برس ہونے کو آئے کہ ٹولیمی ڈیلفی گس نے باہمی ضد اور مذہبی تعصب سے اسے جلادیا۔ یہ سنکر عمروبن العاص کو بہت رنج ہوا اور وہ ٹھنڈا سانس بہر کر خاموش ہورہا۔ ان تمام بین شہادتون سے جو ہمے تک پہنچی ہین یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ مسلمانون نے اس کتبخانہ کو نہین جلایا۔

غرضیکہ جب بالکلیہ مصر عمروبن العاص نے قبضہ کرلیا تو اسکے انتظام کی تدبیرین عمل مین

آئین عمر سے اسکی انتظامی قابلیت اعلےٰ درجہ پر بڑھی ہوئی تھی نہایت انصاف اور روشن دماغی
سے اس نے مصر کا انتظام حضرت عمر کے مشورہ سے انجام دیا۔ فتح جدیدہ کے ہنگامہ اور ان سے
نجات ملنے کے عرصہ مین عربون کی تلوار اور قبطیون کی تعداد بہبودی صوبہ کیلیئے نہایت نامساعد
تھی اسی لیئے اس نے یہ اعلان دیدیا جو حضرت عمر رضی اللہ کی قلم مبارک کا لکھا ہوا تھا کہ اگر
کسی عرب نے اپنے کو فاتح سمجھکر کسی مصری کو ستایا اور اسے دکھ دیا تو اسکو وہی سزا دیجائے گی جو
ایک ایسے مجرم کیلیئے لائق اور شایان ہوسکتی ہے۔ قبطیون کو یہ فہمائش کردی کہ ہماری حفاظت
مین تم اسی حالت مین خوش و خرم رہ سکتے ہو کہ جب تم ہمارے خیرخواہ بنے رہوگے ایمانداری
سے ہمین سلطنت کے کامون مین جو تمہارے ملک کی بہبودی کیلیئے کیئے جائینگے ہماری مدد
کروگے اور ہمین اسی توقیر کی نگاہ سے دیکھوگے جسکے ہم شایان ہین۔ خدا پر ہمیشہ بھروسہ رکھو
اور خلیفہ کی اطاعت اپنے اوپر لازم کرلو یہی تمہاری بہبودی کے مقصود ہے اور یہی رستہ تمہاری
ترقی کیلیئے کافی ہوگا ہمارے دشمنون کے تم بھی دشمن ہو اور ہمارے دوستونکے تم نیک خواہ
دوست ہو تمہین تمہاری ان وفادارانہ کوششون اور خیرخواہیون کا برابر صلہ ملتا رہیگا۔ حضرت
عمر نے انتظام مین محاصل کے بیجا بار اور بیرحم طریقہ سرشماری کا ناپسند فرمایا جیسا قسطنطنیہ کی گورنمنٹ
مین رائج تھا بلکہ بجائے اسکے نہایت منصفانہ صورت یہ نکالی کہ ملک کی ہر شاخ پر ایک خاص
محصول مقرر کردیا جس محصول کا اکثر حصہ زراعت اور پبلک منفعت کیلیئے صرف کیا جاتا تھا کاشتکارون
کو خزانہ شاہی سے مدد دیجاتی تھی اور تاجرون کی دستگیری کرنے کا بھی علیحدہ فنڈ مقرر
تھا محاصل مصر کا تیسرا حصہ صرف نہرون اور پشتون کے بنانے پلون کے مرمت کرنے
یا نئے تعمیر کرنے مین صرف ہوتا تھا اور خاص رعایا کو فائدہ پہنچانے کی باتین تھین ان مین
گورنمنٹ حضرت کا کوئی فائدہ نہ تھا چونکہ حضرت عمر اپنے فرائض منصبی مین مخلوق کو نفع پہنچانا

فرض سمجھتے تھے اسلئے آپکا خیال دولت سے خزانہ پر کرنے کا نہ تھا محض اس برتر ذات کی غرض مخلوق اللہ کو فائدہ پہنچانے کی تھی۔ مصر کی سرسبزی نے اور حضرت عمر کے عمدہ انتظام نے عرب کے قحط زدہ ملک کو بہت کچھ سہارا دیا۔ صدہا اونٹ اور خچر غلے کے بھرے ہوئے ممفس سے مدینہ کی پرجاتے دکھائی دیتے تھے حتی الوسع مصریون کی ضروریات اور فائدہ رسانی کی سب چیزین مہیا کی جاتی تہین۔ صدہا نہرین تیار ہوگئین اور کثرت سے سڑکین بنائی گئین مصریون کو آزادی دیدی تہی کہ جب تہین کسی چیز کی ضرورت ہو فوراً گورنر مصر کے ہان باقاعدہ درخواست پیش کرو اگر وہان اسکی تعمیل مین تامل ہو تو مدینہ بھیجدو اسکا فوراً انتظام کردیا جائے گا قبطیونکی آتش زبانی اور انکے دین کی تلقین کو مطلق روکا نہ گیا تھا جسطرح کہ مسجدین آزاد تہین اسیطرح گرجے بہی آزاد کردیئے گئے تھے اور جیسے ہر مسجد کے ساتھ ایک گاؤن ضرور وقف ہوا کرتا تھا اسیطرح ہر گرجے کو بہی زمین دیجاتی تہی کہ جو اپنی جمعبندی سے گرجہ کے تمام اخراجات کو بطرز احسن سنبھالے رکھتی تہی۔ پادریون کی وہ ہی عزت کیجاتی تہی کہ جو ان کی خاص مذہبی گورنمنٹ مین ممکن ہو سکتی۔

مقدمات مین صدہا فیصلے مسلمانون کے خلاف قبطیون کے موافق صادر ہوتے تھے مصری کہا کرتے تھے کہ سلطنت کیا ہے خدا کی رحمت ہی جس نے ہمین یون خوش اور آزاد و دولتمند بنا دیا ہے حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار ابن العاص کو لکھکر بھیجا کہ مصر کے آدمیون اور اس سرسبز ملک کی جغرافیائی حالت سے تم مجھے آگاہ کرو اسکے جواب مین عمرو بن العاص نے یہ نامہ حضرت عمر کی خدمت مین روانہ کیا اے امیرالمومنین مصر سیاہ زمین اور سرسبز پودون سے مرکب ہی۔ جو بحری کے پہاڑون اور سرخ ریت کے درمیان واقع ہی۔ سینا سے اگر سمندر تک کوئی گھوڑے سوار جانا چاہی تو ایک مہینہ مین پہنچ سکتا ہی۔ پہاڑون مین سے دریا نکلتے ہین

جواسکی سرسبزی اور بار آوری کے پورے باعث ہین اور جو چاند و سورج کی گردش اور انقلاب کی وجہ سے نکلتے اور گرتے ہین۔ جب فطرت کی سالانہ تقسیم کی نوبت آتی ہی تو وہ پانی کے منبعون اور چشمون کا قفل کھولدیتی ہی تاکہ وہ زمین کو باآور کرین دریائے نیل مصر کی مملکت کو سیراب کرتا ہوا اِدہر اُدہر نکلجاتا ہے تمام کھیت اِس رَو سے لدے پھندے دکھائی دینے لگتے ہین فطرت کا چہرہ خوشنما اور صحت بخش ہوجاتا ہے اور جہانتک ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن تک نگاہ جاتی ہی ہرا ہرا دکھائی دیتا ہی کاشتکار اور دہقانی ایک دوسرے سے ملتے ہین اور باہم مبارکباد کہتے ہین۔ دریائے نیل کی رَو زمین کو اس قابل بنادیتی ہی کہ اس مین بیج بخوبی پھلے پھولے اور بار آور ہو زمینداروں اور کاشتکارون کا ہجوم جب زمین کے جوتنے بونے کی طرف متوجہ ہوتے ہین محنتی چینیون کی سرگرمانہ محنت سے ان کیحالت کذائی بہت مشابہ ہی۔ ان کی دیسی سستی فطرت کے ایک سالانہ تازیانہ سے بالکل جاتی رہتی ہے جب فطرت اِن سے یہ وعدہ کرتی ہی کہ اب کے سال تمہاری بہتر ترقی ہوگی اور تمہارے کھیتوں مین غلہ اور صحرا مین پھول باغون مین میوے زیادہ پیدا ہونگے۔ ان کی امیدمین گاہے مایوسی مین بھی اپنا جلوہ کرلیتی ہی۔ لیکن وہ دولتین جو انہین گیہون۔ جو۔ چانول۔ مٹر۔ ارُد۔ میوہ۔ درخت۔ اور مویشیون سے حاصل ہوتی ہین بے انصافی سے انہین تقسیم ہوتی ہین کہ جو محنت کرتے ہین اور جو ان کے مالک ہین موسمون کے تغیر و تبدیل کے مطابق ملک کا چہرہ رنگ برنگی موجون سے آراستہ یا چھپا یا ہوا معلوم ہوتا ہے پختہ اناجون کی سنہری فصلین کیا ہی بھلی دکھائی دیتی ہین۔ فقط

یہ ایک مقررہ بات تہی کہ جہان کوئی ملک فتح ہوا اور فوراً اسکی پیمائش کرلی گئی اور تمام اسکی جغرافیائی حالت سے حضرت عمر کو اطلاع کی گئی۔ دوسرا خط جو عمرو بن العاص نے مصر کی

جغرافیائی اور تاریخی حالات کا لکھا تھا وہ بہت طول طویل ہو اس مین ایک ایک قطعہ زمین کی پیمائش اور نوعیت درج ہو آبادی کا بھی پورا تذکرہ کیا گیا ہو اور آدمیون کی نسلین اور انکے خاندانونکا حال بھی بخوبی درج ہو چونکہ آجکل مصر کی جغرافیائی حالت بچہ بچہ جانتا ہو اسلئے عمرو بن العاص کی وہ طول طویل رپورٹ نقل کرکے ناظرین کا وقت لینا نہین چاہتا۔

عمرو بن العاص نے چاہا کہ مین اپنا قیام اسکندریہ مین رکھون لیکن حضرت عمر نے یہ نہ چاہا کہ وہ چھاونی سے اتنی دوری پر ہو اسلئے اسے بلندی جانے کا حکم ہوا۔ عربون کے ایک گروہ نے دریائے نیل سے عبور کرکے اپنا قیام غازیہ مین کیا جو مغربی کنارہ پر واقع ہو حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسی مغربی کنارہ پر فوراً ایک مضبوط قلعہ کی تعمیر کیجائے تاکہ وقت بے وقت کام دیسکے حکم ہوتے ہی بہت جلد قلعہ بنکر تیار ہو گیا۔ لشکر اسلامیہ کی چھاونیان ممفس کے نزدیک قرار دی گیئین انکے گرد جنگی اسٹیشن بہت سے بنگئے جو تیزی سے موجودہ دار الخلافہ مصر تک پھیلتے چلے گئے یہان عمرو بن العاص نے ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد ڈالی جو ہنوز اپنے بانی کے نام سے مشہور ہے۔

زبیر نے عمرو بن العاص کو اسبات پر آمادہ کیا کہ حق فتح کے لحاظ سے زمین کو اپنے ساتھیون مین تقسیم کردے عمرو بن العاص نے اس سے انکار کردیا اور حضرت عمر نے زبیر کی اسبات پر توجہ نہ کی بلکہ برخلاف اسکے آپنے صاف حکم دیدیا کہ عرب ایک ایکڑ زمین کے بھی مالک نہین بن سکتے جنکی زمینین کرشتادن سے چلی آتی تھین ان ہی کو دیدی گئین یہانتک کہ عمرو بن العاص نے حضرت عمر سے اجازت چاہی کہ ایک قطع زمین پر مجھے ایک مکان بنانے کی اجازت دیجائے۔ حضرت عمر نے اسکو بھی منظور نہ فرمایا۔ اور دوسرا حکم صاف دیدیا کہ اینچ زمین پر بھی کوئی عرب قبضہ نہین کرسکتا۔ یہ حضرت عمر کی بہت بڑی حکمت تھی کہ اگر عربون کو اجازت

دیدی جاتی کہ وہ اپنے لیئے مکانات بنالیں اور زمینوں کی تقسیم ان میں ہوجاتی تو علاوہ مضرت ملک کے انکی جنگی روحیں بدل جاتیں اور پھر وسیوں کے مانند آرام طلب ہوجاتے۔

عمرو بن العاص نے دیکھا کہ مصری اپنی زندگی تکلفانہ صورت اور عیش پسند حالت میں بسر کرتے ہیں اس لئے انکی نگاہیں عربوں کی سادہ کفایت شعاری پر اچھی نہیں پڑتیں اور وہ کسی قدر وقعت سے نہیں دیکھتے۔ عمرو بن العاص نے چاہا کہ ان کا یہ خیال مٹا دیا جائے تاکہ انہیں اس امر کا یقین ہوجائے کہ عربوں کی اس سادہ زندگی پر بُرے طور سے خیال کرنا ہماری سخت نافہمی ہے۔

پہلے دن لائق سپاہ سالار نے اپنی فوج کی بدوؤں کی صحرائی طریقہ پر دعوت کی اونٹ ذبح کئے گئے اور انکا کھانا پک کے تیار ہوا جس وقت عربوں نے کھانا شروع کیا مصریوں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ ایسا بسا نذا کھانا ان کے حلق سے کیونکر اُترتا ہے۔ جبتک وہ کھاتے رہے نہایت تعجب سے تکتے رہے گویا انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے مصریوں کے پر تکلف طریقہ پر اپنے لشکر کی دعوت کی بڑے بڑے پر تکلف کھانے پکائے گئے جنگجویوں نے ان کھانوں کو بھی اسی ذائقہ سے کھایا جیسے اپنے ہاں کے کھانے کھاتے تھے تیسرے دن بہادر جنرل نے بہت بڑی پریڈ کی اور جنگ کے قاعدہ پر لشکر کو آراستہ کیا ہزاروں مصری یہ بھی تماشہ دیکھنے آئے اس وقت بہادر جنرل نے مصریوں کے غول کی طرف مخاطب ہوکر یہ کہا " پہلے دن کی دعوت تم نے دیکھی یہ ہمارا گھر میں زندگی گزارنے کا سادا طریقہ ہے دوسرے دن کی دعوت اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ ہم مفتوحہ زمین کی پر تکلف چیزوں سے لطف اُٹھا سکتے ہیں اور پھر بھی ہماری وہی جنگی جسمی باقی ہے۔

قبطی یہ سماں دیکھکر باہم یہ ایک دوسرے سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے " اس سے عربوں کا ضرب

یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انکی تعظیماً اطاعت کریں بس ہمارے لئے یہی کافی ہے۔

حضرت عمر نے جب اپنے جنرل کی اس کارروائی کو سنا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ملک گیری صرف قوت بازو اور دلیری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ خداداد عقل کی بھی ہمیں ضرورت ہے اور وہ دونوں باتیں عمرو بن العاص میں موجود ہیں ایک اور عجیب و غریب واقعہ کی طرف ناظرین کی توجہ مائل کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مصر میں جیسا کہ گبن محقق نے لکھا ہے سالانہ ایک دوشیزہ لڑکی کی عیسائی دریائے نیل کو بھینٹ دیتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف اسی بھینٹ دینے سے دریا امنڈ آتا ہے۔ ہر سال ایک نوجوان خاتون کی جان ضایع ہوتی تھی۔ عمرو بن العاص کے زمانہ میں بھی اس قہرناک دن کی آمد آمد ہوئی کہ جب ایک لڑکی کو دلہنوں کے سے کپڑے اور گہنا پہنا کر دریائے نیل میں چھوڑ دیتے تھے اس لڑکی کو عروس دریائے نیل کہتے تھے۔ عمرو بن العاص نے مصریوں کی اس رسم کی خبر سنی اس نے فوراً ایک گارد بھیجکر منع کر دیا کہ لڑکی کبھی بھینٹ نہ چڑھائیگی اتفاق سے دریا نہ چڑھا اور مصریوں میں بڑی پریشانی پھیلی۔ ان بیچاروں کی سرسبزی اور بہبودی کا دارومدار جیسا کہ اوپر بیان ہوا محض دریائے نیل پر تھا باہم سرگوشیاں ہونے لگیں اور انہیں اس امر کا پورا یقین ہو گیا کہ بھینٹ نہ دینے کا یہ سبب ہے کہ دریائے نیل کا پتہ نہیں جب مصریوں نے اس معاملہ میں زیادہ شورش برپا کی تو عمرو بن العاص نے ساری کیفیت حضرت عمر کو لکھکر بھیجی آپ نے دریائے نیل کے نام یہ رقعہ بھیجا جو بجنسہ درج ذیل کیا جاتا ہے "از امیرالمومنین بجانب دریائے نیل۔ اگر گزشتہ زمانہ میں تو اپنی مرضی سے بہتا تھا تو اب بھی نہ جاری ہو لیکن اگر تو قوی ترین خدا کی مرضی سے بہتا تھا تو ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ تیرا پانی سال گزشتہ کی طرح سیراب کرتا ہوا نکلجائے حضرت عمر نے اپنے سپاہ سالار کو لکھا کہ دریا میں اس خط کو ڈالدینا بس یہی کافی ہے۔ یہ کیا گیا اور خط ڈالتے ہی دریا خوب زور شور سے موجیں اڑاتا ہوا اٹھا اور مصری ملک کو سیراب کر دیا

عمرو بن العاص نے پھر اپنی فتوحات کو مغرب کی طرف وسعت دی اور برقا کو فتح کرتا ہوا اطرابلس تک پہنچگیا اور اِدھر سے اُدھر تمام میدان آئینہ کر دیا۔ کوئی مخالف نہ رہا تھا جو ذرا بھی سر اٹھا کر امن میں خلل اندازی کرتا۔ مصر بالکلیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا گو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہرقل کے پوتے نے دوبارہ اسکندریہ کو مسلمانوں سے فتح کرنا چاہا تھا جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں لیکن انہیں ایسی سخت شکست ملی کہ پھر اسکندریہ کی طرف نگاہ کرنیکا بھی یارا نہ رہا۔

جنوبی ایران پر حملہ اور ہرمزان کا قید ہونا ۱۷ھ مطابق ۶۳۸ء

حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی فوجیں عراق عرب کی حدود تک پہنچ جائیں ابھی اسپر خیال رجوع ہوا تھا کہ واقعات نے خود اسلامی فتوحات کی لین ڈوری بڑھانے کی اجازت دی۔

مدائن کے شمالی جانب اسلامی سرحد حلوان اور بڑے بڑے مضبوط مقامات پہاڑی سے خوب محفوظ ہو رہے تھے۔ جنوبی عراق میں عتبہ نے پے در پے کئی مقابلوں کے بعد اپنے کو بصرہ میں قایم کر لیا تھا جہاں سے وہ خلیج فارس تک کے ملک پر بخوبی قبضہ رکھ سکتا تھا۔ لیکن ایرانی ناظم سہواز اور رم ہرمز میں بہت قوت سے حکومت کر رہا تھا۔ جو عتبہ سے سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اسی اثنا میں علاء بن الحضرمی نے جو بحرین کی بغاوت فرو کرنے میں اعلےٰ درجہ کا ثابت ہوا تھا عتبہ اور سعد کی فتوحات کو عراق میں حاسدانہ نظروں سے دیکھا اور چاہا کہ میں بھی انکی سی نمود حاصل کروں ایک تنگ راستہ میں سے ہوتا ہوا سامنے والے ضلع میں پہنچا۔ علاء ابن الحضرمی نے یہ حملہ نہ صرف حضرت عمرؓ کی خلاف مرضی کیا بلکہ آپکے اس اُصول کے خلاف بھی کیا کہ دھوکا دے کر بحری میں کسی ملک پر حملہ نہ کرنا چاہئے مگر علاء بن الحضرمی اس میں کامیاب نہ ہوا۔ فوج ایرانی کنارہ پر اُتر گئی۔ اتنے اصطخر سے ایرانی کچھ خبر نہ ہوئے نہ آتے ہی کوئی فوج روانہ کی لیکن کچھ زمانہ کی

فرصت دیکر وہ اصطخر سے روانہ ہوئے یہ ہنوز پہنچے نہ تھے دشمن نے آتے ہی انکو کاٹ ڈالا۔ علاء نے ہرچند پریشان فوج کے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ سنبھل سکی اور آخر بڑی مشکل سے براہ خشکی بصرہ کی طرف آنا پڑا۔ بہت سی فوج دشمن نے گھیر لی۔ مسلمان ایک قلعہ میں محصور ہوگئے اس افسوسناک واقعہ کی خبر حضرت عمر کے پاس پہنچی آپنے علاء کی اس حماقت پر سخت افسوس کیا مسلمانوں کے بیگناہ ضایع ہونے پر آپکے آنسو نکل آئے اسکا علاج سوا اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ فوراً عتبہ کو لکھا گیا کہ تو بہت جلد فوج لیکر محصورین کو دشمن کے ہاتھوں سے نجات دینے کے لئے پہنچ۔ یہ حکم سنتے ہی عتبہ بارہ ہزار فوج لیکر روانہ ہوا۔ ایرانی فوج سے جنگ ہوئی ایک سخت میدان کے بعد ایرانی اپنی جان بچاکر بھاگے اور مسلمان بحفاظت بصرہ واپس چلے آئے عتبہ کی فوج نے اس جنگ میں بڑا نام پایا اور حضرت عمر کے خاص شکریئے حاصل کئے۔

مسلمانوں کے بصرہ واپس چلے آنے سے ہرمزان ناظم اہواز کا دل بڑھا دیا یہ وہ شخص تھا جو جنگ قادسیہ میں سے جان بچاکر بھاگ آیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ عربوں کی سرحدوں پر فوجکشی کروں ایک تھوڑی فوج اس نے جمع کر رکھی تھی اور روز بروز مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے اپنی فوجیں بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ یہ موقع اس نے حدود اسلام پر بڑھنے کا اچھا دیکھا ادھر عتبہ اسکی حرکت فوج پر تاک لگا رہا تھا۔ اسکی سرکوبی کے لئے اس نے بھی باگیں اٹھائیں۔ عتبہ کے لئے کوفہ سے مدد روانہ ہوئی اور اسکی خوش قسمتی سے بدوؤں کی ایک قوم بھی اس سے آملی جو اہواز کے جوانب وجوانب میں رہتی تھی اور بصرہ والوں سے اسکا ایک خاص تعلق تھا ہرمزان سے عتبہ کا بڑا بھاری مقابلہ ہوا۔ اس بہادری سے اس نے ہرمزان پر حملہ کیا ایک خونریز مقابلہ کے بعد اسکو بعزتی کے ساتھ پسپا ہونا پڑا اور اخیر عتبہ نے جب اسکا تعاقب نہ چھوڑا تو وہ دریائے تیرے کنارہ وان سے پار ہوکر بھاگ گیا۔ اہواز پر اسلامی پھریرا اڑا دیا گیا۔ وہاں پہنچکر اس نے التوائے

جنگ کے لئے کچھ مدت چاہی ادھر سے فوراً رخصت دی گئی۔ عتبہ نے اپنی عاقلانہ حکمت عملی سے اہواز اپنے مددگار بدؤں کو دیدیا اپنی فتوحات میں سے اس فتح کے بعد عتبہ نے خلیفہ کی خدمت میں مرزبان کا ایک پٹکا بطور نشان فتح کے روانہ کیا۔ ایک قاصد حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ التماس کیا کہ ممالک غیر کے مسلمان آرام طلب ہوتے جاتے ہیں چاندی اور سونے کی چیزوں نے انکی آنکھوں میں چکا چوند کردی ہی اس نامبارک تصدیق کے بعد حضرت عمر نے عتبہ کو لکھا۔ افسوس کی بات ہی کہ تو نے بصرہ کا ایک صحرائی بدو کو انتظام سپرد کر دیا ہے۔ یہ کبھی نہ ہوگا کہ ایک صحرائی بدو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکومت کرے گا۔ مغیرہ بن شعبہ اس خدمت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

عتبہ حضرت عمر کی اجازت سے حج بیت اللہ کو روانہ ہوا اور وہاں سے واپس آتے وقت اس کا بطن النخلہ میں انتقال ہو گیا۔

عتبہ نے چونکہ بدؤں کو اہواز کا حاکم بنا دیا تھا اسلئے ان سے وہاں کی حکومت نہ سنبھل سکی اور ہرمزان نے پھر بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور چاہا کہ بہت جلد اہواز کو مسلمانوں کی حکومت سے آزاد کرے۔ تو بھی مسلمانوں نے اسے فاش شکست دی پھر مسلمانوں نے حضرت عمر سے آگے بڑھنے کے لئے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر نے اس عرضی کو تو دبا رکھا اور یہ تاکیدی حکم بھیجا کہ جہاں جہاں تمہارا قبضہ ہو گیا ہے ان مقامات کو ہر طرح مضبوط کرو اور زیادہ تر کھیتوں میں آبپاشی کا کام بہت جلد شروع کر دو اور نہریں کاٹ کاٹ کر کھیتوں میں پہنچاؤ۔ ہرمزان مشرق کی طرف بھاگا چلا جاتا تھا دوبارہ مسلمانوں کی طرف سے اسے پھر معافی دی گئی اور اس کا تعاقب نہ کیا گیا۔ ایک دفعہ اس نے عہد نامہ کر لیا تھا کہ اب میں مسلمانوں کے خلاف کبھی ہتھیار نہ اٹھاؤں گا اس بات پر معہ فوج رہا کر دیا گیا تھا دوسری دفعہ اس نے

پھر سرکشی کی اسپر بھی اسے معافی دیدی اس کے بعد معلوم ہوا کہ مَرو میں یزدجرد کثرت سے
فوج جمع کر رہا ہے تاکہ مسلمانوں کو ایرانی حدود سے بالکل خارج کردے جب سے مسلمانوں نے مدائن
فتح کیا تھا وہ اسی وقت سے تیاری جنگ میں مصروف تھا۔ یہ موقع فرصت کا اسے بہت
ہی اچھا ملا تھا جو کچھ اسکی قدرت میں تھا فوج جمع کرنے میں اس نے جان لڑا دی تھی۔
اس کی تیاری سے حضرت عمر بھی غافل نہ تھے آپ کو دم دم کی خبریں پہنچ رہی تھیں سخت
مقابلہ کرنے کے لئے حضرت عمر بھی مستعد ہو گئے اور بصرہ کوفہ سے عظیم لشکر بدرہا کرنے
لگے۔ کوفہ اور بصرہ سے فوجیں جمع کر کے نعمان بن المقرن کو اسکا سرکردہ کیا۔ اور اُسے حکم دیا
کہ تو ہرمزان کو سوس میں روک تاکہ اس کی فوج یزدجرد کی شاہی فوج سے نہ ملنے پائے
سوس دو دریاؤں کے بیچ میں واقع تھا جس کی تھوڑی دور برف پوش پہاڑ معلوم ہو رہے تھے
ہنوز یہ ایک مضبوط شہر تھا جسکا مقابلہ کرنا سخت دشوار تھا۔ اخیر ایک سخت مقابلہ اور کئی خونریز
میدانوں کے بعد سوس کو فتح کر لیا۔ جہاں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر تھی جسکی عزت اور
ادب کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سپاہ سالار سے ارشاد کر دیا تھا۔ ہنوز اس
مقدس مقبرہ کی وہ ہی کیفیت ہے اور اس کی وہ ہی عزت کی جاتی ہے۔

سوس میں جب ہرمزان معہ چند امرا اور رئیسان شہر کے گرفتار کر لیا گیا تو اسے حضرت عمر
کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا اور نعیم بن مقرن یا نعمان بن المقرن اصفہان کی طرف بڑھا
اور اپنا رستہ آخر کار لڑ جھگڑ کر ایران کے جگر میں کر لیا۔

جب ہرمزان اپنی شاہانہ پوشاک پہنے ہوئے مدینہ پہنچا ہے اسوقت حضرت عمر مدینہ کی
مسجد میں سو رہے تھے پہلو میں دُرّہ رکھا ہوا تھا۔ جوں ہی ہرمزان مسجد کے قریب پہنچا۔ اس نے کہا خلیفہ
کہاں ہے اور اسکا جاہ و حشم اور نقیب و عصا بردار وغیرہ کہاں ہیں۔ وہ عظیم الشان سنگ مرمر کے محلوں

اور تزک و احتشام سے رہنے کا عادی تھا اسے یہ یقین تھا کہ زبردست خلیفہ اور بھی جاہ و حشم زندگی بسر کرتا ہوگا۔ ہرمزان اپنی قیمتی پوشاک اور زریں کمر باندھے ہوئے حضرت عمر کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اور جب کسی نے بتایا کہ یہی امیر ہے جو کھجور کی چٹائی پر پیوند دار کمل اوڑھے ہوئے لیٹا ہے تو اسے سخت تعجب معلوم ہوا اتنے میں حضرت عمر کی بھی آنکھ کھل گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ اجنبی کون شخص ہے۔ جواب آیا کہ خدا بہت بڑا قوی ہے کہ جو اسکو اور اس جیسوں کو مطیع بنا دیتا ہے یہ ہرمزان شہزادہ ہے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ زریں کپڑے اسکے اُتار لو اور عرب کی سادی پوشاک پہنا کر ہمارے سامنے لاؤ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی اور مغیرہ ترجمان مقرر ہوا۔ ہرمزان نے اور باتیں کرنے سے پہلے پانی مانگا حکم دیا گیا کہ پانی دو اور سیر ہو کر اسے پینے دو۔ پھر ہرمزان نے عرض کیا کہ میں پانی پینے سے ڈرتا ہوں مبادا غفلت میں مجھے کوئی قتل کر ڈالے حضرت عمر نے جواب دیا جبتک تو پانی نہ پی لیگا تیری طرف کوئی آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ سنتے ہی ہرمزان نے پانی کو زمین پر پھینکدیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا تو نے میری جان بخشی کی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا "تو جھوٹا ہے تیری زندگی تیری بداعمالی کا تاوان ہو چکی ہے" ایک شخص نے پاس بیٹھنے والوں میں سے کہا جب تک یہ پانی نہ پی لے اسکا قتل کرنا جائز نہیں ہے حضرت عمر نے فرمایا اس شخص نے مجھے دھوکا دیا اب میں ایسے شخص کو قتل نہیں کرسکتا جس نے فریب و دغا سے ہزارہا مومنین کی جانیں ضایع کی ہیں مگر پھر میں تجھسے یہی کہتا ہوں کہ تیری کل بداعمالیوں کا کفارہ اسلام میں داخل ہونے سے ہو سکتا ہے۔ خیر تو نے جتنے مومنین قتل کئے اور جو کچھ مسلمانوں کا نقصان کیا صرف مسلمان ہونا ان سب گناہوں کا کفارہ دیدیگا" ہرمزان نے فوراً کلمہ پڑھا اور خلیفہ کے یہ حیرانہ الفاظ اسکے دل میں گھر کر گئے وہ فوراً اسلمان ہوگیا اور اس نے اپنی بود و باش مدینہ میں اختیار کی۔ عطائیوں کی فہرست میں اسکا نام لکھ لیا گیا اور دو ہزار درہم ماہانہ

اسکا مقرر ہوگیا۔ اسکی تمام بدبیں قیدی اور جواہر نگار کمر بند اسے واپس دیدیا گیا۔

(فتح ایران) سنہ ۲۱-۲۲ھ مطابق سنہ ۶۴۲-۴۳ء

فتح قادسیہ اور مدائن کے بعد مسلمان سپاہ سالار آگے بڑھنے کی اجازت مانگتے تھے لیکن حضرت عمر راضی نہ تھے اسی اثنا میں کہ یزدجرد نے بیٹھے بٹھائے چھیڑ چھاڑ شروع کردی اپنے مہیب لشکر کے بل پر اس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ کوفہ اور بصرہ سے بھی مسلمانوں کو محروم کردیا جائے اور اگر موقع ہو تو مدینہ تک چھاپہ مارا جائے۔ حضرت عمر نے یزدجرد کی اس مستعدی پر یہ ارادہ کرلیا کہ اب کے اس سے ایک انتہائی میدان ہونا چاہئے اور بالکل فیصلہ کرلیا جائے یزدجرد جب مدائن سے نکل کر بھاگا ہی تو اسے یہ یقین تھا کہ مسلمان مدائن کی فتح پر قانع ہوکر آگے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھینگے اور انہیں صبر آجائے گا اور اس فرصت کے زمانہ میں مجھے تیاری کرنے کا موقع ملے گا۔ خدا نے اسکی مراد دی اور اس نے اس عرصہ میں اپنی جمعیت خوب بڑھالی اور پھر ہرمزان کو اُکسایا اور اسکا نتیجہ دیکھنے کیلئے آپ خاموش بیٹھ گیا جب سوس فتح ہوگیا ہرمزان گرفتار کرلیا گیا اور ناچار مسلمانوں نے اصفہان کی طرف اپنی باگیں اُٹھائیں تو اب وہ بہت چونکا اور اپنی اس تدبیر کو ناکام پاکے اسکے پہلے خیال کا خاتمہ ہوگیا اس نے یہ سوچا تھا کہ ہرمزان سوس پر مسلمانوں کو روکے رکھے گا اور میں دوسری جانب سے حملہ کردونگا لیکن اسے بھی انتہائی جنگ پر آمادہ ہونا پڑا۔ جتنے صوبوں کے گورنر تھے سب کے پاس یزدجرد نے حکمنامے بھیج دئے کہ اپنی اپنی فوجیں لیکر چلے آئیں ان میں سے بہت سے گورنر بالکل آزاد تھے لیکن اس موقع پر انہوں نے بھی ایک عام خطرہ دیکھکر یزدجرد کا ساتھ دینا قبول کیا۔ بحر خزر کے کناروں سے بحیرۂ ہند تک اور جیحون سے خلیج فارس تک جتنے گورنر صوبہ تھے سب نے فوج جمع کرکے دیمیوند ہیں کاویانی درفش کے نیچے لاکر کھڑی کردی۔ گویا ملک کا ملک اُمنڈ آیا وہ سمجھ جاتے تھے کہ گو ہم یزدجرد سے آزاد ہیں لیکن ہماری سلامتی سلطنت ایران کی سلامتی

رہنے پر موقوف ہی۔ اسکی خبر شیردل سعد کو پہنچی اس نے فوراً براہ راست حضرت عمر کی خدمت میں لکھ کے بھیجا۔ ایک قاصد خبر لایا کہ فیروزان کی ماتحتی میں ایک لاکھ پچاس ہزار فوج جمع ہی وہ اسوقت ہمدان میں مقیم ہیں۔ ان کا قصد حلوان کی طرف بڑھنے کا ہی جہاں سے وہ کوفہ پر دھاوا مارینگے کوئی کہتا تھا کہ فلاں شہزادہ کی زیر کمان ساٹھ ہزار سوار ہیں جسکا ارادہ مدائن پر قبضہ کرلینے کا ہے۔ حضرت عمر نے بذات خود یزدجرد کے مقابلہ میں جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ یہ سنتے ہی سب صحابہ خصوصاً حضرت علی معترض ہوئے کہ آپ ہرگز جنگ میں تشریف نہ لیجاویں اور اُنہوں نے وہی اعتراض پیش کئے جو پہلے کر چکے تھے اور آخر حضرت عمر نے اپنے ارادہ کو ملتوی رکھا نعمان کو حکم دیا کہ خوزستان جاکر فوج کی مستقل کمان لے بصرہ اور کوفہ میں ایک مضبوط فوج چھوڑ کر دوستوں سے آگے بڑھے۔ سوس کی فوج کو حکم ہوا کہ پرسی پولس کی طرف بڑھے اور وہاں کی فوجوں کو روکے رکھے کہ وہ شاہی فوجوں سے شریک نہونے پائے۔

نعمان نے حلوان پہنچکر جاسوس روانہ کردئے کہ دشمن کی خبر لائیں اُنہوں نے آکر خبر کی کہ دشمن اس میدان میں مقیم ہی جو الوند کے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہی۔ نعمان کے آگے بڑھنے کا راستہ بہت صاف ہوگیا تھا وہ حدود میں بڑھا چلا جاتا تھا آخر نہاوند کے میدان میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوگیا دشمن کی فوج سے مسلمانی لشکر کے تھا یعنی انکی تیس ہزار فوج تھی اور فیروزان ایک لاکھ پچاس ہزار فوج لئے پڑا تھا۔ اس قلیل فوج میں بڑے بڑے جنگجو اور نامی آزمودہ کار مسلمان بھی تھے جن کے بھروسہ پر یہ مقابلہ کیا گیا تھا۔ دو دن تک معمولی نوک جھوک کے بعد ایرانی اپنے موچوں میں چلے گئے اور یہاں وہ بآرام بیٹھ گئے مسلمانوں کو دق کرنے کے لئے ان کی یہ تدبیر کافی تھی۔ اس التوائی جنگ سے جس کو کئی دن کا عرصہ ہوچکا تھا مسلمان گھبرا گئے اور راہ دیکھتے دیکھتے تھک گئے آخر اُنہوں نے ایسی تدبیر کرنی

چاہی جس سے دشمن مورچوں کے باہر نکل کر جنگ کرے طلحہ نے اپنی فوج کو پھرتی سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا ایرانی سمجھے کہ مسلمانوں کی فوج بھاگتی ہے اپنے مورچوں سے نکلکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ایک خونریز میدان ہوا۔ نعمان مارا گیا لیکن ایرانی تیس ہزار اپنی فوج کی لاشیں چھوڑ کر بھاگے مسلمانوں نے اِن کا تعاقب کیا اور اسی ہزار آدمی اور بھی قتل کر ڈالے۔ فیروزان ایسی فاش شکست کھا کر ہمدان بھاگا۔ ہمدان پر بھی فتحمند مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ شاہی جواہرات اور قیمتی چیزیں جو ہمدان میں عظیم الشان آتشکدہ میں محفوظ تھیں مسلمانوں کے تصرف میں آئیں غنیمت کا شمار لا انتہا ہے دو بکس لبالب جواہرات کے بھرے ہوئے ہاتھ لگے جنہیں حضرت عمر نے اوّل ہی اوّل خزانہ مدینہ میں رکھا۔ مگر پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ بیت المال میں رکھنا نامناسب ہی فوراً جواہرات کے فروخت کرنے کا حکم دیا۔ چالیس لاکھ درہم اِن کی قیمت جانچے گئے۔ حکم ہوا کہ اسے فروخت کر کے لشکر میں تقسیم کر دو۔

اس عظیم الشان شکست کے بعد بھی یزدجرد کی وہی کیفیت تھی اسے کسی قسم کا ہراس نہوا تھا وہ اپنی قوت بڑھانے میں مصروف تھا اور جنگ کی تیاری کر رہا تھا حضرت عمر بھی اس سے غافل نہ تھے اور خوب سمجھتے تھے کہ جتنے میدان اب تک ہو چکے ہیں اِن سے سخت ترین میدان یزدجرد سے اور ہونے والا ہے بحر خزر کے جنوب کی جنگ آور قومیں دوبارہ اسفندیار کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے جمع ہو رہی تھیں۔ اسفندیار اسی بدقسمت رستم کا بھائی تھا جو جنگ قادسیہ میں بے عزتی سے مارا جا چکا تھا۔ اسفندیار رے کو محفوظ رکھنے کے لئے موجود تھا۔ مسلمان برابر بڑھتے چلے جاتے تھے۔ رے پر پھر ایک بھاری جنگ ہوئی۔ اس میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوئی اور کل شہر نے اپنے کو مسلمانوں کے رحم پر چھوڑ دیا اور وہ محفوظ ہو گئے۔ اسفندیار یہاں سے آذربائجان بھاگ گیا وہاں بھی اسے اسی ناکامی کے ساتھ شکست ملی اب

اسفندیار نے کوئی صورت بچاؤ کی نہ دیکھکر مسلمانوں کا مطیع ہونا قبول کیا اور انکی حفاظت میں آگیا۔ رَے سے یزدجرد اصفہان بھاگ گیا۔ مگر وہاں اپنا ٹھیک ٹھکانا دیکھکر کرمان پناہ لینے کے لئے چلا گیا کرمان میں بھی اپنی جان کی امان نہ پائی اور آخر بلخ جا کر فرار پکڑا بلخ میں بھی اسکی دال نہ گلی اور وہ بھاگوں بھاگ مرو پہنچا اور یہاں سے خاقان چین اور ترکوں کی مدد کا خواستگار رہا۔ ترکوں نے یزدجرد کو مدد دی کئی سال تک حوالے مرو میں جنگ ہوتی رہی آخر ترکوں کو بھی یزدجرد کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور وہ جیحون کے پار اتر گئے۔ اب یزدجرد کا نہ خزانہ رہا تھا نہ لشکر نہ شاہی محل نہ بیگمیں کچھ بھی نہ تھیں اور نہ اس میں یہ دم رہا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرنے کی جرأت کرتا اسکی مایوسانہ حالت غضب کی تھی۔ وہ شہنشاہ ایران سے گویا اب مصیبت زدہ شخص بنگیا تھا۔ زمین و آسمان اسے اپنا دشمن دکھائی دیتا تھا اور کوئی سہارا دینے والا نہ تھا۔ آخر حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں دنیا سے رخصت ہوا رَے پر قبضہ ہوتے ہی عرب مختلف صوبوں کی طرف متوجہ ہوئے ان میں سے بہت سے صوبے گو برائے نام ماتحت ایران تھے لیکن سچ خود وہ بہت بڑے قوی تھے ان سے جنگ کرنے کے لئے چھ فوجیں بصرہ اور کوفہ سے چھ طرف روانہ ہوئیں ہر جنگ میں مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوتی چلی گئی اور تمام صوبے یکے بعد دیگرے اسلام کے زیر نگین آتے گئے اسی طرح۔ فارس۔ کرمان۔ مکران۔ سجستان۔ خراسان۔ آذربائیجان فتح کرلئے گئے تاہم یہ صوبے ہمیشہ سرکشی پر آمادہ ہوتے رہے جبتک مسلمان وہاں خود آباد نہ ہوگئے۔ مسلمانوں کے حقوق اس قدر وسیع تھے کہ پرانا ضعیف زرتشتی مذہب اسکا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ جو شخص مسلمان ہوجاتا تھا اسکے وہ ہی حقوق ہوجاتے تھے جو اسکے فاتحوں کے ہوتے تھے۔ دارالخلافہ فتح ہوتے ہی اور درفش کاویانی کے جھکتے ہی

آتش پرستوں کے بڑے بڑے خاندانوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آتشکدے بجھا دیئے گئے تھے مسجدیں بنتی جاتی تھیں۔ تہذیب یافتہ شائستہ ایرانیوں نے اسلام قبول کرکے ایک نیا رنگ اسلامی طرق کو دیدیا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ اپنے فاتحوں سے ملکی حقوق نہیں لے سکتے جبتک مسلمان نہ ہو جائیں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری برس
۲۳ھ مطابق ۶۴۴ء

جس زور سے حضرت عمرؓ کی سرپرستی میں فتوحات کا ریلا بڑھا تھا اور جو شام کو نکلتا ہوا ایشیائے کوچک کی حدود تک پہنچ گیا تھا اور جس نے اتنی بڑی سلطنت ایران کو فتح کرلیا تھا اب ایک جگہ ٹھیر گیا۔ ہرقل کے مرجانے کے بعد پھر اسکے جانشینوں میں یہ قوت نہ رہی کہ وہ براہ تری یا خشکی ملک شام یا مصر پر حملہ کرتے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے انہیں چھڑا لیتے۔ گو چند بار انھوں نے حدود پر حملے کئے لیکن انہیں ایک بھاری نقصان کے ساتھ واپس پھر جانا پڑا۔ معاویہ شام کے انتظام میں مشغول تھا اور آئیندہ کسی خطرناک مہم کے لئے (مبادا رومی خود چلے آئیں یا یہیں کے باشندے باغی ہو جائیں) اپنی فوجوں کو مضبوط کر رہا تھا۔ ہر طرف امن اور صلح کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عمرو بن العاص مستقل طور پر مصر کا گورنر بنا دیا گیا اور وہ مغرب کی طرف رفتہ رفتہ اپنی حدود کو وسعت دے رہا تھا۔ عرب کا ملک بھی اتنی عظیم جنگوں کے بعد آرام لے رہا تھا اور کہیں فوج میں جنبش نہ معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمرؓ شام کے سفروں کے علاوہ مدینہ سے حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ بھی روانہ ہوا کرتے تھے اپنی عادت کے مطابق آپ اس سال میں حج بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مختلف صوبوں کے گورنر بھی اسی ارادہ سے مکہ شریف میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس بات کو پسند کیا کہ مکہ شریف کا حج کرکے مدینہ ہوتے ہوئے سب اپنے

ملکر جائیں تاکہ ملکی منفعت کی تدبیریں کی جائیں اور خدا کی مخلوق کی آسایش کا سامان مزید برآں جو اسوقت ہی مہیا کیا جائے۔

اپنی شہادت کے کئی سال پہلے حضرت عمرؓ نے تین ہفتے مکہ معظمہ میں قیام کیا اور کعبہ شریف کے گرد بہت بڑے میدان کو وسعت دی وہ گھر جو اس پاک عمارت کے پاس بنے ہوئے تھے ان کو منہدم کر دیا گیا اور ان کے مالکوں کو انکی قیمت ادا کر کے دوسری جگہ دیدی اب کعبہ شریف کے گرد ایک بڑا وسیع چوکور میدان ہوگیا جس میں ہزاروں آدمی بآرام جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر بعض نافہموں نے اپنے گھروں کو فروخت کرنا منظور نہ کیا اور زیادہ سمجھانے سے بھی نہ مانے ان کے گھر اکھڑوا کر پھکوا دیئے گئے اور ان کی قیمت بیت المال میں امانت رکھدی کہ جب مالکوں کا دل چاہے وصول کر لیں وہ ستون جو حرم شریف کے گرد بطور حدود کے قائم تھے اتروا کر دوسرے ستون ان کے گرد چنوا دیئے گئے اور بہت سے مسافر خانے اور حاجیوں کے قیام کی جگہ بنوا دی گئیں تاکہ وہ بآرام یہاں قیام کریں اور ادھر ادھر پہاڑوں میں نہ بھٹکے پھریں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کے ساتویں برس مدینہ کی گرد و نواح میں ایک پہاڑی میں سے آتش فشانی ہوئی حضرت عمرؓ نے عین موقع پر پہنچکر ملاحظہ فرمایا دیکھا کہ یہ پہاڑی آتش فشان ہے پھر آپ نے پریشان باشندوں کا اطمینان کر دیا کیونکہ عربوں کو کوہ آتش فشان دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا وہ حیران تھے کہ یہ کیا بھید ہے۔

اسی سال ایک بحری مہم روانہ کی گئی کہ وہ حبش کے کناروں پر دشمن سے مقابلہ کرے مسلمان سمندر میں سفر کرنے کے عادی نہ تھے پھر بھی وہ بڑی بہادری سے لڑے اگرچہ انکے افسر کی غلطی سے مسلمانوں کو کامیابی نہیں ہوئی تاہم انہوں نے ثابت کر دیا کہ ہم صحرا ہی کے شیر

نہیں ہیں بلکہ سمندر کے اژدہا بھی ہیں۔

جن قابل صحابہ کو حضرت عمرؓ نے کوفہ اور بصرہ کا عامل بنایا تھا ان سے آپ کا انتظام کی طرف سے بہت اطمینان ہوگیا تھا مگر اتفاق سے عتبہ عامل بصرہ کا انتقال ہوگیا اور مغیرہؓ کے گورنر مقرر کرنے میں ذرا تامل درکار تھا۔ عامل بنانے میں صرف اسلئے تامل تھا کہ وہ کسی قدر تند مزاج مشہور تھا اور اس کی نسبت یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس نے بچپن میں ایک شخص کو طائف میں مار ڈالا تھا۔ ضرورت کی وجہ سے اسکو بصرہ کا عامل مقرر کیا لیکن وہاں چند روز کے بعد ملزم گردانکر نکال دیا گیا اور آخر اس نے اپنی بود و باش مدینہ شریف میں اختیار کی۔

اسکی جگہ ابو موسےٰ کو عامل بصرہ مقرر کیا کہ جو غزوہ حنین میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نام پا چکا تھا اور جس نے ایلچی گری کا منصب بھی بطرز احسن ادا کیا تھا۔ کچھ دن تک ابو موسےٰ عامل بصرہ رہا اسپر بھی چند الزامات لگائے گئے تھے لیکن حضرت عمرؓ کے آگے اس نے معقول جوابدہی کر کے اس سے بریت حاصل کی۔

کئی سال کوفہ اپنے بانی سعد کی ماتحتی میں رہا۔ مگر حضرت عمرؓ کی خلافت کے نویں سال اس کے خلاف ایک جماعت کھڑی ہوئی اسپر طرح طرح کے الزام قائم کئے اور بعض الزامات صحیح بھی تھے سعد کی پنشن ہوگئی تھی۔ اور چند روز کے لئے عامل کوفہ ایک شخص کو نامزد کر کے پھر ابو موسےٰ کو بصرہ سے بلا کر عامل کوفہ مقرر کر دیا۔ اہل کوفہ نے ایک سفارت مدینہ شریف حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی کہ ہم ابو موسےٰ کو اپنا عامل نہیں بناتے فوراً ابو موسےٰ کو واپس بصرہ آجانیکا حکم ہوا۔ بڑی مشکل سے یہ فیصلہ ہوا کہ مغیرہ ہی عامل کوفہ بنایا جائے کوفیوں نے اسے منظور کر لیا اور جبتک حضرت عمرؓ کی شہادت نہیں ہوئی مغیرہ ہی عامل کوفہ رہا۔

اسی زمانہ میں حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن مسعود کو جو مکہ شریف میں ایک غلام تھا اور بعد ازاں

اپنی اعلیٰ قابلیتوں کی وجہ سے نبی اکرم کا بہت پیارا صحابی بن گیا تھا کوفہ کا خزانچی مقرر فرمایا۔ یہ قرآن کا حافظ اور مطالب قرآنی کو خوب سمجھتا تھا اس شخص میں ہر قسم کی لیاقت تھی معاملہ فہمی کا ہنر سب میں بڑھا ہوا تھا اپنے لہجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا بھی اسی پر ختم تھا۔ بصرہ کوفہ کی نسبت مفلس تھا۔ چونکہ اس کی آبادی بہت تھی اسلئے معمولی دولت وہاں کافی نہ تھی حضرت عمر نے محاصل ممالک سے بصرہ میں آب پاشی اور پیمائش و تجارت وغیرہ کے ایسے محکمے کھول دیئے کہ بصرہ والوں کو دولتمند ہونے کا بخوبی موقع ملے اور وہ کوفہ سے کسی طرح کم نہ رہیں

ہر صوبہ میں کئی عدالتیں۔ فوجداری۔ دیوانی اور مال کی قائم ہوئیں ان پر وہی شخص اعلیٰ افسر یا قاضی مقرر کیا جاتا تھا جسے مدینہ میں قابلیت کی سند مل جاتی تھی۔ عدالتی محکمہ میں ایک قابل قاضی کام کرتا تھا اور کل محکموں کا تعلق خاص عامل کی ذات سے ہوتا تھا جو روزمرہ عام مسلمانوں کے سامنے انتظام کی پوری کیفیت بیان کرتا رہتا تھا مگر آٹھویں دن ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر شخص کو خواہ یہودی ہو یا عیسائی انتظامی معاملات میں آزادی سے دخل دینے کا مجاز حاصل تھا۔ حضرت عمر کا حکم تھا کہ محاصل میں عامل جو کوئی بڑا انتظام بدلنا چاہے بغیر عامۃ خلایق کے مشورے کے نہ بدلے جنگی اور مالی دفاتر پہلے سب عامل کے تحت میں تھے مگر حضرت عمر نے انہیں جدا جدا کر کے ان پر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کر دیئے گو عامل کا اختیار سب کچھ تھا مگر کسی کے کام میں دست اندازی نہ کر سکتا تھا ان افسروں کی موقوفی بحالی کا اختیار بھی حضرت عمر نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ ریاست کی طرف سے مذہبی علوم پڑھانے کیلئے معلم نوکر ہو گئے انکی تنخواہیں خزانہ سے ملتی تھیں۔ یہ واعظ یا معلم تمام مفتوحہ ممالک میں متعین کئے گئے جو نئے مسلموں کو قرآنی تعلیم سے مشرف کرتے اور انہیں اسلام کے اصول بتاتے۔ یہ قاعدہ بھی جاری کیا گیا کہ جمعہ کے دن تمام دفتروں میں تعطیل ہوا کرے اور رمضان المبارک میں قرآن شریف سننے

کے لئے مسجدوں میں لوگ جمع ہوا کریں۔

حضرت عمر نے صرف دیوان یا مختلف قسم کے محکمے ہی نہیں جاری کئے بلکہ سنہ ہجری کی بھی اسی والاشان خلیفہ نے بنیاد ڈالی حضرت عمر کی لاثانی عقل اور فہم سلیم کا یہ طفیل تھا کہ آج اسلام اپنے علیحدہ سنہ ہونے پر ناز کرسکتا ہے ماہ محرم کی یکم تاریخ سے آغاز سال قرار دیا۔ اس سنہ سے حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی تاریخ (مکہ شریف سے مدینہ منورہ) معلوم ہوتی ہے۔

شراب نہ پینے کی بہت تاکید تھی۔ اور حضرت عمر اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت سخت تھے۔ جو سزا کہ شرابی کی مقرر تھی وہ ہی ایک غریب صحرائی بدو کو دیجاتی اور وہی ایک عامل کو ملتی تھی انصاف میں کسی کی تمیز نہ کی جاتی تھی۔ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ قانون کی آنکھ میں سب برابر ہیں۔ خواہ فقیر ہو یا بادشاہ ہو جن مقدمات کا آپ نے فیصلہ کیا وہ ہمارے دعوے کی کامل دلیل ہوسکتے ہیں۔

حضرت عمر کے ابتدائے زمانہ خلافت میں دمشق میں بہادر ابو عبیدہ کو یہ خبر ہوئی کہ ایک گروہ شہریوں کا معہ شیر دل ضرار کے جو کہ جنگی خونخوار میدانوں میں نام پاچکا تھا) فلاں جگہ شراب پی رہا ہے۔ ابو عبیدہ ان کے سر پر بھی جا کھڑا ہوا اور انہیں خبر نہ ہوئی۔ ابو عبیدہ نے معہ بہادر ضرار کے ان سب کے نام لکھ لئے اس گروہ میں اکثر امیرزادے اور رئیسوں کے بچے تھے۔ اور وہ سب نام معہ اپنی رائے کے حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کردئے اور رائے یہ لکھی۔ ان لوگوں کو میں نے شراب پیتے ہوئے پکڑا ہے غلطی سے ان سے یہ فعل سرزد ہوگیا ہے۔ شیر دل ضرار کی خدمات کا پاس کرکے اگر سب کے ساتھ اسکو بھی معافی دیجائے گی تو عین عنایت ہوگی جوں ہی یہ خط حضرت عمر کو پہنچا آپ مارے غصہ کے آگ ہوگئے اور ان سخت الفاظ میں ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا۔ "لوگوں کا ایک مجمع کر اور انہیں سامنے بلا اور پھر یہ دریافت

اگر کہ شراب کا پینا حرام ہی یا حلال اگر وہ حرام کہین تو اُنکی اسّی دُرے مارکر چھوڑ دے اور جو وہ شراب کو حلال بتائین تو اُن کی گردنین اُڑا دے" ابو عبیدہ کو حضرت عمر کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور ان سے دریافت کیا گیا اُنھون نے جواب دیا کہ ہم شراب کو حرام جانتے ہین پہر اسّی اسّی دُرے مارکر چھوڑ دے۔

ابوسفیان نے جو سنہ ۳۱ ہجری تک زندہ رہا ۸۸ برس کا ہوکر وفات پائی ایک آنکھ اسکی محاصرہ طائف مین جاتی رہی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک مین ضایع ہوگئی تھی۔ نابینا ہوکر مدت تک زندہ رہا۔ اِسی عرصہ مین اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدی تھی جسنے جنگ اُحد مین امیر حمزہ کا کلیجہ نکال لیا تھا۔ طلاق کیوجہ نہین معلوم کہ کیا ہوئی۔

حضرت عمر کی وفات سنہ ۲۳ ہجری مقدسہ مطابق سنہ ۶۴۴ عیسوی

یہ حضرت عمر کی خلافت کا گیارہوان سال تھا گو عمر پوری ساٹھ برس کی ہوگئی تھی لیکن بقول میور[1] اس عمر مین بھی حضرت عمر اپنی بھاری بھاری ذمہ داریون کو اُسیوقت چستی اور مستعدی سے ادا کرتے تھے۔ اِس سال کے آخری مہینے مین آپ اُمہات یعنی ازواج مطہرات حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ شریف کو روانہ ہوگئے ابھی آپ حج کرکے مدینہ شریف واپس آئے ہی تھے کہ قبل از وقت زمانہ خلافت ختم ہوگیا۔

مغیرہ عراق سے ایک غلام ابو لولو نامی لایا تھا بچپن مین یہ یونانیون کی قید مین عیسائی ہوگیا تھا اور جب مسلمانون نے یونانیون پر فتح پائی تو دوبارہ ابو لولو مغیرہ کا غلام بنایا گیا مدینہ مین ابو لولو اپنے آقا مغیرہ کی سرپرستی مین بڑہئی لُہار اور نقاشی کا کام کرتا تھا ایکدن ابو لولو حضرت عمر سے رستے مین ملا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ میرا انصاف کرین فرمایا کیا جواب دیا مغیرہ میرا آقا مجھسے میری مزدوری مین سے زیادہ حصہ لیتا ہے ارشاد کیا تو

---

[1] دی خلافت صفحہ ۱۹۱۲ - ۱۳

اسے کتنا دیتا ہے۔ عرض کیا دو درہم روز۔ فرمایا تم جیسے کاریگر کے لئے یہ کچھ بہت زیادہ نہیں ہے پھر حضرت عمر نے فرمایا "مین نے سنا ہے تجھے ایسی چکی بنانی آتی ہے جو ہوا سے چلتی ہے تو مجھے بنا دیگا" اس نے کچھ روکھا پھیکا ہو کر یہ جواب دیا آپکے لئے مین ایسی چکی بنا دونگا جسکی شہرت مشرق سے مغرب تک ہو جائے گی۔ یہ کہکر وہ چلا گیا حضرت نے اسکے کھرے جواب سے یہ سمجھا کہ یہ مجھے دہمکاتا ہے۔

دوسرے دن فجر کو جب لوگ مسجد مین نماز صبح پڑھنے کیلئے جمع ہو رہے تھے پرویز ابو لولو کنیت پہلی جماعت مین نمازیون کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا۔ جماعت بندی ہو چکی تھی اور حضرت عمر نے نیت باندھکر صرف اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ ابو لولو نے آگے بڑھکر خنجر سے آپکے جسم مبارک پر مختلف جگہ گہرے گہرے زخم لگائے زخمی کرکے وہ دوڑا دو ایک کو شہید اور دو چار کو زخمی کرکے اس نے وہی خنجر اپنے کو بھی مار لیا۔ گو حضرت عمر کو گہرے زخم آئے تھے اسپر بھی آپنے دست مبارک سے عبدالرحمن کو جا نماز پر نماز پڑھانے کیلئے کھڑا کر دیا۔

عبدالرحمن نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کیا مجھپر یہ امانت ہمیشہ کیلئے لازم ہو گئی جواب دیا کہ نہیں بخدا تو آزاد ہے جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت عمر نے حکم دیا کہ کل مسلمانونکو جمع کرو جب سب لوگ جمع ہو گئے تو یہ فرمایا۔

جو اشخاص خلافت کے قابل ہین وہ یہ ہین۔ عبدالرحمن۔ علی۔ عثمان۔ زبیر۔ سعد۔ طلحہ طلحہ آجکل مدینہ مین نہین ہے تین دن تک اسکا رستہ دیکھا جائے اور پھر عام مسلمین ان چہ آدمیون مین سے جسے چاہین اپنا خلیفہ منتخب کرلین۔ عبدالرحمن سن اگر تو خلیفہ نامزد ہوا تو اپنی عظیم اور وسیع ذمہ داریون کو اس حسن و خوبی سے ادا کیجو کہ کسی مسلمان کو شکایت نہو انصاف کرتے وقت اپنے پرائے امیر غریب کا امتیاز نہ کیجو۔

(یہی ہدایت سعد اور زبیر سے بھی کی) علی اگر تو خلیفہ بن گیا تو ہاشمیون کو قانون شریعت کی حیثیت سے زیادہ اور آدمیون پر فضل نہ شمار کیجو۔ عثمان اگر تو خلیفہ منتخب ہوا تو بنی اُمیہ کو چیرہ دست کر کے سلطنتون کا مالک بنا دیجو۔ اب تم جاؤ اور باہم مشورہ کر کے ایک شخص کے انتخاب پر راضی ہو جاؤ۔

یہ کہکر حضرت عمر خاموش ہو رہے تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص سے یہ فرمایا جو شخص خلیفہ منتخب ہو اسکو میری طرف سے سلام کہنا اور میری یہ وصیت اسے سنا دینا کہ ہمیشہ اہل عرب سے اچھا برتاؤ کرے اسلئے یقیناً یہ اسلام کی پشت پناہ ہین وہ یک جو وہ ان سے وصول کرے اس سے کہدیجو کہ انہین کو واپس دیدے تاکہ وہ اپنے غربا مین تقسیم کرین یہودیون اور عیسائیون سے نبی کے احکام کی مطابق اچھا برتاؤ کیا جائے انہین کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائے وہ اپنے مذہب مین آزاد رہین اور ان کی کوئی مذہبی رسم روکی نجائے" پھر آپنے خدا کیطرف ہاتھ اٹھا کے یہ عرض کیا" اے میرے خدا مین اپنا فرض پورا کر چلا اور مین نے سلطنت اسلام نہایت امن اور مضبوطی کی حالت مین اسکے لئے چھوڑ دی جو میرے بعد خلیفہ ہوگا وہ اپنی نیز میری اولاد کا آپ مختار ہے یہ کہکر حضرت عمر آرام لینے کیلئے لیٹ گئے۔

جب حضرت عمر کو حجرہ مین اُٹھا کر لائے ہین تو ہر گروہ کے آدمی باری باری سے آتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ خون بہ رہا تھا اور کثرت سے بہ چکا تھا تاہم آواز مین وہی کڑاکا تھا جس سے ارادون کی سرگرمی اور طبیعت کی مستعدی پائی جاتی تھی شامی رومی ایرانی یونانی وغیرہ گروہ آتے تھے اور زار زار رو رو کر باہر چلے آتے تھے ایک شخص نے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا کلام الہی اور احادیث نبوی پر اپنا دین وایمان رکھیو اور انپر عمل کیجو۔ اسیحالت مین کہ خون نہ تھما تھا آپنے اپنے بیٹے عبد اللہ سے دریافت کیا مجھے یہ چھریان کس نے

مارین عبداللہ نے عرض کیا یا امیر المومنین پرویز غلام نے یہ حرکت کی فرمایا الحمد للہ کہ میں کافر کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ پھر فرمایا کہ ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے میری طرف سے یہ دریافت کراؤ عمر اجازت چاہتا ہے کہ نبی اکرم کے پہلو میں مجھے جگہ دیجائے حضرت بی بی عائشہ نے منظور فرمالیا جب لوگ ایک ایک آکر جارہے تھے حضرت عمر کے چہرہ کی عجب کیفیت تھی اور زمانہ کا پورا اتار چڑھاؤ نظر آرہا تھا وہ خلیفہ جسنے قیصر اور کسریٰ کی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا تھا پاک پہلو ایک حجرہ میں پڑا ہوا ہے اور اٹھ نہیں سکتا۔ مگر اسکا وہی جوش ہے وہی مستعدی اور وہی جستی ہے خدا کی باتوں میں اسطرح اسے دلچسپی ہوتی ہے یہ نظارہ گو ایک معمولی معلوم ہوگا لیکن اسکی فطرت بہت گہری اور عمیق ہے۔

تین[1] دن تک حضرت عمر زندہ رہے اس عرصہ تک صہیب نماز پڑھاتا رہا۔

آخر چوتھے دن خدا کو یاد کرتا ہوا وہ مقدس خلیفہ عالم سے رخصت ہوا شنبہ کے دن ماہ محرم میں وفات ہوئی۔

میور لکھتا ہے اسطرح حضرت عمر نے جو اسلامی دنیا میں نبی کا خلیفہ ثانی تھا وفات پائی۔ صرف ابھی دس برس میں انکی عقل، دانائی، زیرکی صبر اور توانائی سے مصر و شام اور ایران کی سلطنتیں اسلام کے قبضہ میں آگئیں۔

حضرت ابوبکر نے تو صرف صحرائی بدوؤں کو مار کر مدینہ سے نکال دیا تھا لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت میں حدود شام کو مسلمانوں نے طے کر لیا عمر نے اپنی خلافت صرف عرب سے شروع کی تھی لیکن وہ اپنی وفات کے وقت قسطنطنیہ کے بڑے بڑے صوبوں اور ایران کی پوری سلطنت کا خلیفہ تھا اس طرفہ اور یہی خوش قسمتی پر بھی اس نے کبھی صحیح العقل اور عاقلانہ عدل سے تجاوز نہیں کیا

---

[1] تاریخ طبری جلد سوم صفحہ ۱۱ و سنٹ وی خلافت صفحات ۱۹۹ - ۱۹۸ - ۱۹۷ - ۱۲۱

اور نہ عرب کی سادی سیدہی معاشرت سے قدم آگے بڑھایا۔ جب کوئی مدینہ مین غیر شخص آتا تہا تو دریافت کرتا تہا خلیفہ کہان ہین اسے وہین کسی کونہ مین بیٹھے ہوئے تہا ملجاتے تھو سادگی اور فرض پہ دو ایسکے اصولی رہنما تھے اپنی ابتدائی زندگی مین وہ بہت تند اور خونخوار مزاج رکھتے تھے اور نبی اکرم کے آخری زمانہ مین بہی دشمن سے انتقام لینے مین سب سے پیشقدمی کرتے تھو لیکن جون جون عمر بڑہی وہ زیادہ محتاط ہوتے گئے اور اب ملایمت اور رحم طبیعت مین بہت تہا کبہی عالمون اور کپتانون کا انتخاب آپنے رعایت سے نہین کیا بصرہ اور کوفہ کی گورنریون مین بدذن اور قریشونکی باہمی دلی کدورت کیوجہ سے زیادہ وقت پڑگئی تہی لیکن آپکے قوی بازون نے جو سلطنت کو سہارے ہوئے تھے ان خونخوار قومون کی رنجش کو ظاہر نہو نے دیا اور کوئی شخص چون نہ کرسکا اپنے پیارے نبی کے بڑے بڑے صحابہ اپنے پاس مدینہ شریف مین رکھتے تہو ایک تو یہ وجہ تہی کہ ان مین مشورہ لینے مین مدد ملتی تہی اور دوسری وجہ یہ تہی کہ ان کی بزرگی اور اسقدر مدنظر تہا کہ کسی عہدہ پر اس خیال سے کہ یہ میرے ماتحت کہلائین گے کام کرنے کیلئے نہ بہیجتے تھے۔ درہ ہاتہ مین لئے ہوئے وہ مدینہ شریف کی شاہراہون مین پہرتے تھے اور مجرم کو عین موقع واردات پر سزا دیتے تہو یہ مقولہ زبانزد عوام ہوگیا تہا کہ عمر کا درہ دوسرے شخص کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک ہے باینہمہ وہ رقیق القلب اور رحیم الطبیعت بہی بہت بڑے تھے صدہا کام رحم اور عنایتون کے آپکی حلیمی اور ہمدردی مخلوق کا کافی ثبوت دیتے ہین۔ بیواؤن اور یتیمون کی حاجتین آپنے پوری کی ہین آپ مظلوم کے حامی اور ظالم کے قاتل تہو آپ پہلے خلیفہ ہین جنہون نے امیر المومنین کا لقب لیا! ایک سچا مسلمان ابن مضبوط قوی اور بے داغ خلیفہ کو السلام کہکر اسوقت ماتم کریگا جب اسکے جانشینون کے پر طوفان اور خود غرضانہ سلطنت مین داخل ہوگا۔ فقط۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حلیہ۔ اولاد۔ ذاتی فرائض

محمد بن جریر لکھتا ہے حضرت عمر کا رنگ گورا اور سُرخ تھا بعض مورخ کہتے ہیں گندمی تھا لیکن عام اسی پر متفق ہیں کہ رنگ گورا اور بہت سرخ تھا۔ قد لمبا ہاتھ پیر چکلے چوڑے تھے جب لوگوں میں چلتے تھے تو گردن سب سے نکلی ہوئی دکھائی دیتی تھی آپ کی ڈاڑھی سفید تھی جس کو مہندی سے سُرخ رکھتے تھے بازو قوی اور موٹے تھے سینہ چکلا اور کمر پتلی تھی اس شان و صورت کی وجہ سے کمل پوشی ہی میں اسقدر پُر رعب صورت تھی کہ اچھے اچھے تھرا جاتے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور روشن تھیں۔ ناک ستوان اور خوبصورت تھی سر پر بال کم کم تھے۔ ساڑھے دس برس خلافت کا زمانہ شمار ہوا ہے۔ عمر کے بارے میں مورخوں میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ پچپن برس کی عمر میں وفات ہوئی کوئی کہتا ہے کہ باسٹھ برس کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا لیکن انگریزی مورخوں نے ترسٹھ برس کی عمر لکھی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ ابوالفدا بھی ترسٹھ سال ہی کی عمر بتاتا ہے طبری لکھتا ہے کہ حضرت عمر نے اپنی تمام عمر میں سات شادیاں کیں تین زمانہ جاہلیت میں اور چار مسلمان ہو کر جو شادیاں کہ زمانہ جاہلیت میں کیں انکے نام یہ ہیں۔ زینب۔ ملکہ۔ قرنیہ بنت امیہ المخزومی لیکن بعد ازاں قرنیہ کو طلاق دیدی تھی مسلمان ہونیکے بعد یہ دونوں عورتیں بھی حضرت عمر سے جدا ہوگئی تھیں۔ اور اسلام کے بعد آپ نے جو نکاح کئے ان پاک خواتین کے یہ نام ہیں۔ اُم حلیم جمیلہ۔ اُم کلثوم دختر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ از فاطمہ اور عاتکہ بنت زید یہ چار نکاح زمانہ وفات تک حضرت عمر نے کئے تھے حضرت عمر کے آٹھ صاحبزادے تھے عبد اللہ عبید اللہ تین بیٹے پہلی بیویوں سے تھے اور تینوں کا نام عبد الرحمن تھا۔ ایک کو عبد الرحمن الکبرٰی کہتے تھے دوسرے کو عبد الرحمن الاوسط تیسرے کو عبد الرحمن الاصغر پکارتے تھے۔ عاصم۔ زید اکبر زید اصغر۔ عیاض بیٹیوں کے نام حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ۔ زینب تھے۔ اس سب اولاد میں حضرت

عمر کے صاحبزادے عبداللہ بہت بڑے محدث اور فقیہ ہوئے ہین۔ یہ پاک نہاد بچہ اپنے باپ کے ساتھ ایسی حالت مین اسلام لایا تھا۔ کہ جب وہ حضرت علی کیطرح صغیر سن تھا بچہ پر باپ سے زیادہ مان کا اثر ہوتا ہی جب حضرت عمر ایمان لائے تو زینب مظعون نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئی تھی۔ اس صغیر سن بچہ کو روکا لیکن نتیجہ کچھ نہوا۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اگر جنگل مین کہین بھیڑ بھیڑیے کی دست برد مین آکر ہلاک ہوجائے گی تو میرا خدا مجھسے دریافت کریگا کہ تو نے اسکی نگہبانی کیون نہین کی اور اسکو ہلاکت کیون ہونے دیا۔ خلافت کے فرائض اور اسکی ذمہ داریون کا اتنا بوجھ تھا کہ بعض وقت حضرت عمر یہ کہنے لگتے کاش مین پیدا نہ ہوتا تو فطرت اس بوجھ کے اٹھانے کیلیے مجھ تلاش نکرتی۔

عبدالرحمن بن عوف روایت کرتے ہین کہ مین ابھی نماز عشا پڑھ ہی چکا تھا کہ حضرت عمر میرے گھر تشریف لائے مین نے عرض کیا اے امیرالمومنین تنہا اسوقت کہان فرمایا مین خاص تمہارے پاس تم سے کچھ مدد چاہتے آیا ہون۔ عرض کیا حضور ارشاد کرین مین حاضر ہون ارشاد کیا کہ ایک قافلہ کسی جگہ سے آکر فلان جگہ مقیم ہوا ہی وہ لوگ چونکہ تھکے ہوئے زیادہ ہین اسلیے وہ قطعی سو رہینگے اگر ان کی کوئی چیز جاتی رہی چونکہ وہ فصیل مدینہ منورہ کے باہر اترے ہین مبادا کوئی صحرائی بدو قزاقی کرے تو اسکی جوابدہی مجھے کرنی ہوگی اور خدا مجھے گرفتار عذاب کریگا کہ تیرا فرض تھا تو نے کیون نہین انکی حفاظت کی تم سے صرف اسقدر مدد چاہتا ہون کہ تم بھی میرے ساتھ انکی حفاظت کرنے مین مدد دو۔

مین نے التماس کیا کہ مین بسر و چشم حاضر ہون اور پھر ہم دونون وہان پہنچے اور صبح تک پہرہ دیا وہ آدمی شب گزرنے بعد واقعی بہت غافل ہوگئے تھے صبح کو نماز کیوقت واپس تشریف لے آئے کسی نے یہ سمجھا کہ امیرالمومنین نے چوکیدار کا فرض شب کو صرف ہماری حفاظت کیلئے

انجام دیا ہے۔

طبری[1] ایک واقعہ کا بیان اور بھی لکھتا ہے چنانچہ وہ تحریر کرتا ہے زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے ایکدن یہ ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے دور باہر جا رہے تھے میں نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو بندہ بھی آپکے ہمراہ چلے ارشاد کیا چلا آ میں بھی ساتھ ساتھ ہو لیا مدینہ کی فصیل کے باہر پہنچے تو دور سے ایک آگ جلتی ہوئی دیکھی حضرت عمر نے فرمایا اسلم جا کر دیکھیں یہ آگ کون سلگا رہا ہے اور یہاں کون آکر ٹھیرا ہوا ہے جب اس روشنی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت تین بچوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے بچے رو رہے ہیں دیگچی چولھے پر چڑھ رہی ہے وہ عورت جو ان بچوں کی ماں تھی یہ دلاسا دیتی جاتی ہے تم رو نہیں یہ پک جائیگا کھا لینا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہتی جاتی ہے کہ خدا عمر سے ہمارا انصاف لے کہ خود تو پیٹ بھر کر سو رہا اور میں اور میرے تین بچے بھوک کے مارے تڑپ رہے ہیں حضرت عمر نے اسکے اس آخری فقرہ کو سنا آپ اسکے پاس گئے اور دریافت کیا اے عصمت پناہ خاتون تو عمر کی کیوں شکایت کرتی ہے میں نے جا کر پوچھا کیا وہ اسی منہ سے خلیفہ بنا ہے کہ ہم تو یہاں تڑپ رہے ہیں اور وہ کھانا کھا کر خواب نوشین میں مبتلا ہوگا حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اس دیگچی میں تو نے کیا چڑھا رکھا ہے اور بھی منہ بنا کر جواب دیا خالی پانی چڑھا رکھا ہے تاکہ ان بیتاب بھوکے بچوں کو تسکین ہو اور یہی امید میں کہ اب کھانا پک کر تیار ہوگا شاید صبر کر کے سو رہیں یہ عورت بیچاری پردیسن تھی جو بعد ازان معلوم ہوا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر واپس آ گئے میں ساتھ ساتھ تھا پہلے بنئے کی دکان پر گئے رات بہت ہو چکی تھی اسلئے دکان بند تھی پھر آپ اسکے مکان پر تشریف لیگئے اسکو اپنے ساتھ دکان پر لائے دکان کھلوائی اس سے آٹا گھی وغیرہ لیا پھر گوشت والے کے ہاں تشریف لیگئے [illegible]

[1] طبری جلد چہارم صفحہ ۵۱۳ -

پورا سامان لیکر ایک گٹھری میں باندھا اور اپنے کندھے پر اُٹھا کر اس عورت کے پاس پہنچے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین یہ مجھے دیجیے میں کندھے پر رکھ لوں فرمایا اپنے فرایض کی انجام دہی میری ذمہ ہے تم میری ذمہ داریوں کے بوجھ سے سبکدوش ہو۔

بڑی دور تک خود ہی اس بوجھ کو اُٹھا کر لیگئے معمول سے زیادہ آپکی رفتار میں تیزی تھی آپنے سارا سامان عورت کے آگے رکھدیا.......... وہ دیکھکر خوش ہوگئی اور کہا جزاک اللہ خیراً تو مسلمانوں کی خبر گیری میں احق ہے پھر حضرت عمرؓ نے اس خاتون سے کہا تو آٹا گوندھ میں سالن پکاتا ہوں میں نے بھی اس کام میں کسی قدر آپکا ہاتھ بٹایا جب کھانا تیار ہوگیا اپنے سامنے اسکو کھلایا اور کہا تو عمر کے حق میں دعا کر وہ تیری حالت سے بیخبر تھا یہ کہکر آپ مدینہ میں تشریف لے آئے۔

جب حضرت عمرؓ کسی کو گورنر صوبہ یا عامل کر کے روانہ فرماتے تھے تو بہت تاکید سے یہ ہدایت کیا کرتے تھے کہ وہ بھیڑوں میں بھیڑیا بنا کر نہیں بھیجا جاتا بلکہ گوالیا بنا کر روانہ کیا جاتا ہے خدا تیرے ہر پوشیدہ کام کو دیکھیگا۔ اگر تو نے اپنے آرام کیلئے کوشش کی تو سمجھ لے خلقت آرام سے نہیں رہ سکتی تیرا آرام بہت بڑا ہے جو کہ جس صوبہ کا تو عامل بنکر جاتا ہے وہ با آرام اپنی زندگی بسر کریں جو تیری تنخواہ ہے اسی پر قناعت کیجیو بیت المال میں سے ایک پیسہ بھی نہ لیجیو جس میں تیرا حق نہیں ہے محتاجوں اور غریبوں کی ڈھونڈھ ڈھونڈھکر مدد کیجیو خدا اور رسول کی خوشی اسی میں ہے۔

محمد بن جریر طبری روایت کرتا ہے کہ ایک شخص آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔ اسکا سر نیچا تھا اور کسی سے بات نہ کرتا تھا۔

حضرت بی بی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ کون شخص ہے عرض کیا گیا کہ یہ ناسک یعنی مرد نیک ہے آپنے فرمایا۔ رحم اللہ عمر انہ کان ناسکا وکان اذا تکلم اسمع واذا امشی اسرع

ولذا الطلم الشیم اذا اصنب اوجع یعنی خدا عمر پر رحم کرے کہ وہ نیک مرد تھا جب بات کرتا تھا تو آواز سے کہ سنائی دے۔ جب چلتا تھا تیز چلتا اور جب کسی کو کھانا دیتا تھا تو پیٹ بھر دیتا تھا اور جب مجرم کو اسکی سزا دیتا تو درد دینے والی دیتا۔

ایک دن لوگوں نے اسلم سے دریافت کیا کہ تو خزانچی حضرت عمر کے وقت میں رہچکا ہے تجھے تو خوب معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے کبھی بیت المال میں سے کچھ لیا۔ اس نے جواب دیا کبھی نہیں ہاں ایک حالت میں جب کاموں کیوجہ سے آپ سے کام نہو سکتا تھا اور دو تین وقت فاقہ سے گزر جاتے تھے تو بطور قرض کے اپنے کھانیکے موافق بیت المال میں سے لیتا تھا اور دو تین دن میں مزدوری کرکے بیت المال میں درہم رکھدیا کرتا اسکے سوا اسنے کبھی ایک درہم بھی نہیں لیا۔ ایکدن آپ بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہیں اتفاق سے یاسر بن سلمہ کے پہلو سے درہ کی نوک لگ گئی حضرت عمر اپنے دل میں بہت خفیف ہوگئے مگر اسوقت خاموش ہوکر گھر چلے گئے چند روز کے بعد جب یاسر بن سلمہ حج بیت اللہ شریف جانے لگے تو حضرت عمر سے اجازت چاہی آپنے فوراً اجازت دیدی۔ اسی دن شب کو تین ہزار درہم لیکر یاسر بن سلمہ کے پاس گئے اور نہایت افسوس سے کہا فلاں دن بھولے سے میرے درے کی نوک تیرے پہلو میں لگ گئی تھی اسکا قصاص مجھسے لے سکتا ہے میں خوش ہوں اگر تو مجھے بھی اس درے سے مارے اور جو تو نہیں مارتا تو یہ تین ہزار درہم قبول کر جو اسکا معاوضہ ہے یاسر بن سلمہ نے کہا یا امیر المؤمنین مجھے تو یاد نہیں کہ ایسا اتفاق کب ہوا تھا حضرت عمر نے فرمایا تو بھول گیا لیکن میں اپنی خطا کو نہیں بھولا ہوں۔ اور وہ تین ہزار درہم دیکر گھر تشریف لے آئے۔

میرے خیال میں جو کچھ میں نے شیخین کے تمدن اور امور جہانداری پر بحث کی ہے وہ بہت ہی کافی ہے لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ شیخین یا دیگر خلفائے اسلام کی نسبت جو کچھ یورپین محققوں

نے لکھا ہو وہ بہی مختصر طور پر درج کرون تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلفاء اسلام کی نسبت یورپیون کا کیا خیال ہو۔ یون توصدہا انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتب خلفاء کے حالات مین بہری پڑی ہین لیکن مین سب سے زیادہ بہتر اور اعلےٰ درجہ کی کتاب تمدن عرب مصنفہ ڈاکٹر موسیو لیبان سے مختصر واقعات معاشرت اور فتوحات خلفاء کے نقل کرتا ہون جو جتنے مختصر ہین اسیقدر جامع ہین اور وہ گویا تمام فتوحات اسلام کا خلاصہ ہین۔ فاضل محقق نے کمال کیا ہو کہ وہ واقعات جو ضخیم جلدون مین بیان ہوسکین بہت اختصار کے ساتھ چند صفحون مین لکھدیے ہین اور یقیناً ایسی جامع اور مختصر تاریخ ہونی محال ہو۔ اس مین شیخین کی معاشرت کا بہی ذکر ہو۔ اُس سچے عشق کا بہی بیان ہو جو شیخین کو حضور انور اور اسلام سے تہا اور غیر مذاہب سے اُنکی رواداری کا بہی مذکور ہو غرض اس عمدگی سے مختصر و جامع حالات لکھے گئے ہین کہ پڑھکے کئی صدی کی اسلامی شوکت اور عظمت کا نقشہ کھچ جاتا ہو اور معلوم ہوتا ہو کہ جو کچھہ شیخین یا اور خلفائے اسلام نے کیا اُسکی نظیر اور قومون مین مشکل سے ملیگی۔ (ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان آئندہ صفحے سے شروع ہوتا ہو۔

فتوحات صحابہ

خلفائے راشدین جب ملکی خوش تدبیری کو کام میں لاکر وہ مافوق اُن کی سپاہ گری اور اس فن حرب کے تھی جسے انہوں نے اس آسانی سے سیکھ لیا تھا شروع ہی سے انہیں ایسی اقوام سے کام پڑا جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت بیرحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور ان مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کر لیا جنکی حکومت میں انہیں بہت زیادہ آسایش تھی مفتوح اقوام کے ساتھ طریقہ عمل کیا برتا جائے نہایت صاف اور صریح طور پر مقرر کر دیا گیا تھا اور خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں اسلام کو ہرگز بزور شمشیر پھیلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ بعوض اسکے کہ وہ جبرا دین کی اشاعت کرتے جیسا کہ بار بار کہا جاتا ہے وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذہب رسوم و اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کیجائے گی اور اس آزادی کے معاوضہ میں وہ ان سے ایک بہت سا خراج لیتے تھے جو ان مطالبات کے مقابل میں جو ان اقوام کے پہلے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے نہایت کم تھا۔

کسی ملک پر فوج کشی کرنے سے پہلے عرب ہمیشہ ان کے پاس سفیروں کے ذریعہ سے صلح کی شرائط بھیجا کرتے اور یہ شرائط جنکا ذکر المکین نے کیا ہو علی العموم اسی قسم کی ہوا کرتی تھیں جو عمرو نے سنہ [illegible] ہجری میں باشندگان غزہ کے سامنے جو اس وقت محصور تھا پیش کی تھیں اور یہ شرائط مصریوں اور ایرانیوں دونوں سے کی گئی تھیں وہ شرائط ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔

"ہمارے حاکم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم قانون اسلام قبول کرو تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں

پس تم بھی ہم مین ملجاؤ اور ہمارے بھائی بنجاؤ اور ہمارے منافع اور ہمارے منصوبون مین شریک ہوجاؤ۔ اس کے بعد ہم تم سے کوئی بُرائی نہ کرین گے لیکن اگر تم یہ کرنا نہین چاہتے تو تم ہمین اپنی زندگی تک ایک سالانہ خراج بالالتزام دیا کرو اس کے بعد ہم تمہارے بدلے تمام اُن لوگون سے لڑینگے جو تمہین ستانا چاہین یا کسی طرح تمہارے دشمن ہون اور ہم اپنے معاہدہ پر مضبوط رہینگے۔ اگر تمہین یہ بھی منظور نہین ہو تو پھر ہم مین اور تم مین بجز تلوار کے کوئی چیز نہین رہتی اور ہم تم سے اُسوقت تک جنگ کرتے رہین گے جبتک اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کرلین"

بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہو کہ مالک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل مین جو صلیبیون نے اسی شہر کے باشندون سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہو حضرت عمر اس شہر مقدس مین بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے اور آپنے سفرونیس بطریق سے درخواست کی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت مین آپ کے ہمراہ چلے۔ اسی وقت حضرت عمر نے منادی کی کہ مین ذمہ دار ہون باشندگان شہر کے مال اور اُن کی عبادت گاہون کی حرمت کی جائے گی اور مسلمان عیسائی گرجون مین نماز پڑھنے کے مجاز نہونگے۔

جو سلوک عمرو نے مصریون کے ساتھ کیا وہ اِس سے کم نہ تھا۔ اُس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہین پورے مذہب کی آزادی، پورا انصاف بلا رو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے [illegible] حقوق دیے جاینگے اور اُن ظالمانہ اور غیر محدود مطالبون کے عوض نہ لینگے جو شہنشاہان یونان اُن سے [illegible] لیا کرتے تھے عمرو نے ایک سالانہ [illegible]

لیا جائے گا جس کی مقدار فی کس تقریباً دس روپیہ تھی۔ رعایائے صوبجات مین ان شرائط کو اس قدر غنیمت سمجھا کہ وہ فوراً عہد و پیمان مین شریک ہوگئے اور جزیہ کی رقم اُنہون نے پیشگی ادا کردی عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور اُنہون نے اُن رعایا کیساتھ جو ہر روز شاہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملون کے ہاتھون سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتی تہین اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بکشادہ پیشانی دین اسلام اور زبان عربی کو قبول کرلیا مین بار بار کہون گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر نہین حاصل ہوسکتا اور عربون سے پہلے جن اقوام نے مصر پر حکومت کی وہ ہرگز کامیابی نہ حاصل کرسکین۔

عربون کی ملک گیری مین ایک خاص بات ہو جو اُن کے بعد کے ملک گیرون مین ہرگز نہین پائی جاتی۔ اور اقوام نے بھی مثل بربریون (جنہون نے روم کے ملک کو فتح کیا) یا ترکون وغیرہ کے ملک گیری کی ہو لیکن اُنہون نے کبھی کوئی تمدن نہین قایم کیا اور اُن کی ساری ہمت اسی طرف مصروف رہی ہو کہ جہانتک ممکن ہو اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اٹھائین برخلاف اسکے عربون نے قلیل زمانہ مین ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کردی اور انہون نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان اختیار کرنے پر آمادہ کردیا۔ عربون کی صحبت کے ساتھہی مصر اور ہندوستان کی سی قدیم اقوام نے اُن کا دین اُن کا لباس اُن کی طرز معیشت بلکہ اُن کا طریقہ تعمیر تک اختیار کرلیا۔ عربون کے بعد بہت اقوام نے انہین خطون پر حکومت کی ہو لیکن پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اسوقت تک اُن ملکون مین باقی ہو۔ کل ممالک افریقیہ و ایشیا مین مراکش سے لیکر ہندوستان تک جہان کہین عرب پہنچے ہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکا اثر ان ملکون مین ہمیشہ کے لیے قایم ہوگیا ہی بہت سے نئے ملک گیرون نے ان ممالک کو عربونکے بعد فتح کیا ہی لیکن وہ ان سے

عربون کے مذہب اور عربون کی زبان کو ہرگز ہرگز نہ مٹا سکے اسلام کی کل مفتوحہ اقوام مین اندلس ہی کے باشندے ایسے ہین جنہون نے اپنے کو تمدن عرب کی پابندی سے آزاد کرلیا لیکن ہمین آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہ آزادی اُنہون نے اپنے ملک کے شدید اور لاعلاج انحطاط کے مول خرید کی۔

خلفائے راشدین جس وقت حضرت رسالتمآب نے ۱۱ھ مین رحلت فرمائی آپکی رسالت پوری نہین ہونے پائی تہی اور انواع و اقسام کے خطرے موجود تھے جن سے خوف ہوتا تہا کہ یہ رسالت ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے وہ ملکی اتحاد جس کی بنا آنحضرت نے عربستان مین ڈالی تہی محض اتحاد دینی کے سبب سے تہا اور ممکن تہا کہ یہ اتحاد دینی آنحضرت کی وفات کے ساتہ ختم ہوجائے۔ عربون نے البتہ ایک ایسے رسول کی اطاعت کو جو من جانب اللہ اُن کی ہدایت کے لئے آیا تہا قبول کرلیا لیکن اُس رسول کے بعد کچہہ ضرور نہ تہا کہ خواہ مخواہ اُس کا کوئی جانشین ہو۔ بہتیرے قبایل عرب جنہون نے اپنی فطرتی آزادی اور محکومیت کی جبلی نفرت کو ایک فرستادہ خدا پیغمبر کی خاطر سے چھوڑ دیا تہا اس پر راضی نہ تھے کہ اُس پیغمبر کے خلفا کی بھی جنکا ذکر خود پیغمبر نے کبھی نہین کیا تہا اور جنہین اُس پیغمبر کی تعلیم کو جاری رکھنے کا کوئی حق نہ تہا اطاعت کرین۔

اور بھی اسباب اس قسم کے تھے جن سے اسلام کے دبجانے کا بڑا خوف تہا حضرت رسالتمآب کی کامیابی کو دیکھکر بہتیرے مسلوب الحواس اشخاص ایسے پیدا ہوگئے جنہون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ان مین سے ایک شخص نے تقریباً نصف یمن کو مرتد بھی کرلیا اور اگر بعض سچے اور وفادار مسلمانون نے اُسے بطور خفیہ قتل نہ کرڈالا ہوتا تو یمن کا بڑا خطہ دائرہ اسلام سے باہر ہوجاتا۔ اسی قسم کے ایک اور شخص نے قرآن مین کچہہ صورتین بڑھانے کا ارادہ کیا تہا

اور اسنے اسقدر کامیابی حاصل کی کہ خلفائے اولین کو چند روز تک اسکا مقابلہ کرنا پڑا۔

غرض یہ ہی کہ اس نئے دین کو بہتیرے موانع درپیش تھے اور بیشک یہ اصحاب نبی کی خوش تدبیری ہی تھی جس نے انھیں ان موقع پر کامیاب کیا۔ انھون نے خلافت کے لئے ایسے ہی اشخاص کو انتخاب کیا جن کی ساری غرض اشاعت دین محمدی تھی اور حقیقت مین پیروان اسلام کسی خلیفہ کی اطاعت نہین کر رہے تھے بلکہ اس قانون کی اطاعت کرتے تھے جو ان کے لئے آسمان سے اترا تھا اور جس مین کسی قسم کا شک و شبہ نہ تھا۔

خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر (سنہ ۶۳۲ء سے سنہ ۶۳۴ء تک) حضرت عمر (سنہ ۶۳۴ء سے سنہ ۶۴۴ء تک) حضرت عثمان (سنہ ۶۴۴ء سے سنہ ۶۵۵ء تک) اور حضرت علی (سنہ ۶۵۵ء سے سنہ ۶۶۱ء تک) یہ سب حضرت رسالتمآب کے صحابہ تھے اور ان مین پیغمبر خدا کی سخت زندگی اور سادہ عادتین موجود تھین اور کسی قسم کی شان و حکومت ان مین نہ تھی حضرت ابوبکر نے اپنی وفات کے وقت کل تین چیزین چھوڑین۔ ایک جوڑا کپڑے کا جو آپ پہنتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور ایک غلام جو آپ کی خدمت کرتا تھا۔ عین حیات بیت المال سے کل پانچ درہم روزانہ اپنے اذوقہ کے لئے لیا کرتے۔ حضرت عمر بعوض اسکے کہ افواج اسلام کی بے بہا غنیمتون مین حصہ لین محض ایک پھٹے کرتے کے مالک تھے۔ جس مین متعدد پیوند تھے اور آپ راتون کو مساجد کی سیڑھیوں پر بغیر کسی بستر کے سویا کرتے تھے۔

عربون نے نہایت بتدریج سلطنت جمہوری سے سلطنت شخصی تک ترقی کی خلفائے راشدین کے زمانہ تک ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک ہی قانون سب کے لئے تھا۔

حضرت علی خلیفہ چہارم خود بہ نفس نفیس ایک عدالت کے سامنے مدعی بنکر آئے اور ایک ایسے شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی جس وقت غسان کا نصرانی پادشاہ جو مسلمان ہوگیا تھا حضرت عمر سے ملنے کیلئے آیا تو حسب اتفاق ایک عرب نے نادانستہ اُسے دھکا دیا۔ اس بادشاہ نے خفا ہوکر اُسے مارا۔ عرب کی نالش پر حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ کو مار لے۔ اس پر بادشاہ نے کہا "اے امیرالمومنین یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک عامی شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے" خلیفہ نے جواب دیا کہ "اسلام کا قانون یہی ہے اسلام میں نہ درجہ کی عزت ہو اور نہ ذات کی۔ ہمارے پیغمبر کی نظروں میں سب مسلمان برابر تھے اور اُنکے خلفا کی نظروں میں بھی یہی مساوات قایم رہے گی"

اس قسم کا مساوی انصاف زیادہ دنوں نہیں رہا اور خلفاے اسلام بھی بالآخر مثل خود مختار سلاطین کے ہوگئے۔ لیکن آجتک اس امر پر اصرار کیا جاتا ہو کہ از روئے قرآن مجید کل مسلمان آپسمین برابر ہین۔

اول خلیفہ اسلام حضرت ابوبکر تھے۔ جناب رسالتمآب نے اُنہین ایک مرتبہ اپنے بدلے نماز پڑھانے کا حکم دیا اور یہی وجہ اُن کے انتخاب کی ہوئی۔ اس انتخاب سے کسیقدر باہمی نااتفاقی پیدا ہوئی اور اس قسم کی نااتفاقیان ہر ایک خلیفہ کے انتخاب کے وقت وقوع مین آتی گئین۔ مورخین اسلام کا بیان ہو کہ جسوقت سب صحابہ بیعت کرچکے۔ تو حضرت ابوبکر نے اُن سے کہا "اے بھائیو مجھکو تم پر حکومت کرنے کی خدمت سپرد ہوئی ہو اگر مین اچھا کام کرون میری اعانت کرو اور اگر مین غلطی کرون تو مجھے روکو جس شخص کے ہاتھ مین حکومت ہو اُس سے سچی بات کا کہنا عبادت ہو اور اُس سے سچ کا چھپانا معصیت میرے سامنے قوی اور ضعیف مساوی ہین اور مین چاہتا ہون کہ ہر ایک کے ساتھ بلا رو و رعایت انصاف

کرون۔ اگر مین کسی وقت بہی اپنے کو حکم خدا و رسول سے منحرف کرون تو اسی وقت تم لوگ میری اطاعت سے بری الذمہ ہوجاؤ گے "

حضرت ابوبکر کو سب سے پہلے اُن لوگون سے مقابلہ کرنا پڑا جو خلافت کے دعویدار تھے اور پھر اُن اشخاص سے جو جزیہ سے بچنا چاہتے تھے۔ بہت ہی تہوڑے دنون مین حضرت ابوبکر کو معلوم ہوگیا کہ سب سے عمدہ طریقہ اِن نااتفاقیون کے بند کرنیکا یہ ہے کہ عربون کو ملک سے باہر اپنی جبلی جنگ وجدال کی عادت کو کام مین لانے کا موقع دیا جائے اور یہی حکمت تدبیری اُن کے بعد کے خلفا نے بہی برتی اور جبتک یہ تدبیر جاری رہی اسلام برابر ترقی کرتا رہا جس روز عربون کیلیے دنیا مین کوئی ملک فتح کرنے کو باقی نہ رہا اسی روز انہون نے آپسمین خانہ جنگی شروع کردی۔

یہی خانہ جنگیان اُن کی نااتفاقیون کی باعث ہوئین اور پہر اِس کی نااتفاقیون سے اُنکے تنزل کی بنا ڈالی۔ فی الواقع عربون کی قوت قبل اسکے کہ اس پر دشمنوں کا اثر پڑے خود اُن کے اپنے ہاتہون سے ضایع و برباد ہوگئی تہی۔

خلیفہ دوم حضرت عمرہی زمانہ تہا جسمین اسلام کی بڑی ملک گیریان شروع ہوئین۔ حضرت ابوبکر کے وقت مین کئی فتوحات شام مین ہوچکی تہین لیکن ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ اِن ابتدائی لڑائیون مین مسلمانوں کی شجاعت بہت زیادہ تہی مگر فن حرب کی واقفیت بہت کم۔ اور اسی وجہ سے جبتک اُنہون نے مثل اپنے مخالفین کے فن حرب مین تعلیم نہین پائی تہی وہ کبہی کامیاب ہوئے اور کبہی شکست کہائے حضرت عمر جس قدر عمدہ منتظم تھے اُسیقدر عمدہ سپاہ سالار بہی تھے اور اِن کا انصاف تو ضرب المثل ہے۔

مؤرخین اسلام لکہتے ہین کہ جسوقت حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپ نے بہ تقریر کی "اے سامعین خدا نے

سنو میری نظرون مین تم مین سے ضعیف سے ضعیف شخص سب سے قوی ہے بشرطیکہ وہ حق پر ہو اور تم مین سے قوی سے قوی شخص ضعیف الناس ہو بشرطیکہ وہ ناحق پر ہو۔

فی الحقیقت مسلمانون کی سلطنت کی ابتدا حضرت عمرؓ سے ہوئی اور جس وقت عربون کے ظلم سے شاہنشاہ ہرقل[1] شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ مین جا چھپا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ اب دنیا کی حکومت دوسرون کے ہاتھ مین چلی گئی۔

فتوحات عرب کی مختصر تاریخ اب ہم ایک مختصر سی تاریخ بقید سنین اُن جنگی واقعات کی لکھتے ہین جو اسلام کے ابتدائی زمانہ مین جس کا قیام آٹھ صدی تک رہا پیش آئے۔

سنہ ہجری کی پہلی صدی۔ خلفائے اسلام کی ابتدائی فتوحات قدیم بابل کے خطہ مین جہان ایران کی حکومت تھی اور شام مین جہان شاہنشاہ مشرق کی عملداری تھی ہوئین۔ یہ فتوحات حضرت ابوبکرؓ کے وقت مین شروع ہوئین۔ لیکن حضرت عمرؓ کے وقت مین جاری رہین۔ چنانچہ خود حضرت عمرؓ بیت المقدس کی فتح کے بعد وہان آئے شام کا ملک جس مین رومیون کی سلطنت سات سو برس سے چلی آتی تھی سات برس کے اندر مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔

حضرت عمرؓ کی افواج نے بہت جلد عراق عرب اور ایران کو بھی فتح کر لیا۔ اخیر بادشاہ ساسانی کو تخت سے اُتار دیئے اور اُسکے ملک پر جو اتنے زمانہ دراز سے شاہان شاہ کی ملک چلا آتا تھا۔ قبضہ کر لینے کیلئے دو مہینے کافی ہوئے۔

مغرب مین بھی افواج اسلام نے عمرؓ کی سپاہ سالاری مین (جو علاوہ سپاہ ہونیکے شاعر بھی تھا) بڑی کامیابی حاصل کی مصر اور نوبیہ دونون فتح ہوئے اور ۶۴۲ء مین جبکہ

[1] ہرقل کی حکومت مشرقی کا شاہنشاہ تھا اور ۶۱۰ء مین تخت پر بیٹھا پیدایش ۵۷۵ء وفات ۶۴۱ء

حضرت عمرؓ نے وفات پائی ملک اسلام جس کی بنیاد کو بیس سال سے زیادہ نگرزے تھے بہت ہی وسیع ہو چکا تھا۔

حضرت عثمانؓ جو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اسی سال سے زیادہ عمر تھے انہوں نے فتوحات کے سلسلہ کو جاری رکھا اور اُنکے سپاہ سالار ایران کا پورا ملک فتح کر کے قفقاز تک فوج لے گئے اور پھر ہندوستان تک جا پہنچے۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ جناب نبیؐ خدا کے داماد خلیفہ ہوئے (۶۵۵ء) اور اُنکے وقت میں وہ باہمی نااتفاقیاں اور مقابلے شروع ہوئے جنکی وجہ سے کسی زمانہ میں اسلام کی حکومت معرض خطر میں آگئی تھی۔ پانچ برس کی خلافت کے بعد حضرت علیؓ ایک شخص کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انہیں پر ان خلفائے راشدین کا خاتمہ ہوا جو آنحضرتؐ کے صحابہ تھے۔

حضرت علیؓ کے بعد امیر معاویہ کی خلافت شروع ہوئی (۶۶۱ء) اور خاندان خلفائے امیہ کی بنیاد پڑی۔ ان خلفائے نے اپنا دارالسلطنت دمشق میں قرار دیا اور سلاطین مشرقی کی شان و شوکت کی تقلید شروع کر دی۔

معاویہ نے اپنی فوج افریقیہ کے شمالی حصہ میں بھیجی اور سمندر تک فتح کرنیکے بعد اسے ایک علیحدہ ولایت قرار دیا۔ اسی زمانہ سے بارہ سو جہازوں نے بحر متوسط کا دورہ کر کے کل جزائر کو فتح کرنے کے بعد جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کیا۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ سات برس تک ہوا لیکن بیفائدہ۔ فوج اسلام دریائے جیحون کے پار گئی اور خلیفہ کے سپاہ سالاروں نے اسلام کا جھنڈا سمرقند تک پہنچایا۔

• معاویہ نے بیس سال کی حکومت کے بعد ۶۸۰ء میں وفات پائی لیکن اُسکے خاندان

مین ابھی خلافت سو برس تک رہنچو دالی تھی- خلفائے اُمیہ نے ملک گیری کا سلسلہ جاری رکھا اور ایشیا مین سرحد چین تک اور یورپ مین اٹلانٹک تک جا پہنچے سنہ ۷۱۲ء مین عرب بنائے جبل طارق کے پار ہو کر اُندلس پہنچے اور اُسے عیسوی گاتھو ںنکے ہاتھ سے نکالکر ایک عظیم الشان ملک بنا دیا جہان اُنکی حکومت آٹھ صدی تک قایم رہی-

پہلی صدی ہجری کے آخر مین اسلام کا جھنڈا ہندوستان سے لیکر بحر اٹلانٹک تک اور قفقاز سے خلیج فارس تک اُڑ رہا تھا اور منجملہ عیسوی ممالک یورپ کے ایک بہت بڑا ملک اُندلس کا اسلام کی حکومت مین آچکا تھا-

سنہ ہجری کی دوسری صدی ہجرت کی دوسری صدی مین عربون کی ملک گیری کسیقدر ترقی پر رہی لیکن زیادہ تر اُنھون نے اپنے وقت کو اِس عظیم الشان حکومت کے انتظام مین صرف کیا- فوج اسلام فرانس کے ملک مین دریائے لوار تک پہنچی لیکن چارلس مارٹل سے شکست کھا کر جنوبی فرانس مین نہ ٹھہر سکی- تاہم عربون کا کامل اخراج اس ملک سے شارلمین کے وقت مین ہوا-

اسی صدی مین دار السلطنت اسلام دمشق سے اُٹھکر بغداد مین آگیا جسے المنصور نے سنہ ۷۶۲ء مین بنا کیا تھا اور خلافت بنی اُمیہ کی جگہ پر خلافت عباسیہ قایم ہو گئی (سنہ ۷۵۲ء) یہ خلفا حضرت عباس عم جناب رسالتمآب کی اولاد مین سے تھے- خاندان اُمیہ کا ہر فرد بشر بجز ایک لڑکے کے جو اتفاقاً بچ گیا اور جس نے سنہ ۷۵۶ء مین اُندلس مین ایک خود مختار خلافت قایم کی قتل کر دیا گیا تھا-

دوسری صدی کے ابتدا ہی مین حکومت اسلام نے وہ وسعت حاصل کر لی جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکتی تھی- یہ حکومت اُسوقت

پیرینیز[1] و جبل الطارق سے ہندوستان تک اور سواحل بحر متوسط افریقیہ کے ریگستان تک پہنچ گئی تھی۔
ایشیا کا ہی بہت بڑا حصہ عربستان کوہستانی سے ترکستان اور کشمیر سے ٹارس تک خلفاے اسلام کے زیر فرمان تھا۔ ایران فتح ہو چکا تھا۔ بادشاہ کابل اور دریاے سندھ کی گھاٹی کے کل رئیس اسلام کے خراج گزار تھے۔ یورپ مین اندلس کا ملک اور جزایر بحر متوسط افریقیہ مین مصر اور کل شمالی حصہ قانون اسلام کا پابند تھا۔
ملک گیری کا زمانہ اب ختم ہو چکا اور انتظام کا زمانہ شروع ہوا۔ ملک گیران اسلام کی ساری توجہ تمدنی ترقی کیطرف مصروف ہو گئی اور پہلے خلفاے عباسیہ کا وہ زمانہ ہے جسمین عربون نے بڑی ترقی کی۔ انہون نے یونان کے علم کو اخذ کیا اور ایک بڑے تمدن کی بنیاد ڈالی جسمین ادب و علوم و فنون نہایت زور سے جلوہ نما تھے۔ ہارون رشید کے وقت مین (۷۸۶ء سے ۸۰۹ء تک) علوم و فنون و حرفت و تجارت سب نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی۔ شعرا، علما اور شہر کے تمام اہل کمال اس خلیفہ کے نام کو جسکی شوکت و عظمت کا نمونہ کتاب الف لیلہ ہے تمام اقطار عالم مین پہنچایا کرتے۔ خود شاہنشاہ قسطنطنیہ اسے خراج دیتا تھا اور شارلمین شاہنشاہ فرانس نے اسکے پاس سفارت بھیجی تھی یہی ترقی اور سرسبزی ہارون رشید کے جانشین المامون کیوقت تک قایم رہی۔
لیکن جن وسائل کے ذریعہ سے اس عظیم الشان حکومت کی مختلف اقوام ایک ہی سردار کے ماتحت تھین اور وہ وسایل ایسے مضبوط نہ تھے کہ زیادہ دنون ٹھیر سکتے اور ہم دیکھینگے کہ حکومت اسلام کے آگے چلکر بہت سے ٹکڑے ہو گئے جنمین سے ہر ایک خود مختار ہو گیا اور ان ٹکڑون

[1] یہ وہ پہاڑون کا سلسلہ ہے جو فرانس اور اندلس کے بیچ مین واقع ہوا ہے۔ مترجم

مین بھی اسلامی تمدن کا جادہ ایک زمانہ دراز تک قایم رہا۔

وہ اسباب جو اس علحدگی کے باعث ہوئے دوسری صدی کے اواخر ہی مین ظاہر ہو چکے تھے لیکن ان ٹکڑون کا علحدہ ہونا تیسری صدی ہجری مین شروع ہوا۔

سنہ ہجری کی تیسری صدی۔ حکومت اسلام کے اجزا کا جدا ہونا دو طرف سے شروع ہوا یعنی پہلی قرطبہ مین ایک علیحدہ خلافت قایم ہوئی اور دوسری طرف ایران اور ہندوستان مین اور خود بغداد کے مشرق مین بہت سی چھوٹی چھوٹی حکومتین پیدا ہو گئین تھوڑے ہی دنون مین دارالسلطنت اسلام کے اردگرد خود مختار بادشاہ جمع ہو گئے۔

طولون مصری نے اپنی آزادی کو خرید لیا اور ایک خاندان سلطنت کی بنا ڈالی۔ افریقیہ کا ملک بالکل مطلق العنان ہو گیا۔ اندلس مین خلفاے خود مختار کی حکومت پوری طرح سے ہو گئی۔

سنہ ہجری کی چوتھی صدی۔ مملکت اسلام کے اجزا کی علیحدگی جو مقامی خود مختار حکومتون کے قایم ہونے سے شروع ہوئی تھی اور اس صدی مین بھی جاری رہی۔ دارالسلطنت اسلام بغداد سے اٹھکر قاہرہ پہنچا۔ اگرچہ اس قدیم حکومت گاہ مین بہت کچھ رونق تھی لیکن عرب کے تمدن کا اصلی مسکن اسوقت اندلس مین تھا طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ کے مشہور دارالعلومون مین تمام دنیا کے طالب علم جمع ہوتے تھے جن مین خود عیسائی یورپ کے طلاب بھی شریک تھے۔

سنہ ہجری کی پانچوین صدی۔ اس صدی مین دو بہت بڑے واقعات پیش آئے۔ یعنی پہلی جنگ صلیبی اور سلجوقی ترکون کا سلطنت اسلام مین دخیل ہونا۔ ان کی سرگذشت یہ ہے کہ پہلے لڑائی مین قید ہو کر ترکستان سے آتے تھے۔ اسکے بعد بغداد مین خلیفہ کے دروازہ پر ان کا

خاص بہرہ مقرر ہوا۔ انہوں نے بتدریج قوت پکڑی اور قبضہ کیا اور اسکے بعد قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا اور تمام شام کا ملک فتح کرلیا انہوں نے عربوں کا انصاف اور رواداری کی جگہ اپنی متعصبانہ حکومت قایم کی اور مذہب عیسوی کی بالکل ممانعت کردی اور زایرین بیت المقدس پر انواع و اقسام کے ظلم کیے۔

یورپ جو ایک مدت سے مسلمانوں کی ملک گیری کو ہیبت کی نظر سے دیکھ رہا تھا اب حرکت میں آیا۔ کچھ تو پیٹر ہرمٹ[1] کے وعظ نے اور کچھ پوپ اربن[2] دوم کی عام دعوت نے پہلی جنگ صلیبی کی بنا ڈالی (سنہ ۱۰۹۵ء) نصرانیوں کے غول کے غول فلسطین پر چڑھ دوڑے اور اسے فتح کرلیا۔ یہاں تک کہ گاڈفری بوئیان[3] نے بیت المقدس میں ایک چند روزہ حکومت بھی قایم کرلی۔

اسی صدی میں اسلامی خاندان سلطنت جزیرۂ صقلیہ سے خارج کیا گیا اور عیسائیوں نے اندلس میں بھی کسی قدر کامیابی حاصل کی الفانس ششم نے طلیطلہ کو لے لیا۔ ان فتوحات کی ابتدا اسپین کا ظہور ایک صدی بعد ہوا۔

سنہ ہجری کی چھٹی صدی نصرانیوں نے جو کامیابی مشرق میں حاصل کی تھی اس نے انکی جرأت بڑھادی اور سنہ ۱۱۴۷ء میں ایک دوسری جنگ صلیبی کی ابتدا ہوئی لیکن یہ جنگ اور اسکے مابعد کے کل اور حملے جو بیت المقدس کو مسلمانوں سے چھین لینے کے

---

[1] پیٹر ہرمٹ ایک فرانسیسی راہب تھا۔ اس نے سنہ ۱۰۹۵ء میں پہلی جنگ صلیبی کی ترغیب دی اور صلیبیوں کے ساتھ فلسطین گیا۔ مترجم ۱۲

[2] پوپ اربن دوم سنہ ۱۰۸۸ء میں پوپ ہوا۔ سال وفات سنہ ۱۰۹۹ء مترجم ۱۲

[3] گاڈفری بوئیان فرانسیسی ڈیوک تھا اس نے سنہ ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس کو فتح کیا اور بادشاہ بنایا گیا۔ سال پیدایش تقریباً سنہ ۱۰۶۰ء سال وفات سنہ ۱۱۰۰ء ۱۲ (مترجم)

لئے ہوئے ناکام رہے۔ صلاح الدین[1] مصر کے مشہور بادشاہ نے فلسطین کو فتح کر لیا اور نصاریٰ کو بالکل خارج کر دیا۔ اگرچہ اس کے بعد ہی (سنہ ۱۱۸۹ء) تیسری جنگ صلیبی ہوئی جسمیں بادشاہ فریڈرک باربروسا اور فلپ اگسٹس اور رچرڈ شیر دل کے سے بڑے بڑے بادشاہ[2] شریک تھے لیکن پھر بھی یہ ملک صلاح الدین ہی کے ہاتھ میں رہا۔

سنہ ہجری کی ساتویں صدی۔ اِس صدی میں اور بھی کئی صلیبی جنگیں اسلام کی خلاف ہوئیں لیکن ان سب میں یورپ کو ناکامی ہوئی چوتھی جنگ میں جو سنہ ۱۲۰۲ء میں ہوئی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے عوض میں صلیبیوں نے عیسوی دارالسلطنت قسطنطنیہ کو لوٹا اور وہاں ایک نئی شرقی حکومت قایم کی جس کی وہی حالت ہوئی جو حکومت بیت المقدس کی اس کے قبل ہو چکی تھی۔ اسکے بعد کی چار صلیبی جنگیں بھی بالکل ناکام رہیں۔ ساتویں جنگ میں سنٹ لوئی[3] مقید ہو گیا اور ایک خطیر جرمانہ دینے کے بعد رہا کیا گیا۔ آٹھویں جنگ میں وہ بیچارہ تونس کی دیواروں کے نیچے طاعون سے مر گیا اگرچہ اُسے برابر یہی وہم تھا کہ اُس نے تونس کے حاکم کو عیسائی بنا لیا ہے۔

یہ اخیر جنگ صلیبی تھی۔ یورپ پر ظاہر ہو گیا کہ ابھی اس میں اسقدر قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرے اور اسکے بعد فلسطین کو فتح کرنے کی کوئی اور کوشش نہیں ہوئی۔

---

[1] صلاح الدین۔ سلطان مصر و شام۔ اسکا خاندان کرد تھا اور یہ اپنے چچا نور الدین کے ساتھ مصر آیا۔ نور الدین مصر کا وزیر اعظم ہو گیا اور ساری حکومت اُس کے ہاتھ آ گئی۔ سنہ ۱۱۶۹ عیسوی میں اُس کے مرنے کے بعد صلاح الدین مصر کا بادشاہ ہوا اور اس نے شام کو بھی فتح کر لیا۔ سنہ ۱۱۸۷ عیسوی میں اس نے فلسطین پر چڑھائی کی اور طبریہ کے مقام پر صلیبیوں کو شکست دی۔ سال ولادت سنہ ۱۱۳۷ء سال وفات سنہ ۱۱۹۳ء مترجم ۱۲

[2] یہ تینوں جرمنی اور فرانس اور انگلستان کے ہمعصر بادشاہ تھے۔

[3] سنٹ لوئی۔ لوئی نہم فرانس کا بادشاہ۔ اسکی سلطنت کا زمانہ سنہ ۱۲۲۶ء سے سنہ ۱۲۷۰ء تک تھا۔ مترجم

اسلام کا جھنڈا برابر ان مقامات مقدسہ پر اُڑتا رہا اور اسوقت تک اُڑ رہا ہے۔

جس زمانہ میں کہ عرب اپنے مغربی دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے اور جس مقابلہ میں وہ پوری طرح کامیاب نکلے ایک نیا دشمن مشرق کی طرف پیدا ہو رہا تھا چنگیز خاں کے مغل تاتار کے صحراؤں سے نکلکر ایشیا کے ملکوں پر حملہ کر رہے تھے۔ انہوں نے چین وایران و ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد ۱۲۵۸ء میں بغداد کو فتح کیا اور اُس خاندان عباسیہ کو جسکی حکومت پانسو برس سے چلی آتی تھی تمام کر دیا۔

اگرچہ یہ مغل بھی ترکوں سے کم وحشی نہ تھے لیکن ان میں ایک درجہ تک تمدن کے اختیار کرنے کی صلاحیت تھی۔ عربوں کی طرح انہوں نے خود تو کوئی تمدن قایم نہیں کیا لیکن انہوں نے عربوں کے تمدن کو اختیار کر لیا۔ عربی بادشاہوں کی حکومت مشرق زمین سے اُٹھ گئی لیکن اُن کا تمدن ان ممالک پر حکومت کرتا رہا۔ مشرق سے نکالے جانے کے بعد عربوں نے اپنی ساری قوت کو مصر اور اُندلس میں مجتمع کیا۔

سنہ ہجری کی آٹھویں صدی۔ آٹھویں صدی کی تاریخ ترکوں اور مغلوں کی باہمی لڑائیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک عربوں کی حکومت مشرقی کا دعوے دار تھا خود عربوں کے لئے انحطاط کا زمانہ شروع ہو چکا تھا۔

سنہ ہجری کی نویں صدی۔ اس میں عربوں کی حکومت اور اُنکے تمدن کا پورا اخراج اُندلس سے ہوگیا جہاں اُس نے تقریباً آٹھ سو برس قیام کیا تھا۔ سنہ ۱۴۹۲ عیسوی میں فرڈیننڈ اُنکے اخیر دار السلطنت غرناطہ پر قابض ہوگیا اور اُسکے بعد قتل عام اور اخراج عام کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو اُسکے جانشینوں کے وقت تک جاری رہا تیس لاکھ عرب یا تو جان سے مارے گئے یا اخراج کر دئے گئے اور وہ ساری اسلامی ترقی جسکا پرتو آٹھ سو برس سے یورپ پر چھا رہا تھا فنا ہو گئی

تھا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔

سنہ ہجری کی دسویں صدی۔ اِس صدی میں عربوں کی دنیاوی حکومت کا پورا خاتمہ ہوگیا اور محض اُنکا دین اور اُنکا تمدن اور اُنکی زبان رہ گئی جو اسوقت تک مشرق میں بہت کچھ رائج ہے اُن وحشیوں کی طرح سے جنھوں نے رومیوں کو شکست دی تھی عربونکو شکست دینے والی اقوام نے بھی یہ کوشش کی کہ اُنکے کام کو جاری رکھیں اور قسطنطنیہ کے جھنڈے منیر پر صلیب کی جگہ اسلام کا چاند اور ستارہ قایم ہو گیا اور اُسنے تمام عیسائی یورپ کو تہلکہ میں ڈالدیا۔

لیکن وہ ترک جنھوں نے عربوں کا ملک فتح کیا سپاہی تو اچھے تھے مگر ان میں مطلق وہ اوصاف نہ تھے جو ایک قوم کو ترقی کی حالت میں پہنچاتے ہیں۔ عربوں کے تمدن کو ترقی دینا تو علیحدہ ان سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ جو کچھ اُنکو عربوں سے ملا تھا اُسے علی حالہ قایم رکھتے عربی مثل ہے کہ جس زمین پر سے ترک گزر جائے وہاں کوئی درخت نہیں اُگتا اور فی الواقع یہ سچ ہے ہمیں اس کتاب کے ایک دوسرے باب میں معلوم ہوگا کہ ان نئے ملک گیروں کے ہاتھ سے عرب کی قدیم حکومت کی کیسی مٹی خراب ہوئی۔ (میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا)

فیصلہ

دنیا کی جتنی متمدن اقوام گزری ہیں ان میں صدہا قسم کے بادشاہ اور وزیر ہوئے لیکن کبھی نہیں سنا گیا کہ صدہا سال گزرنے پر بھی اُنکے ماننے والوں میں عداوت رہی اور وہ ایک دوسرے کو بری نظروں سے دیکھتے رہیں۔ مذہبی لڑائیاں عیسائیوں میں بھی ہوئیں اور آپس میں اس بیرحمی کا برتاؤ کیا گیا کہ ابھی تک اُسکا بیان خوف سے پڑھا جاتا ہے کیتھلک اور پروٹسٹنٹ کی لڑائیاں اور باہمی دشمنی سب ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے لیکن یہ عداوت جو سنّی اور شیعی گروہوں میں پیدا ہو گئی کسی متمدن قوم میں نہیں دیکھی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ جن صحابہ کے لئے یہ کہا جاتا ہے وہ باہم متفق تھے

اگرچہ معاملات جہانداری یا استنباط مسائل میں اُن میں اختلاف ضرور تھا لیکن یہ اختلاف لازمہ قانون قدرت اور طبع انسانی کے موافق تھا اور ایسا اختلاف سبب ترقی انتظام اور سرسبزی ملک ہو مگر دلی عداوتیں جو ہمیشہ کم ظرف اور دنی النفس لوگوں کا خاصہ ہو نعوذ باللہ ان میں مطلق نہ تھیں اور وہ مثل سگے بھائیوں کے آپس میں ملکے رہتے تھے۔

ان میں مسائل کی بابت گفتگو بھی ہوا کرتی تھی اور بحث کو طول بھی کھچ جاتا تھا گفتگو میں گرمی اور تیزی بھی آجاتی تھی مگر صفائی قلب کی یہ کیفیت تھی کہ اِدھر بحث ختم ہوئی اور پھر وہی بھائی چارہ اور محبت موجود ہو کسی قسم کی ملکی یا مسئلہ کی نسبت مخالفت اُن میں ہرگز عداوت پیدا نہ کر سکتی تھی اصل بات یہ ہو کہ صحابہ کسی متمدن اور شائستہ ملک کے رہنے والے نہ تھے نہ فرشتے اور پیغمبر تھے کہ کسی خطا اور فروگزاشت کا اُن سے احتمال ہی نہ ہوتا انھیں عرب کی وہی آتش خیز روحیں موجود تھیں اور بات بات پر بھڑک اُٹھنا یہ اُنکی معمولی معاشرت میں داخل تھا اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت کا پرتو ان پر پڑ چکا تھا اور اسلام کی پوری برکتیں انہیں حاصل ہو چکی تھیں پھر بھی وہ انسان تھے اور جو انسانی لوازمات ہیں سب اُنکی ذات سے چسپاں تھے۔ یہ ممکن بلکہ یقینی ہو کہ معاملات جہانداری میں مثل اور شہنشاہان عالم کے اُنسے بھی اغلاط سرزد ہوئیں۔ بہت سی باتیں اس قسم کی کیں جو قابل اعتراض ہوسکتی ہیں مگر اس قسم کی غلطیوں سے کسی متنفس کی ذات مبرا نہیں ہے معاملات دنیا میں خود شافع محشر شہنشاہ دوجہاں نے غلطی کی اور اس غلطی کا بیان صحیح احادیث میں موجود ہو یہ کوئی بات نہیں ہے ہم اسکے قائل ہیں کہ خواہ پیغمبر ہو یا اولیا ہو انسانی کمزوری اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور یہ کمزوری کہ انسان کی ذات میں قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے وہ کبھی نہیں جاسکتی اور نہ دنیا کی کوئی قوت اُسکو کھو سکتی ہے۔ حضور انور نے کھجور کے معاملہ میں صاف فرما دیا تھا کہ اگر معاملات دنیا میں کچھ رائے دوں تو اپنی مصلحت دیکھ لو ہاں دینی معاملہ میں میری

سنو اور اسپر عمل کرو۔

جو باتیں یا غلط کاریاں شیعی کتب میں شیخین یا اور صحابہ کی بیان کی گئی ہیں اگر فرض کر لیں کہ وہ سب کی سب صحیح ہیں تو بھی یہ دیکھنا باقی رہتا ہے کہ آیا کوئی صحابی بھی ایسا ہے جو ان معائب سے بچا ہوا ہو اور اسکی ذات کے ساتھ ان میں سے کوئی بات چسپاں نہ ہو مسلمانوں کا کوئی گروہ اپنے پیشواؤں یا ان لوگوں کو جن پر اُسکا اعتقاد ہے تواریخ یا مذہبی کتب سے معصوم نہیں ثابت کر سکتا۔ اپنے خیال میں ایک شخص کو تمام خدائی صفتوں سے متصف کر دینا اور دوسروں کو اُنکے واقعی اوصاف سے محروم کر دینا اور بات ہے لیکن تواریخی محک پر رکھنے کے بعد اُنکا حُسن و قبح کھولنا یہ دوسری بات ہے۔ بڑی بحث سنی شیعوں میں یہ ہے کہ حق خلافت حضرت علی کا بلکہ کل اہلبیت کا تھا اور حضرت علی کے ہوتے دوسرے شخص کو شایاں نہ تھا کہ وہ خلیفہ بنتا اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ حق خلافت حضرت علی کا تھا تو بھی یہ بات باقی رہتی ہے کہ وہ کونسا حق تھا جس سے حضرت علی خلیفہ بنائے جاتے۔ قرآن مجید میں کسی صحابی کا نام نہیں ہے اور نہ کسی کی خلافت پر بحث کیگئی ہے کہ حضور انور کا جانشین فلاں شخص ہو۔ دین اسلام کی تکمیل کی خوشخبری خداوند تعالی نے قرآن مجید میں دیدی ہے جب یہ تکمیل حضور انور ہی کے زمانہ میں ہو چکی پھر دینی معاملہ میں کسی اور شخص کی ضرورت نہ تھی کہ وہ امام یا خلیفہ بنکے کوئی جدید بات پیدا کر سکتا۔ ہاں دنیاوی معاملات میں ضرور ہی ایک شخص کی حاجت تھی کہ وہ مسلمانوں کا امیر بنکے اُنکی حفاظت کرتا اور دین اسلام کی اشاعت اُسکے ذریعہ سے ہوتی۔ حضور انور نے اپنی زندگی میں اپنے جانشین کی بابت کوئی فیصلہ نہیں کیا اس فیصلہ نکرنے کی سوائے اسکے کوئی وجہ نہ تھی کہ آپکو دینی لحاظ سے اپنا جانشین بنانیکی ضرورت نہ تھی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہو سکتا اور چونکہ نبوت حضور انور پر ختم ہو گئی تھی اسلئے آئندہ نبی کی ضرورت سے مخلوق خدا سبکدوش کر دیگئی تھی۔ دنیا کا قاعدہ ہے جب اپنا جانشین کوئی مقرر کرتا ہے

تو مثل اپنے دیکھ لیتا ہو اور اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ میری طرح کل اختیارات سیاہ و سفید کے اسے
حاصل ہونگے اور یہی شخص مثل میرے ہوگا حضور انور اپنی مثل کوئی اپنا جانشین نہ مقرر فرما سکتے تھے
کیونکہ ایک تو نبوت آپ پر ختم ہو چکی تھی اور دوسرے آپ کا کوئی مثل نہ بن سکتا تھا مولنا روم
رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان کا یہ قول نقل کیا ہو ”وہم مثلے نیست باآں شہ مرا“ بس بڑی وجہ
جانشین نہ کرنے کی یہ ہوئی۔ کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملتی نہ سنی نہ شیعی کتابوں میں کہ حضور
انور نے باضابطہ اپنا جانشین کسی کو بنایا ہو۔ رہا یہ کہ حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ میرا ولی اور وصی ہے
یا حضرت صدیق اکبر کو اپنے بجائے امام بنا دینا یہ محض محبت اور بزرگانہ عنایتیں تھیں جانشینی کو
اس سے کچھ بھی بحث نہیں ہو سکتی۔ جانشینی کے خاص قاعدے عرب میں جاری تھے جو بعد ازاں
حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ بنانے میں برتے اگر آنحضرت کو بھی اپنا جانشین
نامزد کرنا ہوتا تو ضرور آپ بھی باقاعدہ کسی کو نامزد فرماتے اور اُسکا اعلان عام مسلمانوں میں دیا
جاتا لیکن حضور انور نے ایسا نہیں کیا رہا اخیر وقت دوات قلم اور چمڑے کا مانگنا اس بات پر
دلالت کرتا ہو کہ حضور کچھ دینی ہدایات لکھنا چاہتے تھے جیسے آپنے اپنی وفات سے پہلے زبان
مبارک سے فرمائی تھیں مگر جب یہ آواز آئی خواہ وہ آواز حضرت عمر نے دی ہو یا کسی اور صحابی نے
کہ کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہو تو آپ چپ ہو رہے اور پھر دوبارہ دوات قلم نہیں مانگی۔ اگر یہ
کہیں کہ اسوقت [illegible] تیاری ہو رہی تھی اور چونکہ دنیا سے رخصت ہونیکا وقت قریب
آگیا تھا اسلئے حضور نے [illegible] وجہ نہیں فرمائی یہ استدلال بالکل غلط ہو فرائض نبوت یا جانشینی کی
تکمیل کیرے [illegible] وقت نہیں ہوا کرتا اگر آپکو یہ منظور رہوتا تو اپنے زمانہ صحت میں
اس کا انتظام فرماتے [illegible] آپ کو یہ منظور نہ تھا نہ آپ اپنا جانشین کسیکو مقرر فرما سکتے تھے
نہ آپ کا جانشین [illegible] کسی نبی کا جانشین غیر نبی نہیں ہو سکتا ہم آپکے خلیفہ کا انتخاب

محض مسلمانوں پر چھوڑ دیا اور پھر بعد ازاں مسلمانوں نے جسے چاہا اپنا خلیفہ بنا یا۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت علی رض کو خلیفہ بننے کی آرزو تھی لیکن قوم نے حضرت صدیق اکبر کے آگے انہیں خلیفہ نہیں تسلیم کیا پھر آپ کی وفات ہوگئی اور آپکا فرض تھا کہ آپ اپنا جانشین تجویز کرتے کیونکہ آپ دنیاوی لحاظ سے خلیفہ تھے اور اپنا مثل دوسرے کو تجویز کر سکتے تھے اخیر حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور پھر آپکو خلیفہ کا انتخاب ایسی حالت میں کرنا پڑا کہ آپکا پہلو چاک ہو چکا تھا اور خون جسم سے بہت نکل چکا تھا آپکے پاس انتخاب خلیفہ کا وقت نہیں رہا تھا اسلئے آپنے پانچ آدمیوں کو نامزد کیا جنمیں ایک حضرت علی اور دوسرے حضرت عثمان تھے لیکن قوم نے حضرت علی کا انتخاب نہیں کیا جب حضرت عثمان کی شہادت ہوگئی تو حضرت علی خلیفہ بنائے گئے گویا تین خلفا کے بعد آپکی باری آئی۔

اب یہ دیکھنے کی بات ہے اگر حق خلافت کوئی چیز بھی سمجھا جائے تو بھی آپکو خلافت ملگئی اور آپ ہمیشہ کیلئے خلافت سے محروم نہیں ہوئے۔ جو واقعات کہ دنیا کی اور سلطنتوں میں ہوئے وہی مسلمانوں میں ہوئے کوئی نئی بات نہیں ہوئی یہ شور و غوغا صرف اسلئے ہوا ہے کہ ان ملکی واقعات کو مذہبی جامہ پہنا دیا ہے رہا حق خلافت یہ ایک بے سر و پا دعویٰ ہے حضور انور کی جانشینی کا حق کسیکو بھی حاصل نہیں تھا صرف باہم کا بتنگڑ ابنگیا ہے اصل اس جھگڑے کی کچھ بھی نہیں ہے ایسے معاملہ میں گفتگو کرنا جو خلاف حق ہے طرفین کی سخت غلطی ہے رہا مذہبی روایتوں کا طومار یہ ایک بہمعنی دفتر ہے جسکو تمدن عرب اور طبائع عرب سے تو کجا عقل انسانیت سے بھی کچھ نسبت نہیں ہے جب کسیکا حق مسلم ثابت نہیں ہوتا پھر اُس کے لئے جد و جہد کرنا فضول امر ہے شیعی سنیوں کا جھگڑا محض حق خلافت پر ہے جب حضور انور کی جانشینی ہی جاتی رہی پھر حق خلافت اور غصب حق خلافت کوئی چیز نہیں۔

مختصر یہ ہے کہ حضور انور کے خلفا نے خواہ حضرت ابوبکر ہوں یا حضرت عمر یا حضرت عثمان ہوں یا حضرت علی جو کچھ کیا ایسا کیا کہ آجتک یورپ اُنکا مداح ہے اُنکی پاکبازی اور ... اسلام ہونیکی ...

شہادت دی ہے اور کل مسیحی محقق آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں کسی سلطان یا شہنشاہ کے ایسے فدائی وزیر نہیں ہوئے وہ سب بھائی چارہ کی زنجیر میں کسے ہوئے تھے اور اُن میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت تھی۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنا عزیز وقت ایک کے طرفدار اور ایک کی مخالفت میں گزارتے ہیں انہیں تو کوئی رنجش نہ تھی اور ہر ایک انہیں سے ایک دوسرے پر جان دیتا تھا

جو کچھ مجھے لکھنا تھا لکھ چکا میرے خیال میں شیخین کے حالات اسیقدر کافی ہیں۔ اب تک جتنی کتابیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے حالات میں طبع ہوئی ہیں انہیں ایک ہی رخ دکھایا گیا ہے یعنی سنیوں کی کتابوں سے بحث کی گئی ہے اور تمام سُنی روایات لکھی گئی ہیں مگر میں نے ایسا نہیں کیا سب سے پہلے میں نے شیعی معتبر کتابوں سے موافق و مخالف حالات نقل کئے ہیں اور پھر سنیوں کی کتابوں سے مضامین اخذ کئے ہیں تاکہ ناظر کتاب کو طرفین کی تحقیق اور خیالات کا پورا علم ہوجائے اور ایک آزاد خیال شخص جانچ سکے کہ یہ روایتیں کیا پایہ رکھتی ہیں اور کہاں تک واجب التسلیم ہیں۔

میں نے خلافت شیخین کوئی مذہبی کتاب نہیں لکھی میری غرض اس کتاب لکھنے سے کوئی [illegible] کرنے کی نہیں ہے بلکہ میرا دلی مدعا یہ ہے کہ ہمارے شیعی بھائی اپنی معتبر کتب کی روایتوں کو [illegible] اختلاف روایات کی وجہ خود سمجھیں گے اور اُن روایتوں کو غور سے پڑھیں گے جو شیخین کو [illegible] درج ہیں ممکن ہے کہ اُن کے دل میں نرمی پیدا ہو اور وہ آیندہ شیخین کی نسبت برے خیال [illegible] احتراز کریں۔ جدید تعلیم یافتہ شیعی نوجوانوں سے بہت بڑی امید ہے کہ وہ [illegible] کچھ فائدہ اس کتاب سے حاصل کرینگے اور آیندہ سُنی اور شیعہ مثل بھائیوں [illegible] پائیں گے خدا سے امید ہے کہ میری یہ مراد بر آئے گی اور میری محنت ٹھکانے [illegible] والسلام